بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

”اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے، جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں سب اپنے رب کی اپنے اپنے انداز میں پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ بڑا ہی قوی ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر غالب ہے اور اس نے تمام موجودات کو اپنی حکمت کے مطابق منظم و مرتب کیا ہے، جس سے کوئی چیز سر مو انحراف نہیں کر سکتی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

کچھ مسلمان جہاد فرض ہونے سے پہلے کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل

پسند ہے تو ہم اسے کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول کو خبر دی کہ سب سے بہتر عمل ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جب جہاد فرض ہوا تو ان مسلمانوں پر جہاد کرنا شاق گزرا، تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ نے انھیں عتاب کیا۔ اس لیے کہ ایمان صادق کا تقاضا تو یہ ہے کہ مومن نہ جھوٹ بولے اور نہ وعدہ خلافی کرے، جو کہے اس کے مطابق عمل کرے اور جو نیک کام نہ کیا ہو، اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے، کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض بات یہ ہے کہ آدمی اپنی طرف ایسا بھلائی کا کام منسوب کرے جو اس نے نہ کیا ہو، یا کہے کہ میں فلاں خیر کا کام کروں گا اور پھر اسے نہ کرے۔

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپس میں مذاکرہ کیا۔ ہم نے کہا، ہم میں سے کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور آپ سے دریافت کرے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، لیکن ہم میں سے ہر شخص جاتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ اتنے میں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ جب ہم جمع ہو گئے تو ایک دوسرے کی طرف اشارے کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے (ان آیات کی) تلاوت کی: ﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ١ تا ٣] پھر آپ نے اس (سورت) کو اول سے آخر تک مکمل پڑھا۔ [مسند أحمد : ٤٥٢/٥، ح : ٢٣٨٥١]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٤] ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ (انتڑیوں کے گرد) چکی کے گدھے کی طرح گھومتا رہے گا۔ دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے، اے فلاں! یہ تیرا کیا معاملہ ہے؟ کیا تو (دنیا میں) ہمیں اچھی بات کا حکم دیتا اور بری بات سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا، بے شک میں تمھیں اچھی بات کا حکم دیتا تھا، لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمھیں برے کام سے منع کرتا تھا، لیکن خود وہی کام کیا کرتا تھا۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٧۔ مسلم، كتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله ...... الخ : ٢٩٨٩]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی کسی امت میں مجھ سے پہلے بھیجا تو اس کی امت میں اس کے حواری اور اس کے اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کیا کرتے اور

اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ جو وہ کہتے وہ کرتے نہیں تھے اور جو کرتے اس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو شخص ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار باتیں جس میں بھی ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔" [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میں کھیلنے کے لیے باہر نکلا، میری امی نے کہا، اے عبد اللہ! آؤ میں تمھیں کچھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: "تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟" انھوں نے کہا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔" [مسند أحمد : ٤٤٧/٣، ح : ١٥٧٠٨۔ أبو داؤد، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب : ٤٩٩١]

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

"بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔"

سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے مراد یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں ان کی صف اتنی مضبوط ہوتی ہے گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو، دشمن اس کو توڑ نہیں سکتا اور شکست کھا جاتا ہے۔ میدان جہاد کی صف میں کھڑا ہونا کتنا باعث اجر و ثواب ہے، اسے جاننے کے لیے درجِ ذیل فرامینِ رسول ﷺ کا مطالعہ ضروری ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں میٹھے (وخوش گوار) پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا۔ اس کا ذائقہ اسے اچھا لگا، اس نے سوچا، اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر یہاں ٹھہر جاؤں (اور اللہ کی عبادت کروں تو کتنا اچھا ہو)، تاہم میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔ بعد ازاں اس نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: "ایسا نہ کرنا، بے شک

تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر (۷۰) سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ سو اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ (سنو!) جو شخص اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ کے راستہ میں لڑا اس پر جنت واجب ہوگئی۔'' [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله : ۱۶۵۰۔ مستدرك حاكم : ۶۸/۲، ح : ۲۳۸۲]

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو وقت ایسے ہیں کہ جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، یا (فرمایا) کم ہی رد کی جاتی ہے، ایک اذان کے وقت اور دوسری جنگ (یعنی میدان جہاد) کے وقت، جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھڑ جاتے ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء : ۲۵٤۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کے راستہ میں گھڑی بھر کھڑے ہونا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔'' [ابن حبان : ٤٦۰۳۔ شعب الإيمان للبيهقي : ۱۰۲/۲]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے افضل شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرے۔'' لوگوں نے عرض کی، پھر کون؟ فرمایا: ''وہ مومن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں رہے، اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنی برائی سے محفوظ رکھے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه ...... الخ : ۲۷۸٦۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۸]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ بے شک میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد، اپنے رسول اور اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم مجھے ایذا کیوں دیتے ہو؟ حالانکہ تم اس پیغام کی صداقت کو خوب جانتے ہو جو میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی آپ کی قوم کی طرف سے اور دیگر کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں پر تسلی اور صبر کا حکم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ

اللّٰهِ وَجِيهًا ﴾ [الأحزاب: ٦٩] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمیلے اور ستر پوشی کرنے والے آدمی تھے۔ اللہ سے شرم و حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی بھی (قابل ستر) حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا، وہ کہنے لگے، موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر اپنا جسم چھپاتے ہیں تو ضرور ان میں کوئی عیب ہے، یا تو برص ہے یا فتق ہے یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بے عیبی لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام (غسل کے لیے) الگ ہوئے۔ انھوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر نہانا شروع کیا، جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں جا کر رک گیا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ لیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں وہ بہترین جسم والے ہیں۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے جو وہ ان کی طرف منسوب کرتے تھے، بری کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! پتھر میں ان کی مار سے نشان پڑ گئے، تین یا چار یا پانچ۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٤٠٤۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى عليه السلام : ٣٣٩، بعد حديث : ٢٣٧١]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا، تو ایک شخص کہنے لگا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا مندی مقصود نہیں ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ بات بیان کی، تو آپ کو (سخت) غصہ آ گیا، یہاں تک کہ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار پائے۔ بہر حال بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی لیکن انھوں نے صبر کیا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٤٠٥]

فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ : یعنی جب علم کے باوجود انھوں نے اتباع حق سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ہدایت قبول کرنے سے ٹیڑھا کر دیا اور ان میں شک، حیرت اور ذلت و رسوائی ڈال دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ''اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۵] ''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا، اے بنی اسرائیل! میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمھاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ میرے ذریعے سے تورات کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں، تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور میں تمھیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہو گا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کی تکذیب کر دی اور کہا کہ یہ جو کچھ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے کھلا جادو ہے۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میرے کچھ نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی مٹانے والا، اللہ کفر کو میرے ذریعے سے مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو حشر میں میرے بعد جمع کرے گا اور میں عاقب (یعنی سب نبیوں کے بعد آنے والا) ہوں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر [باب] ﴿ من بعد اسمه أحمد ﴾ : ۴۸۹۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۵۴]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: ''میں

محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقفی (یعنی عاقب) ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ : ۲۳۵۵]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ کے معاملے کی ابتدا کیا ہے (یعنی آپ کی ابتدائی نشانیاں کیا ہیں)؟ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان میں سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔'' [مسند أحمد : ۲۶۲/۵، ح : ۲۲۳۲٤]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے کفر و شرک پر شدید نکیر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اسلام جیسا دین برحق دے کر دنیا میں بھیج دیا، جس نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی اس سے آنکھ بند کر لے اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تو اس سے بڑا ظالم کون ہو گا؟ اہل کتاب نے اسلام قبول نہ کرنے کے کئی بہانے بنا رکھے تھے، مثلاً ہم کسی نبی پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ آ کر کھا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۸۳، ۱۸٤] ''جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔ پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک کئی رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے، جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔''

اہل کتاب تورات اور انجیل میں تحریف کر کے ان کو اپنے منشا اور مقصد کے مطابق ڈھال لیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۸] ''اور بے شک ان

میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔"

اہل کتاب کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی یا نصرانی جائیں گے، مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے، لہٰذا کیا ضرورت ہے کہ اسلام قبول کیا جائے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۱۱، ۱۱۲] "اور انھوں نے کہا جنت میں ہر گز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۸

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔"

اس آیت میں انھی اعدائے دین یہود و نصاریٰ اور مشرکین قریش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کو جادو اور میرے نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں۔ تو جان لیں کہ یہ کافروں کی خواہش کے علی الرغم ان کی خام خیالی ہے۔ اللہ کے نور کو شمع کی مانند پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا، یہ تو وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں پھیلا کر رہے گا۔ اللہ کے نور سے مراد نورِ ہدایت یعنی دین اسلام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الزمر : ۲۲] "تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔"

کافروں نے بہت کوشش کی کہ دین اسلام کو نیست و نابود کر دیں، لیکن ان کی کوشش بے کار گئی۔ اللہ نے اپنے نور کو غالب کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة : ۳] "آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری

کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَ لَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝۹ ع

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔“

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو قرآن اور دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ وہ دین اسلام کو مشرکین کی خواہش کے علی الرغم دنیا کے تمام ادیان و مذاہب پر غالب کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝۳۲ هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾ [التوبة : ۳۲، ۳۳] ”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور دوسرے پیغمبروں کی مثال، جو مجھ سے پہلے ہو گزرے ہیں، ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کی زیبائش و آرائش کی، لیکن اس کے کونوں میں سے کسی ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ (اس میں داخل ہوئے اور (اسے گھوم پھر کر چاروں طرف سے دیکھنے لگے تو انھیں وہ عمارت بہت پسند آئی، تاہم وہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ یہاں کیوں نہ رکھ دی گئی؟“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ : ۳۵۳۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین : ۲۲۸۶/۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت میں سے کوئی بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی (یا کسی اور مذہب کا پیروکار)، وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ دوزخی ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ...... الخ : ۱۵۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝۱۰ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُجَاهِدُوۡنَ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے۔‘‘

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کو اموال تجارت سے تشبیہ دی ہے، اس لیے کہ جس طرح تجارت سے نفع حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اعمال صالحہ دخولِ جنت اور عذابِ نار سے نجات کا سبب ہوتے ہیں، یعنی اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر حقیقی ایمان رکھیں گے اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ذریعے سے جہاد کریں گے، تو ان کے یہ کام مآل و انجام کے اعتبار سے ان کے لیے بہت ہی نافع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، بلند و بالا مکانات عطا کرے گا جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ حقیقت میں ایک انسان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ اس کا رب اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے جنت میں داخل کر دے۔ مذکورہ نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایک اور نعمت دے گا جسے تم پسند کرتے ہو، وہ یہ کہ تم مکہ کو فتح کرو گے اور اس کے بعد آس پاس کے دیگر شہروں اور علاقوں کو بھی فتح کرو گے اور اللہ کی نصرت و تائید تمھارے ساتھ ہوگی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیجیے کہ اللہ نے ان سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ : یعنی جب جہاد کی ضرورت ہو اور جہاد کے لیے بلایا جائے تو جو شخص جہاد سے پہلوتہی کرے وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التوبۃ : ۳۸، ۳۹]

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت

بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ࣙاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٢٤] ''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر اور اس کو قتل کرنے والا جہنم کی آگ میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل كافرًا ثم سدد : ١٨٩١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں جہنم میں اس طرح اکٹھے نہیں ہوں گے کہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچا دے۔'' لوگوں نے عرض کی، وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: ''جو مسلمان کسی کافر کو قتل کرے، پھر نیکی پر قائم رہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل كافرًا ثم سدد : ١٣١/١٨٩١]

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ...... اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ١١١، ١١٢] ''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے

زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگوں میں سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا لگام تھامے ہوئے دوڑا پھرتا ہے۔ جب کسی طرف سے حملے کا شور یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اس طرف دوڑ پڑتا ہے، وہ موت کو موت کی وادیوں میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ اپنے گھر سے صرف اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے احکام کی تصدیق کے لیے نکلا، تو اللہ تعالیٰ ضمانت دیتا ہے کہ یا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اجر و غنیمت کے ساتھ اسے اس کے گھر کی طرف لوٹائے گا۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ قل لو كان البحر مدادًا لكلمات ربي لنفد البحر ...... الخ ﴾ : ۷٤٦۳۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ۱۸۷٦]

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ : یعنی جب تم اس کے راستے میں جہاد کرو گے اور اس کے دین کی مدد کرو گے تو تمھاری فتح و نصرت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾ [محمد : ۷] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ٤٠] ”اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۠ ﴿۱۴﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر کیا، پھر ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنے اقوال وافعال کے ذریعے سے اس دینِ حق کی مدد کرتے رہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت و بندگی کے لیے نازل کیا ہے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا اور ان سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح سے ساتھ دینے کے لیے تیار رہیں۔ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں اسرائیلیوں کے پاس توحید کی دعوت کے ساتھ بھیجا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے دنوں میں اسی طرح کہا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ابتدائے بعثت کے دنوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنے آپ کو (یعنی اپنی دعوت کو) لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کہتے تھے: ”سنو! کوئی مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے، بلاشبہ قریش نے مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔“ [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القرآن : ٤٧٣٤]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لیے مدینہ کے اوس وخزرج قبیلے والوں کے دلوں کو مسخر کر دیا۔ انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی مدد کی اور کہا کہ اگر آپ ہجرت کر کے مدینہ آجائیں گے تو ہم ہر طرح سے آپ کا دفاع کریں گے۔ جب آپ وہاں پہنچ گئے تو انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول نے انھیں ”انصار“ کا لقب دیا جو ان کا نام بن گیا، جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ! انصار کو بخش دے، انصار کے بیٹوں کو بخش دے اور انصار کے پوتوں کو (بھی بخش دے)۔“ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأنصار رضى الله عنهم : ٢٥٠٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انصار سے سوائے مومن کے کوئی دوستی نہیں رکھے گا اور ان سے سوائے منافق کے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا، سو جو کوئی انصار سے محبت کرے اللہ بھی اس سے محبت کرے گا اور جو کوئی انصار سے دشمنی کرے تو اللہ بھی اس سے دشمنی کرے گا۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار من الإيمان : ٣٧٨٣]

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ : سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتا رہے گا اور وہ اپنے مقابل آنے والوں پر غالب رہیں گے، حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے لڑائی کرے گا۔“ [أبوداوٗد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ٢٤٨٤۔ مسند أحمد : ٤٣٤/٤، ح : ١٩٩١٨]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہیں چھوڑے گا کہ اس میں اس دین کو داخل نہ کر دے۔ خواہ کوئی عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ۔ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ عزت دے کر رہے گا اور کفر کو ذلیل وخوار کر کے رہے گا۔'' [مسند أحمد : ١٠٣/٤، ح : ١٦٩٥٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔
[مسلم، کتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة : ۸۷۷]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الۡاَرۡضِ الۡمَلِكِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ①

’’اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، (جو) بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں ہے، آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، وہ زبردست ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

هُوَ الَّذِيۡ بَعَثَ فِي الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ ۗ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۙ②

’’وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے عربوں کے لیے، جو اَن پڑھ تھے، انھی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا، جو اُمّی ہونے کے باوجود اللہ کی آیتیں پڑھ کر انھیں سناتے ہیں، انھیں غلط عقائد اور خبیث اخلاق سے پاک کر کے انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل عرب نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی ہی شدید گمراہی میں تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے یکسر بے بہرہ تھے۔ اس لیے وہ ایک نبی مرسل کے ذریعے سے ہدایت وراہنمائی کے شدید محتاج تھے۔ اس وقت اللہ نے ان پر کرم فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا عربوں میں پیدا ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا والوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

عرب کے لوگ ناخواندہ تھے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم ناخواندہ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب۔“ [بخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ : لا نكتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال ...... الخ : ۱۵/ ۱۰۸۰]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت تک رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی ہے۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، سو میری امت میں سے جس شخص کے لیے (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ [بخاري، كتاب التيمم، باب قول الله تعالٰى : ﴿ فلم تجدوا ماء ...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، كتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوة : ۵۲۱]

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

"اوران میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان عربوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا جو عہد رسالت میں موجود تھے اور ان عربوں کے لیے بھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔ ﴿ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ ﴾ سے اہل عجم بھی مراد ہو سکتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ ابھی تک عرب کے مسلمانوں سے نہیں ملے، لیکن عنقریب ملیں گے اور یہی ہوا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ اہل فارس مراد ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ اس آیت پر پہنچے: ﴿ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ [الجمعة : ۳] تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میں نے تین بار یہی سوال کیا۔ اس وقت ہم لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور فرمایا: "اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتا تو تب بھی ان لوگوں (یعنی اہل فارس) میں سے کئی آدمی اس تک پہنچ جاتے۔" یا یہ فرمایا: "ان لوگوں میں سے ایک آدمی اس تک پہنچ جاتا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وآخرين منهم لما يلحقوا بهم ﴾ : ۴۸۹۷۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس : ۲۵۴۶/۲۳۱]

آخری آیت میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت خود آپ ﷺ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے عظیم نعمت ہے، جس سے اللہ نے آپ کو سرفراز فرمایا اور جس کے ذریعے سے اللہ نے آپ کی امت کو عزت و شرف بخشا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤

"ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، ان لوگوں کی مثال بری ہے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یہود نے تورات کو پڑھا اور اسے یاد کیا، لیکن اس پر عمل نہیں کیا، بایں طور کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر دی گئی تھی، آپ کی علامتیں بیان کی گئی تھیں اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی تھی۔ انھیں یقینِ کامل تھا کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں، لیکن محض حسد و عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں گدھوں سے تشبیہ دی، جن کی

پیٹھوں پر علوم وفنون کی بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں، جن کا وہ گدھے بوجھ تو محسوس کرتے ہیں اور ان کے نیچے دبے جاتے ہیں، لیکن ان میں موجود حقائق و معارف سے بے بہرہ اور ان پر عمل کرنے سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے فرمایا کہ جن یہود نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی ہے، ان کی بڑی ہی بری مثال ہے، یعنی ان کا حال ان گدھوں جیسا ہے جن پر کتابیں لدی ہوں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(آگاہ رہو) بری مثال ہم مسلمانوں کے شایان شان نہیں، چنانچہ جو شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الهبة و فضلها، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته و صدقته : ٢٦٢٢]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

''کہہ دے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تم نے گمان کر رکھا ہے کہ بے شک تم ہی اللہ کے دوست ہو (دوسرے) لوگوں کے سوا تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی اے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ اے یہودیو! اگر تمھارا دعویٰ ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو اگر واقعی تم اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ تمھیں ضرور موت کی تمنا کرنی چاہیے، اس لیے کہ تم اپنے مزعومہ دوست کے پاس پہنچ جاؤ گے، پھر تمھیں دنیا کی تمام کلفتوں سے نجات مل جائے گی اور زندگی خوب عیش و راحت میں گزرے گی۔ لیکن اے رسول! جو اعمال انھوں نے آگے بھیج دیے ہیں ان کی وجہ سے یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے برے اعمال اور قرآن مجید کے انکار کی وجہ سے انھیں سخت سزا ملے گی، لہٰذا وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، یا کبھی مباہلے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ یہودیوں کو مباہلے کا یہ جو چیلنج دیا گیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة : ٩٤، ٩٥] ''کہہ دے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں سب لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمھارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہر گز اس کی آرزو کبھی نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے

والا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل (ملعون) نے کہا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں آ کر ان کی گردن کو پامال کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ ایسا کرتا تو اسے سب کے سامنے فرشتے پکڑ لیتے اور اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ فوراً مر جاتے اور جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتے اور رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے والے اگر مباہلہ کے لیے نکل آتے تو اس طرح واپس جاتے کہ اہل و مال میں سے کسی کو بھی باقی نہ پاتے۔" [مسند أحمد : ۲٤۸/۱، ح : ۲۲۲۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿كلا لئن لم ينته لنسفعًا ...... الخ﴾ : ٤٩٥٨]

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸

"کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی خبر دی ہے کہ اے یہودیو! تم اپنی زبان سے جس موت کا نام لینے سے ڈرتے ہو کہ کہیں تمھیں آ نہ دبوچے اور کیفر کردار تک نہ پہنچا دے، تو اس سے تم بچ نہیں سکو گے اور قیامت کے دن غائب و حاضر کے جاننے والے اللہ کے سامنے کھڑے ہو گے، جو تمھیں تمھارے کالے کرتوتوں کی خبر دے گا اور ان کا پورا پورا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [النساء : ۷۸] "تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔"

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا نبی ﷺ کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف سے اس کی رضامندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اس شخص کو اس چیز کی نسبت جو اس کے آگے ہے (یعنی ملاقات) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ اللہ سے ملنے کو اچھا سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے۔ سو جو کچھ اس کے آگے عذاب اور عقوبت ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی، سو وہ اللہ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کو برا

سمجھتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءہٗ : ٦٥٠٧]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام کریں اور اذان ہونے کے بعد اپنے کاروبار چھوڑ کر مسجد کی طرف چل پڑیں، تاکہ خطبہ اور نماز کے فضائل و برکات سے مستفید ہو سکیں۔ مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ کاروبارِ دنیا چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جانے ہی میں تمھارے لیے ہر طرح کی بہتری ہے، کاش تم اس بات کو سمجھ جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(دنوں میں سے) بہترین دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے (زمین پر) اتارے گئے، نیز قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔‘‘ [مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة : ١٨/٨٥٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم لوگ سب امتوں کے بعد (دنیا میں) آئے، لیکن قیامت کے دن سب سے مقدم ہوں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ہم سے پہلے اللہ کی کتاب ملی اور یہی جمعہ کا دن ان کے لیے بھی (روز عبادت) مقرر ہوا، لیکن انھوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کی طرف راہنمائی فرما دی۔ چنانچہ سب لوگ ہم سے پیچھے ہو گئے۔ یہودیوں کا دن کل اور نصاریٰ کا پرسوں ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة ...... الخ : ٨٧٦۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ممکن ہو صفائی اور طہارت کا اہتمام کرے، پھر تیل یا خوشبو لگائے، پھر چلے اور دو (آدمیوں) میں تفریق نہ کرے (یعنی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ کھڑا ہو) اور جتنی نماز اس کی قسمت میں لکھی ہے پڑھے، پھر جب امام تشریف لائے (اور خطبہ شروع کرے) تو خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الجمعة، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة : ٩١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح

غسل کرے اور اول ساعت میں (مسجد میں آ) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا، دوسری ساعت میں مسجد میں جانے والا گائے کی قربانی کرنے والے کی مانند ہے، تیسری ساعت میں جانے والا بھیڑ کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے، چوتھی ساعت میں جانے والا ایک مرغ اللہ کی راہ میں قربان کرنے والے کی طرح ہے اور پانچویں ساعت میں جانے والا اللہ کی راہ میں انڈے کی قربانی دینے والے جیسا ہے، پھر جب امام آ جائے تو فرشتے (اندراج والا دفتر لپیٹ کر) خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ۸۸۱۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب الطیب والسواك یوم الجمعة : ۸۵۰]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زائد موذن نہیں تھے (یعنی عہد رسالت میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی) اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر (آ کر) بیٹھ جاتا تھا۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب مؤذن الواحد یوم الجمعة : ۹۱۳]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا۔ تاہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے تیسری اذان (اقامت کو بھی اذان کہہ دیا جاتا ہے) ایک الگ مقام پر کہلوانا زیادہ کی، اس مقام کا نام زوراء تھا۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب الأذان یوم الجمعة : ۹۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ جمعہ چھوڑنے سے ضرور باز آ جائیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب التغلیظ فی ترك الجمعة : ۸۶۵]

فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اقامت سنو تو نماز کے لیے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو، دوڑو نہیں، پھر جو پاؤ وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ مکمل کر لو۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب لا یسعی إلی الصلوة ولیأتها بالسکینة والوقار : ۶۳۶۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب استحباب إتیان الصلوة بوقار و سکینة ...... الخ : ۶۰۲]

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ نماز میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنائی دی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا، دراصل ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہو رہے تھے۔ فرمایا: ''ایسا نہ کرو، نماز کے لیے اطمینان سے چل کر آؤ، پھر جو ملے وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ پوری کر لو۔'' [مسلم، کتاب المساجد ، باب استحباب إتیان الصلوة بوقار و سکینة...... الخ : ۶۰۳]

سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن خوب اچھی طرح غسل

کیا، پھر جلد یعنی سویرے سویرے مسجد کی طرف روانہ ہوا اور سوار ہو کر نہیں بلکہ پیدل چلا، پھر امام کے قریب جگہ حاصل کی اور غور سے خطبہ سنا اور کوئی لغو حرکت نہ کی تو اسے ہر قدم کے بدلہ میں ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۰۴/۴، ح : ۱۶۹۶۴]

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

''پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی معاملات میں مزید راہنمائی فرماتے ہوئے کہا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے کاروبار میں لگ جاؤ اور تلاش رزق کے لیے ہر ممکن کوشش کرو اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو، جس نے تمھاری ہر گام پر راہنمائی کی ہے، کبھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو، کیونکہ ہر کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ : سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی ایک کا رسیاں لے کر پہاڑ پر اس غرض سے جانا کہ وہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد لائے اور بعد ازاں اسے بیچے اور یوں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو (ذلت سے) بچا لے، تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ (چاہیں تو) اسے دیں اور اگر چاہیں تو انکار کر دیں۔'' [بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة : ۱۴۷۱]

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔'' [بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل و عمله بيده : ۲۰۷۲]

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۲

''اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دے جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشے سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

جمعہ کے دن خطبہ چھوڑ کر اس تجارتی قافلہ کی طرف چلے جانے پر، جو اس دن مدینہ میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سرزنش

کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا سامانِ لہو ولعب دیکھ لیتے ہیں تو تیزی سے اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو منبر پر تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ انھیں بتا دیجیے کہ آپ کا خطبہ سننے اور اس سے مستفید ہونے کا جو اجر و ثواب ہے، وہ لہو ولعب اور تجارتی نفع سے زیادہ بہتر ہے۔ آپ انھیں یہ بھی بتا دیجیے کہ اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اس لیے انھیں اس خیر و برکت کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے جو اللہ کے پاس ہے اور روزی کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے۔

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مدینہ منورہ میں) ایک تجارتی قافلہ جمعہ کے دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ چنانچہ لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیے، صرف بارہ افراد بیٹھے رہے۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا ﴾ [الجمعة : ۱۱] ”اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ﴾ : ۴۸۹۹۔ مسلم، كتاب الجمعة، باب في قوله تعالٰى : ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ...... الخ ﴾ : ۸۶۳۔ مسند أحمد : ۳۱۳/۳، ح : ۱۴۳۶۸]

وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا : یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ امام کو جمعہ کے دن خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ آپ خطبوں میں قرآن شریف پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلوة ...... الخ : ۸۶۲]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت ام الحکم کا بیٹا عبد الرحمٰن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلاف سنت ہے)، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ﴾ [الجمعة : ۱۱] ”اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔“ [مسلم، كتاب الجمعة، باب في قوله تعالٰى ﴿ و إذا رأوا تجارة أو لهوا ...... الخ ﴾ : ۸۶۴]

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۹] ”کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ [فاطر : ۳] ”اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان

اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' اور فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾ [يونس : ۳۱، ۳۲] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مُردہ سے نکالتا اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾

’’جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔‘‘

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں انھیں خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، تاکہ وہ خود ہی اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر میں بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری تکذیب کریں اور تم سے ناراض ہوں؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) سورۂ منافقون نازل فرمائی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور آپ نے فرمایا: ’’اے زید! تم

کو اللہ نے سچا کر دیا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾: ۴۹۰۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین وأحکامھم، باب صفات المنافقین...... الخ : ۲۷۷۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک لڑائی میں تھے کہ ایک مہاجر لڑکے نے ایک انصاری لڑکے کو ٹانگ دے ماری۔ اس پر دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ انصاری نے کہا، اے انصاریو! دوڑو۔ مہاجر پکارا، اے مہاجرین دوڑو! یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ نے فرمایا: ’’یہ کیا جاہلیت کی سی پکار ہے؟‘‘ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو ٹانگ دے ماری۔ آپ نے فرمایا: ’’ (ایسی جہالت کی باتیں) چھوڑ دو، یہ (بڑی) بدبودار باتیں ہیں۔‘‘ یہ خبر عبد اللہ بن ابی کو پہنچی تو وہ کہنے لگا، کیا انھوں نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ’’نہیں! ایسا نہ کرو، لوگ کیا کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ سواء علیھم أستغفرت لھم ﴾ : ۴۹۰۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ۲۵۸۴]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا۔ ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی بھی تھے۔ ہم جلدی جلدی پانی کی طرف چلنے لگے، لیکن دیہاتی لوگ ہم سے پہلے پانی پر پہنچ گئے۔ ایک دیہاتی اپنے اصحاب سے پہلے پانی پر پہنچ گیا۔ وہ دیہاتی آگے بڑھا، حوض بھرا اور اس کے گرد پتھر لگا دیے اور پھر اس پر ایک چمڑا ڈال دیا، تاکہ اس کے ساتھیوں کے پہنچنے تک پانی محفوظ رہے۔ اتنے میں ایک انصاری اس کے پاس آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کی لگام ڈھیلی کر دی، تاکہ وہ پانی پی لے، مگر اس دیہاتی نے پانی نہ پینے دیا۔ ناچار انصاری نے پانی کی منڈیر توڑ دی۔ دیہاتی نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر مار دی، یوں اس کا سر پھٹ گیا۔ اب وہ انصاری رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے پاس آیا اور اس نے یہ واقعہ عبد اللہ سے بیان کیا۔ دراصل وہ انصاری عبد اللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ عبد اللہ بن ابی طیش میں آکر کہنے لگا، ان لوگوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، خرچ نہ کرو، یعنی ان دیہاتیوں کو کچھ نہ دو، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ وہ دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (عموماً) کھانے کے وقت جمع ہوتے تھے۔ عبد اللہ نے کہا، جب یہ دیہاتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جایا کریں تو اس وقت کھانا لایا کرو، تاکہ صرف وہی کھایا کریں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہو۔ پھر اس نے کہا، جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ان ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا، میں نے عبد اللہ کی یہ بات سن لی، میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا اور انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی طرف کسی آدمی کو بھیجا۔ (عبد اللہ آیا) اس نے قسم کھائی اور (اپنی کہی ہوئی بات کا) انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے عبداللہ بن ابی کو سچا جانا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ میرا چچا میرے پاس آ کر کہنے لگا، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان تم پر ناراض ہوں اور تمھیں جھٹلا دیں؟ (یہ سن کر) مجھے ایسا رنج ہوا کہ کسی کو نہ ہوا ہوگا۔ میں غم کی وجہ سے آپ کے ساتھ سفر میں اپنا سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، انھوں نے میرا کان پکڑا اور مسکرائے۔ (میری خوشی کا عالم دیدنی تھا کہ) اس کے بجائے اگر مجھے دنیا میں ہمیشہ رہنے کی نعمت مل جاتی تو تب بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ خیر بعد میں مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا، کچھ کہا تو نہیں، البتہ میرا کان پکڑا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھیں بشارت ہو، پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے تو ان سے بھی میں نے وہی کہا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ منافقون کی تلاوت کی۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة المنافقین : ۳۳۱۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جب عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کو دھوکا دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، چاہے منافقین اس کی گواہی دیں یا نہ دیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر کے مطابق نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸] ”اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو توڑ دے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲

”انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین نے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے، جن کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قید و بند اور قتل سے بچاتے ہیں۔ خود اسلام پر دل سے عمل پیرا نہیں ہوتے اور مدینہ کے معاشرے میں اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف شکوک و شبہات پھیلا کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ جو اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، انھیں جہاد میں جانے اور نیکی کے دیگر کاموں سے روکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہ سارے

کرتوت بڑے ہی گھناؤنے ہیں۔ ان قسموں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۹۶] ''تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶] ''اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③

''یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔''

منافقین کی بداعمالی اور بدسلوکی ان کے نفاق کا نتیجہ ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا زبان سے اقرار کیا، پھر شک و شبہ میں مبتلا ہو کر منافق بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فہم و تدبر کی صلاحیت چھین لی اور ان کے دلوں کی طرف جانے والے ایمان کے سارے راستے بند کر دیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ رک جائے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر اور گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ سیاہی کا نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ ہوتے ہوتے اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے)۔ یہی وہ زنگ ہے کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (اس فرمان میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففين : ۱۴] ''ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔'' [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة ويل للمطففين : ۳۳۳۴۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ۴۲۴۴۔ مسند أحمد : ۲/ ۲۹۷، ح : ۷۹۷۱]

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

''اور جب تو انھیں دیکھے تجھے ان کے جسم اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات پر کان لگائے گا، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر بلند آواز کو اپنے خلاف گمان کرتے ہیں۔ یہی اصل دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہ۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔''

منافقین کی حالت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ جب آپ ان منافقین کو دیکھتے ہیں تو بظاہر ان کی شکل وصورت بڑی اچھی لگتی ہے۔ ان کے اجسام خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور ان کی چرب زبانی کی وجہ سے ان کی باتیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ لیکن وہ فہم وتدبر اور ہر قسم کے روحانی فائدے سے ایسے ہی عاری ہیں جیسے کوئی لکڑی دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جاتی ہے، نہ وہ کسی عمارت میں لگی ہوتی ہے اور نہ کسی اور چیز کو سہارا دیتی ہے، یعنی بے کار محض ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال منافقین کے اجسام کا ہے، جو حقیقی روح اور زندگی سے خالی ہیں۔ چونکہ ہر وقت انھیں خوف لاحق ہوتا ہے کہ نہ جانے کب اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل کر کے ان کا پردہ فاش کر دے، ان کے قید و بند اور قتل کا حکم دے دے، اس لیے ہر سرسراہٹ پر ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور چونک اٹھتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں اللہ کا حکم آ تو نہیں گیا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۹] ”تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۰] ”اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! یہ منافقین آپ کے پکے دشمن ہیں، دل سے آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور ہر آن انتظار میں ہیں کہ کب آپ پر اور مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر مار ہو، راہِ حق سے کیسے دور ہوتے جا رہے ہیں؟ قرآن نازل ہو رہا ہے، رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں اور ایک زبردست تبدیلی رونما ہو رہی ہے، لیکن دل کے ان اندھوں کو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ﴿٦﴾

’’اور جب ان سے کہا جائے آؤ اللہ کا رسول تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ منہ پھیر لیں گے، اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ان پر برابر ہے کہ تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرے، یا ان کے لیے بخشش کی دعا نہ کرے، اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

’’مریسیع‘‘ کنویں کے پاس ایک مہاجر اور ایک انصاری کے جھگڑے کے بعد عبداللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین صحابہ کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، اس کی اطلاع جب نبی کریم ﷺ کو ہوگئی تو کچھ لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائے، معافی مانگے اور آپ سے درخواست کرے کہ آپ اس کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کریں، تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے منہ پھیر لیتے ہیں اور فرمایا، اے رسول! آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر اور گھمنڈ میں آپ کے پاس آنے سے رک جاتے ہیں اور معافی مانگنے کے لیے آپ کے پاس آنے کو کسر شان سمجھتے ہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ چاہے ان کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، اس لیے کہ وہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اور منافقین اپنی سرکشی اور گناہوں کے سبب بدرجۂ اولیٰ فاسق ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۸۰] ’’ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٧﴾ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾

’’یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں، حالانکہ آسمانوں کے اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں اور لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے

اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔“

عبداللہ بن ابی نے غفاری اور خزرجی کے جھگڑے کے بعد انصار سے کہا تھا کہ تم لوگ مکہ کے ان کنگالوں پر خرچ کرنا بند کر دو، تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس جیسے دیگر منافقین کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کی ملکیت ہیں، وہی جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے، پھر یہ منافق کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ اگر وہ صحابہ کرام پر خرچ نہیں کرے گا، تو سب بھوک سے پریشان ہو کر محمد (ﷺ) کے پاس سے تتر بتر ہو جائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ مرض نفاق کی وجہ سے ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں، اسی لیے اتنی ظاہری بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی رئیس المنافقین نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم! مدینہ واپس پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے، وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس منافق کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ فی الحقیقت عزت و غلبہ اور سربلندی تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے، لیکن منافقین اپنی کور مغزی کے سبب اس حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں، جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں انھیں خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، تاکہ وہ خود ہی اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر میں بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہی چاہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری تکذیب کریں اور تم سے ناراض ہوں؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) سورۂ منافقون نازل فرمائی۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور آپ نے فرمایا: ”اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾ : ۴۹۰۰۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب صفات المنافقين...... الخ : ۲۷۷۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی یہ بات سن کر اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! تو یہاں سے واپس نہیں جا سکتا، جب تک کہ تو اقرار نہ کر لے کہ تو خود ذلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں، چنانچہ اس نے اس کا اقرار کیا۔ [ترمذی، کتاب تفسير القرآن ، باب و من سورة المنافقين : ۳۳۱۵]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کثرت سے اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مال و اولاد ہی میں مشغول ہو کر رہ جائیں۔ فرمایا کہ جو شخص دنیا کی زندگی اور زیب و زینت ہی کو مطمح نظر بنا کر اپنے رب کی اطاعت اور اس کے ذکر سے غافل ہو جائے تو وہ ان خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں مبتلا کریں گے۔ مال اور اولاد فتنہ ہیں، ان کی محبت میں آدمی اللہ تعالیٰ کو اور اس کی نصیحت کو بھول جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التکاثر : ۱ تا ۸] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

”اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! ہم نے تمھیں جو روزی دی ہے، اس میں سے خیر کے کاموں میں خرچ کرتے رہو، قبل اس کے کہ تمھیں موت آ جائے اور تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ۔ اس وقت کہنے لگو کہ اے رب! تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے دے، تاکہ میں صدقہ خیرات کر لوں اور نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں۔ مگر اس وقت مہلت کہاں؟ جو ہو چکا سو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر شخص سے اس کی کوتاہی کا حساب لیا جائے گا۔ کفار کے

بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٤] ''اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ۝ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹۹، ۱۰۰] ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کر لوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔''

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ موت کا انتظار نہ کرے، بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ...... الخ : ١٤١٧۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة : ١٠١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! اجر کے لحاظ سے کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، تمھیں مال کی خواہش بھی ہو، محتاجی کا اندیشہ ہو اور تونگری کی طمع بھی ہو، (ایسے عالم میں صدقہ دو اور) صدقہ دینے میں دیر نہ کرو کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں کے لیے ہے اور اتنا مال فلاں کو دے دینا، اس وقت تو وہ مال فلاں کا ہو ہی چکا ہو گا۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح : ١٤١٩۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح : ١٠٣٢]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''(مال کو) نہ روکو، ورنہ تمھارا رزق بھی روک لیا جائے گا۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة و الشفاعة فيها : ١٤٣٣۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الأنفاق ...... الخ : ١٠٢٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ بندے اس میں صبح کریں مگر یہ کہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال دے، دوسرا

کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کے مال کو تلف فرما دے۔‘‘ [بخاري، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالى : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ١٤٤٢ ـ مسلم، كتاب الزكوة ، باب في المنفق والممسك : ١٠١٠]

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⓫

’’اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی یہ تمنا ہرگز پوری نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ کا نظام ازلی ہے کہ کسی کی موت ایک لمحہ کے لیے بھی ٹالی نہیں جاتی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھارے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہے، اس لیے قیامت کے دن وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ موت کے فرشتے کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا، چنانچہ وہ جب ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ اپنے رب کے پاس واپس لوٹا اور کہا، تو نے مجھے اس بندے کی طرف بھیجا جو موت کا خواہش مند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ اسے واپس لوٹائی اور کہا، جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھے، پھر جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ان میں سے ہر بال کے بدلے میں اس کے لیے ایک سال مزید ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پھر موت۔ تو انھوں نے کہا، پھر تو موت ابھی منظور ہے۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب من أحب الدفن في الأرض المقدسة أو نحوها : ١٣٣٩ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰى عليه السلام : ٢٣٧٢]

سورة التغابن مدنية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الۡاَرۡضِ ۚ لَهُ الۡمُلۡكُ وَ لَهُ الۡحَمۡدُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ ①

’’اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

یعنی آسمانوں اور زمین میں جتنے حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں، سب اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ ساری کائنات میں اس کا تصرف کارفرما ہے اور اپنی تمام خلق وقدرت میں وہ بے حد قابل ستائش ہے۔ وہ جو ارادہ فرماتا ہے وہ کسی رکاوٹ کے بغیر فوراً ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَيۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٤] ’’ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔‘‘

هُوَ الَّذِيۡ خَلَقَكُمۡ فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَّ مِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ②

’’وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سب سے اچھی شکل میں پیدا کیا، ان میں علمی اور عملی کمالات کو قبول کرنے کی صلاحیت ودیعت کی، لیکن ان میں سے بعض نے اپنی خلقت کے تقاضے کے خلاف کلمۂ حق کا انکار کر کے کفر کو اختیار کر لیا اور بعض نے اپنی خلقت کے تقاضے کے مطابق ایمان باللہ کی راہ اختیار کی اور اس پر چل پڑے۔ ان کی تخلیق کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سب کے سب صرف ایمان ہی کو اختیار کرتے اور اپنے خالق و موجد کی نعمتِ خلق اور اس کی دیگر نعمتوں کا شکر ادا کرتے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مختلف گروہوں اور ٹولیوں میں بٹ گئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ تمھارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے، ایک ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے اور وہ ضرور تمھیں تمھارے ان اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

”اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمھاری صورتیں بنائیں تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مخصوص غرض و غایت کے لیے پیدا کیا ہے، انھیں بے مقصد پیدا نہیں کیا اور انسانوں کی تخلیق تو اس نے سب سے اچھی شکل و صورت میں کی ہے۔ انھیں نہایت ہی معتدل مزاج عطا کیا، عقل، قوتِ گویائی اور قوت سماع سے نوازا اور مخلوقات میں تصرف کرنے اور ان سے مستفید ہونے کی صلاحیت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ [الانفطار : ٦ تا ٨] ”اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٤] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہر صورت قیامت کے دن سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور تب وہ انھیں ان کے ایمان و کفر اور اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

’’وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

یعنی وہ ذات باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تمام مخفی و ظاہر اور تمام غائب و حاضر چیزوں کی خبر رکھتا ہے، بلکہ وہ علام الغیوب تو انسانوں کے دلوں میں پوشیدہ اسرار اور اچھی اور بری نیتوں کو بھی جانتا ہے، یعنی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کائناتِ دو جہاں کی کوئی شے اس سے مخفی نہیں ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؗ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ؗ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۶

’’کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا، پھر اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے تھے تو انھوں نے کہا کیا کوئی بشر ہماری رہنمائی کریں گے؟ پس انھوں نے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے پروا نہ کی اور اللہ بے پروا ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اہل کفر و فجور کو مخاطب کر کے بطور زجر و توبیخ فرمایا کہ ماضی میں جن قوموں نے کفر کی راہ اختیار کی، کیا تمھیں ان کے انجام کی خبر نہیں ملی؟ جیسے نوح، عاد، ثمود اور لوط کی قومیں۔ کس طرح اللہ نے زمین سے ان کا وجود ختم کر دیا اور جب قیامت آئے گی تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا۔ یہ سب ان کے ساتھ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس اللہ کے پیغامبر صریح اور واضح نشانیاں لے کر آتے تھے، تو تکبر میں آ کر انھیں جھٹلا دیتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ انھیں دیکھو، یہ ہمارے ہی جیسے انسان ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ہادی و مرشد ہیں۔ پھر انھوں نے اللہ کے پیغامِ حق، دین اور رسول کا انکار کر دیا اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی، تو اللہ نے بھی ان کے ایمان اور ان کی بندگی سے اظہارِ بے نیازی کرتے ہوئے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس لیے کہ اللہ اپنی تمام مخلوقات اور اپنے بندوں کے ایمان و عمل سے یکسر بے نیاز ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اور تمام حمد و ثنا کا وہ تنہا سزاوار ہے۔

فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا : ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے مشرکوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [إبراھیم: ۱۰]

’’انھوں نے کہا تم نہیں ہو مگر ہمارے جیسے بشر، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے

تھے، تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹٤] ''اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟''

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار، مشرکین اور ملحدین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ انھیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب کی قسم کھا کر ان کے زعم باطل کی تردید کریں اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات اتارنے کی کوشش کریں کہ قیامت ضرور آئے گی اور وہ دوبارہ یقیناً اٹھائے جائیں گے اور انھیں ان کے کرتوتوں کی خبر دی جائے گی اور ایسا کرنا اللہ کے لیے نہایت آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [قٓ : ٤٤] ''جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم : ۲۷] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

''سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔''

جب قیامت کا آنا، تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور جزا و سزا یقینی ہے، تو لوگو! تمھارے لیے اسی میں بھلائی ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن کریم پر ایمان لے آؤ کہ جس کی روشنی کفر و جہالت کی تاریکیوں کو یکسر ختم کر دیتی ہے اور جس کی بدولت انسان اس راہِ راست پر بے دھڑک چلتا جاتا ہے جو اسے جنت الفردوس تک پہنچا دیتی ہے۔ دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندہ رہو کہ اللہ تمھارے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس لیے قیامت کے دن کے عذاب سے نجات کی یہی ایک صورت ہے کہ ایمان باللہ اور عمل صالح کی راہ اختیار کرو۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨

’’جس دن وہ تمھیں جمع کرنے کے دن کے لیے جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

یعنی اس دن اللہ تعالیٰ ان تمام انسانوں کو جمع کرے گا جو ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک دنیا میں آئیں گئے اور اس دن کی ایک صفت یہ ہوگی کہ اہل جنت، جنت میں اپنے مقامات کے علاوہ ان مقامات کو بھی حاصل کریں گے جو اہل جہنم کے لیے تھے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتے۔ جبکہ اہل جہنم، جہنم میں اپنی جگہوں کے علاوہ ان جگہوں میں بھی عذاب دیے جائیں گے جو اہل جنت کے لیے تھے، اگر وہ اہل جہنم میں سے ہوتے۔ روزِ قیامت کی یہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے اسے یہاں ’’یوم تغابن‘‘ کہا گیا ہے، یعنی ایسا دن جس میں لوگ ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے، جیسے دنیا میں اہل تجارت ایک دوسرے کو خسارے میں ڈالتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۳] ’’بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ڏ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعة : ۴۹، ۵۰] ’’کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے (اس دنیا ہی میں) معاف کروا لے، اس لیے کہ وہاں (میدان محشر میں اس کے پاس) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم اس سے پہلے پہلے (معاف کروا لے) کہ اس کی نیکیاں لے کر اس کے بھائی کو دے دی جائیں۔ اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے اس (مظلوم) بھائی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة : ۶۵۳۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟‘‘ لوگوں نے

عرض کی، ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ مال و اسباب۔ آپ نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ (سب کچھ) لے کر آئے گا، لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو ایسی صورت میں اس کی کچھ نیکیاں اس صاحبِ حق کو دے دی جائیں گی اور اس کی کچھ نیکیاں اس صاحب حق کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۱]

آیت کے دوسرے حصے میں روزِ آخرت کی نجات و فلاح اور سعادت و کامرانی کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں اہل جنت ہمیشہ رہیں گے اور یہی وہ کامیابی ہے جس سے بڑھ کر کامیابی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البینة : ۷، ۸] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [البروج : ۱۱] ''بلا شبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ۠ ۝ (۱۰)

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ آگ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔''

اس آیت میں روزِ قیامت کافروں کی شقاوت و بدبختی کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کفر کی راہ اختیار کریں گے اور اللہ کی آیتوں کو کبر و عناد کی وجہ سے جھٹلائیں گے، تو آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪

''کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر اللہ کے اذن سے اور جو اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ کا سبب نزول کفارِ مکہ کا یہ قول ہے کہ اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیاوی مصیبتوں میں گرفتار نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ مصیبت چاہے کوئی بھی ہو، وہ انسان کو اللہ کے حکم اور اس کی مشیت ہی سے لاحق ہوتی ہے، اس بارے میں اچھے اور برے سبھی برابر ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [الحدید : ۲۲] ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' لیکن جو بندۂ مومن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی مشیت کے مطابق ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایمان بڑھا کر اسے سکونِ قلب عطا فرما دیتا ہے اور روزِ قیامت اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [الزمر : ۱۰] ''صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بڑا باعث تعجب ہے، کیونکہ اس کا ہر معاملہ ہی اس کے لیے باعث خیر ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ (اللہ کا) شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے باعث خیر ہے، اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے، کائنات میں کوئی چیز اس کی اجازت اور اس کے علم کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ یہ بات اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی تقدیر پر راضی رہا جائے اور اس کی مشیت کے آگے ہر دم سر تسلیم خم رکھا جائے۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پس اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول کے ذمے تو صرف کھلم کھلا پہنچا دینا ہے۔ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت کی ہر کامیابی اور نیک بختی کا دارو مدار اسی پر ہے، اگر کوئی اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا، اللہ کے رسول پر اس کی ذمہ داری نہیں آتی۔ ان کا کام تو پیغام رسانی تھی جو آپ نے انجام دے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] "پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ﴾ [الشورىٰ : ۴۸] "پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔"

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام بھیجنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اس پیغام کو (لوگوں تک) پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾، قبل الحديث : ۷۵۳۰]

اگلی آیت میں فرمایا کہ جس ذات نے اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں ہے، اس لیے مومنوں کو ہر حال میں صرف اسی قادرِ مطلق ذات پر بھروسا کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴾ [المزمل : ۹] "مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔"

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۴ إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهُٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۵

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اولاد کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے خاوند اور اپنے باپ کی دشمن بھی ہیں، اس معنی میں کہ ان کی وجہ سے وہ عمل صالح سے غافل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾ [المنافقون : ۹] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو

ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے آیت: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ [التغابن : ١٤] اس کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، انھوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انھیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ بہرحال جب وہ (کچھ عرصہ بعد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ (پہلے آنے والے) لوگوں نے دین میں کافی سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہے، تو انھوں نے بیوی بچوں کو (پیچھے رہ جانے کی وجہ سے) سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التغابن : ١٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة التغابن : ٣٣١٧]

اگلی آیت میں فرمایا کہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کے لیے آزمائش اور ابتلا ہیں، تاکہ وہ جان لے کہ اس کی اطاعت کون بجا لاتا ہے اور نافرمانی کون کرتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ [آل عمران : ١٤] ”لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔“

سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ رنگ کے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے آ گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر جب ان پر پڑی تو آپ منبر سے اتر کر انھیں اٹھا لائے اور انھیں اپنے سامنے بٹھا کر فرمانے لگے: ”سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ ”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔“ میں ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا، آخر میں نے خطبہ چھوڑ کر انھیں اٹھا لیا۔“ [ترمذی، كتاب المناقب، باب حلمه ووضعه ﷺ الحسن والحسين بين يديه : ٣٧٧٤۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب الإمام يقطع الخطبة للأمر يحدث : ١١٠٩]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿16﴾

”سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہو گا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم جتنی طاقت رکھتے ہو اتنا اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کے اوامر کو خوب اچھی طرح سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ اللہ نے تمھیں جو مال و دولت دیا ہے، اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو، اسی میں تمھارے لیے خیر وفلاح ہے اور جان رکھو کہ آخرت میں فلاح ونجات پانے والے صرف وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ مال و دولت کے شدید لالچ اور بخل کی بیماری سے بچا لے، جس کی وجہ سے وہ اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ۲۸۶] ”اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو، تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں، کثرت سے سوال کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے ہی نے ان کو تباہ و برباد کیا تھا، جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو اور جس کام سے روک دوں، اس سے رک جایا کرو۔“ [مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ۱۳۳۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے بیعت لیتے تو اس سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کہو کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں سنوں گا اور اطاعت کروں گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم جب سمع و اطاعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے، تو آپ ہم سے فرمایا کرتے تھے: ”جہاں تک تم سے ہو سکے۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس ؟ : ۷۲۰۲۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب البيعة على السمع والطاعة فيما استطاع : ۱۸۶۷]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی تو آپ نے مجھے تلقین کی کہ اس طرح کہو: ”جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔“ نیز آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بھی بیعت لی۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس ؟ : ۷۲۰۴]

وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد : ۳۸] ”سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو،

تا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔‘‘

آخرت میں فلاح حاصل کرنے کے لیے بخل و لالچ کو دل سے نکال کر پھینک دینا چاہیے۔ مال کی لالچ اور بخل کی موجودگی میں ایمان کا باقی رہنا محال ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان بیک وقت کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔‘‘ [نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه : ۳۱۱۲]

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ﴿۱۷﴾

’’اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے۔‘‘

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلاتے ہوئے لوگوں سے کہا گیا کہ تم اس کی راہ میں جو بھی حلال مال خرچ کرو گے گویا اسے قرض دو گے، جسے کئی گنا بڑھا کر تمھیں لوٹا دیا جائے گا۔ مزید برآں تمھارے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے، اس لیے کہ وہ ’’شکور‘‘ ہے، اپنے بندے کے تھوڑے عمل کے عوض اجر کثیر دیتا ہے اور ’’حلیم‘‘ ہے کہ گناہوں پر جلد مؤاخذہ نہیں کرتا، بلکہ توبہ کی مہلت دیتا ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۶۱، ۲۶۲] ’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۴۵] ’’کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" اور فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾ [الحدید : ۱۱] "کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور صدقہ کی اور یاد رہے اللہ تعالیٰ پاکیزہ چیز کے علاوہ کوئی چیز قبول ہی نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ کھجور پہاڑ کی مثل ہو جاتی ہے۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب ...... الخ : ۱۴۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا : ۱۰۱۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کون ہے جو اس عظیم ہستی کو قرض دے جو نہ تو قلاش ہے اور نہ ذرہ بھر ظلم کرنے والی ہی ہے۔" [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر ...... الخ : ۷۵۸/۱۷۱]

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

"ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون خوش دلی سے قرض حسنہ دے رہا ہے اور کون بے دلی سے مجبوراً یا فخر وریا کی نیت سے دے رہا ہے۔ آخرت میں وہی قرض کام آئے گا جو خوش دلی سے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیا گیا ہو۔ اگر یہ نیت نہیں ہوگی تو وہ قرض یعنی صدقہ رائگاں جائے گا اور اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے زبردست ہے، وہ چاہے تو ریاکاری اور فخر و نمود کی سزا فوراً دے سکتا ہے، لیکن وہ حکمت والا ہے، حکمت و مصلحت کی وجہ سے عذاب میں تاخیر کرتا ہے۔ تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت و مصلحت ہوتی ہے کہ تاخیر کے زمانہ میں گناہ گار توبہ کر لے اور عذابِ الٰہی سے بچ جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ [النساء : ۱۴۷] "اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ ہمیشہ سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَ لَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ؕ لَا تَدۡرِيۡ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا ①

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی کریم ﷺ اور پھر آپ کی امت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ مسلمانو! جب تم کسی ضروری امر کی وجہ سے اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو، تو اس بارے میں اللہ کے اوامر کا لحاظ کیے بغیر فوراً ہی طلاق نہ دے دو، بلکہ مشروع طریقہ کے مطابق طلاق دو، یعنی ایسے ''طہر'' میں طلاق دو جس میں تم نے ان کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، تاکہ ان کی عدت کی مدت واضح اور معلوم رہے۔ اس لیے کہ اگر تم انھیں حالت حیض میں طلاق دو گے، تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا اور ان کی عدت کا زمانہ طویل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر تم انھیں ایسے ''طہر'' میں طلاق دو گے،

جس میں ان کے ساتھ جماع کیا ہے تو ممکن ہے کہ حمل قرار پا جائے اور معلوم نہ ہو سکے گا کہ اس کی عدت کے لیے ماہواری کا اعتبار ہو گا یا وضع حمل کا۔

اور مسلمانو! اپنی مطلقہ بیویوں کی عدت کا زمانہ ٹھیک سے یاد کر لو، اگر عورت ایسی ہے جسے ماہواری آتی ہے، تو تین ماہواری کے ذریعے سے اور اگر ماہواری بند ہو چکی ہے تو مہینوں کے شمار کے ذریعے سے، یا حاملہ ہے تو وضع حمل کے ذریعے سے، اس لیے کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے حق، طلاق دینے والے شوہر کے حق اور اس مرد کے حق کی حفاظت ہوتی ہے جو اس عورت سے آئندہ شادی کرنا چاہے گا، نیز مطلقہ عورت کے حق نان ونفقہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

البتہ اگر مطلقہ عورت زنا یا کسی ایسے برے قول یا فعل کا ارتکاب کر بیٹھتی ہے، جو اہل خانہ کی ذلت و رسوائی کا سبب ہو تو ایسی صورت میں اس گھر میں سے اسے نکال دینا جائز ہے۔ کیونکہ شریعت نے "رہائش" کو شوہر کے ذمے اس کی رعایت کرتے ہوئے واجب قرار دیا تھا اور جب وہ خود کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتی ہے جو شوہر اور اس کے گھر والوں کے لیے پریشانی کا سبب بن گئی تو اس کا وہاں سے نکال دینا جائز ہو گیا۔

اگر مطلقہ بائنہ ہے تو اس کے لیے رہائش واجب نہیں ہے، اس لیے کہ رہائش نان ونفقہ کے تابع ہے اور نفقہ مطلقہ رجعیہ کے لیے ہے، نہ کہ بائنہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مسلمانو! اوپر جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان سے تجاوز کرنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے اور اس صراحت کے باوجود اگر کوئی شخص ان حدود سے تجاوز کرتا ہے تو وہ اپنے آپ پر ظلم کر کے جلدی یا دیر سے اللہ کی سزا کا حق دار بنتا ہے۔ مسلمانو! تمھیں معلوم نہیں کہ زمانۂ عدت سے متعلق جو احکام اوپر بیان کیے گئے ہیں، ان میں اللہ نے کیا حکمتیں مضمر رکھی ہیں؟ ممکن ہے کہ شوہر کے دل میں مطلقہ کی محبت دوبارہ ڈال دے اور وہ رجوع کر کے پھر سے عمدہ ازدواجی زندگی گزارنے لگے۔ ہو سکتا ہے کہ طلاق کا سبب بیوی کی جانب سے رہا ہو اور زمانۂ عدت میں وہ سبب زائل ہو جائے۔ ایک ظاہر حکمت یہ بھی ہے کہ زمانۂ عدت کے ختم ہونے تک یقین ہو جاتا ہے کہ عورت کا رحم طلاق دینے والے شوہر کے بچہ سے پاک وصاف ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ حائضہ تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: "اسے چاہیے کہ رجوع کرے، پھر اسے حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھے، پھر جب دوسرا حیض آئے اور وہ اس سے نہا لے تو تب اگر جی چاہے تو طلاق دے دے، یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں ہاتھ لگانے سے پہلے، یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، [بابٌ] : ۴۹۰۸۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض ...... الخ : ۱۴۷۱]

عبد الرحمٰن بن ایمن رحمہ اللہ نے، جو عزہ کے مولیٰ ہیں، ابو الزبیر رحمہ اللہ کی موجودگی میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی؟ تو انھوں نے فرمایا، ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں طلاق دے دی تھی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے، چنانچہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے رجوع کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حیض سے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے، خواہ طلاق دے خواہ بسا لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تھی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض ...... الخ : ۱۴۷۱/۱۴]

وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۲] ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۰] ''پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو (پہلے) دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں، اگر سمجھیں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، وہ انھیں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا : یعنی ہم نے مطلقہ کو عدت کی مدت شوہر کے گھر میں گزارنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شاید وہ طلاق دینے میں ندامت محسوس کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رجوع کرنے کا خیال پیدا فرما دے، اس کے گھر میں ہونے کی صورت میں یہ معاملہ زیادہ سہل اور آسان ہوگا۔

فاطمہ بنت قیس فہریہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے تیسری اور آخری طلاق دے دی اور وہ اس وقت موجود نہ تھے (بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی) تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے 'جو' بھیج

دیے (کہ یہ تمھاری خوراک ہے)، اس پر یہ بہت ناراض ہوئیں، اس نے کہا، بگڑتی کیوں ہو؟ تمھارا نفقہ اور کھانا پینا ہمارے ذمے تو نہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور سارا معاملہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ ٹھیک ہے! واقعی تمھارا نفقہ اس کے ذمے نہیں۔'' مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: ''اور نہ تیرے رہنے سہنے کے لیے گھر ہی (اس کے ذمے ہے)۔'' نیز ان سے فرمایا: ''تم ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں اپنی عدت گزارو۔'' پھر فرمایا: ''وہاں تو اکثر میرے صحابہ آیا جایا کرتے ہیں، تم یوں کرو کہ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو، وہ ایک نابینا آدمی ہیں، سو تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها : ۱۴۸۰۔ نسائی، کتاب الطلاق، باب الرخصة فی خروج المبتوتة من بیتها فی عدتها لسکناها : ۳۵۷۵]

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

''پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔ یہ وہ (حکم) ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

مطلقہ عورت کی عدت کا زمانہ جب ختم ہونے کے قریب ہو، تو شوہر اسے یا تو اس کے تمام حقوق کے ساتھ لوٹا لے، یا اس کے حقوق ادا کر کے بغیر اختلاف و نزاع پیدا کیے اور اس کے لیے مشکلات کھڑی کیے، اسے اس کے حال پر چھوڑ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور بائنہ ہو کر اپنے خویش و اقارب کے پاس چلی جائے۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ : اس سے مراد رجوع کے وقت اور بعض کے نزدیک طلاق پر گواہ کر لو۔ یہ امر وجوب کے لیے نہیں، استحباب کے لیے ہے، یعنی گواہ بنا لینا بہتر ہے، تاہم ضروری نہیں۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر وہ اس سے جماع کر لیتا ہے، وہ نہ تو طلاق پر گواہ بناتا ہے اور نہ رجوع کرتے وقت پر ہی، تو انھوں نے کہا، تو نے خلاف سنت طلاق دی اور

خلاف سنت رجوع کیا، بیوی کو طلاق دیتے وقت گواہ بناؤ اور رجوع کے وقت بھی اور پھر ایسے نہ کرنا۔[أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب الرجل يراجع ولا يشهد : ۲۱۸۶۔ ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب الرجعة : ۲۰۲۵]

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ : اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ رجوع یا طلاق کے سلسلہ میں جو بھی گواہی ہو، اسے گواہان محض اللہ کی رضا کے لیے ادا کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [المعارج : ۳۳ تا ۳۵] ”اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۳۵] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔“

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ ابتدائے سورت سے یہاں تک جو احکام بیان کیے گئے ہیں، ان سب پر عمل وہ شخص کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، کیونکہ اللہ کے عذاب سے ایسا ہی آدمی ڈرتا ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے تمام امور میں صرف اللہ پر بھروسا کرتا ہے اور اس کے فرائض و واجبات کو ضائع نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ اللہ جو ارادہ کرتا ہے، اسے بہر حال واقع ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں بنا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا مکان و زمان مقرر کر دیا ہے، جس سے وہ آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں کمی یا زیادتی ہو سکتی ہے، اس لیے مومن کو اس کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى)) ”اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، پرہیز گاری کا، پاک دامنی کا اور (لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب في الأدعية : ۲۷۲۱]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی بات پر قسم کھا لے اور پھر اس سے زیادہ پرہیز گاری والی بات دیکھے تو اس کو چاہیے کہ پرہیز گاری والا عمل اختیار کرے۔“ [مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها ...... الخ : ۱۶۵۱]

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''بچے ! میں تمھیں چند چیزیں سکھاتا ہوں، سنو! تم اللہ کو یاد رکھو تو وہ تمھیں یاد رکھے گا، اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو تو اسی سے مدد چاہو، وہ تمام امت مل کر تمھیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اسی طرح اگر سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، کیونکہ قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۲۹۳، ح : ۲۶۷۳۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱۶]

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے کوئی حاجت ہو اور اس نے اسے لوگوں پر پیش کر دیا تو اس کی وہ حاجت دور نہیں ہو گی اور جس نے اسے اللہ پر پیش کیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بے پروا کر دے گا، یا تو جلد ہی موت آ جائے گی (اور دنیا کے بکھیڑوں سے جان چھوٹ جائے گی) یا جلد ہی غنی ہو جائے گا (اور کسی کی محتاجی نہیں رہے گی)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الزکاة، باب في الاستعفاف : ۱۶۴۵۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء في الھم في الدنیا وحبھا : ۲۳۲۶۔ مسند أحمد : ۱/ ۴۴۲، ح : ۴۲۱۸]

وَ الّٰٓـئِْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـئِْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵

''اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔''

اس آیت کریمہ میں بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے کہ جن عورتوں کی ماہواری بند ہو گئی ہو ان کی عدت تین ماہ ہے، جو نابالغہ ہوں ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص طلاق اور دیگر امور میں اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا، اللہ اس

کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ مذکورہ بالا آیات میں طلاق، رجعت اور عدت کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ سب احکام الٰہی ہیں، جنھیں اللہ نے اس لیے نازل کیا ہے تاکہ بندے اس پر عمل کریں اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے اجر عظیم سے نوازے گا، یعنی اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے، خواہ وہ طلاق یا موت کے فوراً بعد بچے کو جنم دے دے، جیسا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔ اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جس نے اپنے خاوند کی وفات کے چالیس دن بعد بچے کو جنم دیا؟ آپ نے فرمایا، اسے دونوں عدتوں میں سے آخری عدت گزارنا پڑے گی (یعنی اس صورت میں اس پر چار ماہ دس دن کی عدت ہے) (ابو سلمہ کہتے ہیں کہ) میں نے (قرآن کی یہ آیت) تلاوت کی: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (کہ قرآن میں تو حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں بھی اپنے بھتیجے ابو سلمہ کے ساتھ ہوں (یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے)۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤ۔ ام المومنین نے فرمایا، سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر قتل کر دیے گئے تھے اور وہ اس وقت حاملہ تھیں، چنانچہ شوہر کی موت کے چالیس دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام آیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ پیغام دینے والوں میں ابو السنابل رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔[بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أولات الأحمال أجلهن ...... الخ ﴾ : ٤٩٠٩۔ مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل : ١٤٨٤]

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کے فوت ہونے کے چند راتوں کے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور نکاح کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت عطا فرما دی اور اس نے نکاح کر لیا۔[بخاري، كتاب الطلاق باب : ﴿ و أولات الأحمال أجلهن ...... الخ ﴾ : ٥٣٢٠]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد نفاس والی ہو گئیں (یعنی بچے کی ولادت ہو گئی) انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔[مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها ...... الخ : ١٤٨٥]

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ

﴿فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَ اۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَ اِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ؕ۝۶﴾

''انھیں وہاں سے رہائش دو جہاں تم رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق اور انھیں اس لیے تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں، پھر اگر وہ تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرتیں دو اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو عنقریب اسے کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو تو انقضائے عدت تک اسے اس گھر میں رکھو جس میں خود رہتے ہو اور اسے رہائش، نان ونفقہ اور دیگر امور میں پریشان نہ کرو، تاکہ تنگ آکر گھر چھوڑ کر چلی جانے پر مجبور ہو جائے۔ یہ حکم حاملہ اور غیر حاملہ دونوں قسم کی مطلقہ رجعیہ کے لیے ہے، یعنی جب تک عدت کا زمانہ ختم نہیں ہو جاتا انھیں ان کی رہائش سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ اگر مطلقہ کو تیسری طلاق دی جا چکی ہے اور وہ حاملہ ہے تو اسے رہائش اور نان ونفقہ دینا ہوگا جب تک بچہ پیدا نہیں ہو جاتا، بچہ کی ولادت کے بعد دونوں (ماں اور باپ) کو اختیار ہے، چاہے تو وہ ماں متعین اجرت پر بچے کو دودھ پلائے اور چاہے تو باپ کسی دوسری عورت سے یہ کام لے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو نصیحت کی ہے کہ مفاہمت کرتے وقت دونوں ایک دوسرے سے درگزر کرنے اور بچے کی خیر خواہی کی نیت کریں، تاکہ بچہ ماں سے جدا نہ ہو اور باپ پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔ اگر دودھ پلائی کی اجرت کے سلسلہ میں دونوں ایک بات پر متفق نہ ہوں تو پھر باپ کسی دوسری دودھ پلانے والی کا انتظام کرے گا اور ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کرے گا۔ بچے کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَالۡوَالِدٰتُ يُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الۡمَوۡلُوۡدِ لَهٗ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ اِلَّا وُسۡعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الۡوَارِثِ مِثۡلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنۡ اَرَادَا فِصَالًا عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا ؕ وَاِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا سَلَّمۡتُمۡ مَّآ اٰتَيۡتُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ [البقرة : ۲۳۳] ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف

طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ : سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے طلاق (بائن) دی (اس وقت وہ شہر سے باہر تھے) اور انھوں نے میرے لیے تھوڑا سا خرچ بھی بھیجا۔ میں نے جب وہ خرچ دیکھا تو کہا، اللہ کی قسم! میں اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دوں گی، پھر اگر میرے لیے خرچ (کا فیصلہ) ہوا تو میں اتنا لوں گی جتنا مجھے کفایت کرے گا اور اگر میرے لیے خرچ نہ ہوا تو میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لوں گی۔ الغرض میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”(اب) تمھارے لیے نہ نفقہ ہے اور نہ جائے سکونت۔“ [مسلم، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها : ١٤٨٠/٣٧]

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع ۱۷

”لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ دودھ پلانے والی ماں کے بارے میں باپ کو حکم دیا ہے کہ اگر وہ مال دار ہے تو بچے کی ماں پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، بلکہ ماں اور بچہ دونوں پر فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرے اور اگر تنگ دست ہے تو اپنے حسبِ حال خرچ کرے، نفقہ ہو یا کوئی اور عمل، اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تنگ دستوں کو خوشخبری دی ہے کہ وہ ان کی پریشانی اور تنگ حالی کو عنقریب دور کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًاۙ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ [الانشراح : ٥، ٦] ”پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔“

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی جو خرچ کرتا ہے اس میں سے سب سے افضل دینار وہ ہے جسے وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور (پھر) وہ دینار ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور پھر وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك ...... الخ : ٩٩٤]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم پر دستور کے موافق ان عورتوں (یعنی اپنی بیویوں) کو کھلانا پلانا اور انھیں لباس مہیا کرنا لازم ہے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ (میں انھیں بے یار و مددگار تو نہیں چھوڑ سکتی) آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: ”تو ان پر خرچ کر، کیونکہ تو جو کچھ خرچ کرے گی، اس میں تیرے لیے اجر ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والأیتام فی الحجر : ۱٤٦٧۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الأقربین ...... الخ : ۱۰۰۱]

سیدنا عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں احسان کرو۔“ [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا : ۱۱٦۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام معاویہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔“ [مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب قضیۃ ھند : ۱۷۱٤۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أجری أمر الأمصار ....الخ : ۲۲۱۱]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ۫ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ۝۱۰

”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ اور انھیں سزا دی، ایسی سزا جو دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔ تو انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ تھا۔ اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، سو اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و احکام کی مخالفت سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ زمانوں میں بہت سی قوموں نے اپنے

رب کے احکام کی نافرمانی کی، تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کا ان سے شدید حساب لیا اور انھیں بدترین عذاب سے دوچار کیا، انھیں خسارہ اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہ ملا، اس لیے کہ جنت اور اس کی نعمتوں پر انھوں نے دنیا کی متاع حقیر کو ترجیح دی۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جب اللہ کی نافرمانی کا انجام وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے تو تمھیں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے اور اس کے اوامر کے بجالانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۳] ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۴۰] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔“

رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

”جو ایسا رسول ہے کہ تمھارے سامنے اللہ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھتا ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، بلاشبہ اللہ نے اس کے لیے اچھا رزق بنایا ہے۔“

اس آیت سے مقصود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم یاد دلانا ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم

نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا، جو قرآن کی صریح آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، ان کا مفہوم و معنی بیان کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں، تاکہ ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو کفر و شرک اور معاصی کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لا کھڑا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ نے ایمان اور عمل صالح والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں انھیں بہت ہی عمدہ روزی عطا کرے گا، جو کبھی ختم نہیں ہو گی۔

رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... اِلَى النُّوْرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٧] ”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الشورىٰ : ٥٢] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ ...... لَهٗ رِزْقًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴾ [الطور : ١٧ تا ٢٧] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔ اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے بلاشبہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا۔''

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

ع ۲ ۱۸

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے سات آسمان، سات زمینیں اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کو پیدا کیا، دینی احکام و شرائع نازل کیے اور پوری کائنات کو چلانے کے لیے ضابطے اور قوانین بنائے۔ ان تمام کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اسے پہچانیں اور اس بات کا یقین کر لیں کہ اس کا علم اور اس کی عظیم قدرت تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴾ [نوح : ۱۵] ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے پیدا فرمایا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی دوسرے کی بالشت بھر زمین بھی ناحق (ظلم کرتے ہوئے) لے تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔'' مسلم میں ہے: ''اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع أرضین ...... الخ : ۳۱۹۶۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرھا : ۱۶۱۲]

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا : ارشاد فرمایا:

﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدۃ : ۵]

’’وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴾ [الرعد: ۲] ’’اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنھیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔‘‘
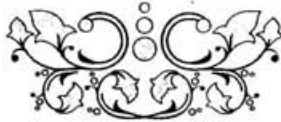
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۳﴾

’’اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جتلائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔‘‘

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال بنایا ہے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے کسی کی مرضی کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لے۔ آیت میں اس بات کی بھی صراحت کر دی گئی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اس لغزش سے درگزر فرمادیا، ان پر رحم فرمایا اور مسلمانوں کے لیے ایک شرعی حکم نازل کیا کہ اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھا لے تو اس کا کفارہ ادا کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ﴾ [المائدة : ٨٩] ”تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، درمیانے درجے کا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو۔“

اس لیے جو شخص بھی کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرے گا، چاہے وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا کوئی لونڈی ہو، یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھا لے گا، پھر قسم توڑنا چاہے گا تو اس پر مذکورہ بالا کفارہ واجب ہوگا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمھارا مولیٰ ہے، دینی اور دنیاوی امور میں تمھاری عمدہ تربیت کرنا چاہتا ہے اور تمھیں بری باتوں سے دور رکھنا چاہتا ہے، اسی لیے اس نے قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب قرار دیا ہے، تاکہ تم اس سے بری الذمہ ہو جاؤ اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ اسی لیے اس نے ایسے احکام واجب کیے ہیں جو تمھارے حالات کے مناسب اور تمھارے لیے مفید ہیں۔

شانِ نزول والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا کہ تحریم شہد کی جو بات میں نے تمھیں بتائی ہے، وہ کسی اور کو نہ بتانا، لیکن انھوں نے یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر دے دی کہ آپ کا راز راز نہیں رہا، حفصہ نے عائشہ کو بتا دیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو کچھ بات بتائی اور کچھ ان کا خیال کر کے نہیں بتائی۔ حفصہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے کہ میں نے عائشہ کو بات بتا دی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس علیم و خبیر نے خبر دی ہے جس سے کوئی بھی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ (جب عصر کے بعد تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جاتے تو) سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس (کچھ دیر زیادہ) ٹھہر جاتے۔ دراصل آپ ان کے ہاں شہد نوش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے اور حفصہ نے آپس میں یہ طے کیا کہ جس کے ہاں بھی آپ تشریف لائیں وہ (آپ سے) یہ کہے، مجھے آپ (کے منہ) سے مغافیر کی بو آتی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ الغرض جب آپ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاں تشریف لائے تو اس (بیوی) نے آپ سے وہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ میں نے زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور اب قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ ہرگز نہیں پیوں گا، تم اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔“ تو اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ یأیها النبی لم تحرم ما أحل الله لك ﴾ : ۴۹۱۲۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرم امرأته ...... الخ : ۱۴۷۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیزیں پسند فرمایا کرتے تھے،عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی بیویوں کے ہاں آتے اور کسی سے صحبت کرتے۔ ایک مرتبہ آپ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور جتنا وہاں رکتے تھے اس سے زیادہ رکے۔ مجھ پر غیرت سوار ہوئی، تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کپی شہد کی انھیں بطور ہدیہ بھیجی ہے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا۔ میں نے کہا، خیر اسے کسی حیلے سے ٹال دوں گی۔ چنانچہ میں نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ کیا آج آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمادیں گے نہیں، تو تم کہنا کہ پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی مکھی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہوگا اور میرے پاس آئیں گے تو میں بھی یہی کہوں گی۔ پھر اے صفیہ! تمھارے پاس جب آئیں تو تم بھی یہی کہنا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے تو ابھی وہ دروازے ہی میں تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ تم نے مجھ سے جو کہا ہے میں آپ سے کہہ دوں، کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی، تاہم جب آپ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' انھوں نے کہا کہ پھر یہ بو کیسی ہے جو آپ (کے منہ) سے آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے۔'' انھوں نے کہا کہ شاید مکھی نے عرفط نامی درخت کا رس چوسا ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر صفیہ کے پاس آئے، انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو دوبارہ شہد پلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں۔'' سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں، واللہ! ہم نے آپ کو شہد پینے سے روک دیا ہے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے کہا، خاموش رہو۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب ﴿ لم تحرم ما أحل الله لك ﴾ : ۵۲۶۸]

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

”اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی خاطر ناراضی کا اظہار کیا ہے کہ حفصہ نے آپ کا راز عائشہ کو کیوں بتا دیا اور دونوں نے ایسا کام کیوں کیا جس سے آپ کا سکون جاتا رہا؟ یہ تو ایسا گناہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دونوں نے رسول اللہ ﷺ کا وہ ادب و احترام نہیں کیا جو ان کا حق ہے، تمھیں اپنے اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تمھاری توبہ قبول کر لے اور اگر تم دونوں کسی ایسی بات پر اتفاق کرو گی جو نبی کریم ﷺ کی تکلیف کا باعث ہو تو جان لو! کہ نبی کا مولیٰ اللہ ہے، جبریل ہے اور نیک اہل ایمان ہیں، ان سب کے بعد فرشتے آپ کی مدد کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ اس لیے کوئی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ تم دونوں تو عورتیں ہو، اللہ، جبریل اور فرشتوں کے مقابلے میں تمھاری کیا حیثیت ہے؟

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی ان دو بیویوں کا نام معلوم کروں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ [التحریم : ٤] سوچ کے لیے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سفر شروع کیا تو میں بھی ہم رکاب ہو گیا۔ ایک جگہ جب وہ راستہ سے ہٹ کر (قضائے حاجت کے لیے) گئے تو میں بھی ایک برتن میں پانی لے کر راستے سے ہٹ گیا۔ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور واپس آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، پھر انھوں نے وضو کیا، تو میں نے اس وقت ان سے سوال کیا کہ اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے وہ دو کون ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابن عباس! تم پر افسوس! (زہری کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہیں تھا اس لیے جواب دے دیا) اس سے مراد عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها : ٥١٩١۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب في الإيلاء و اعتزال النساء …… الخ : ١٤٧٩]

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝

”اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام

والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔“

اس آیت کریمہ میں حفصہ، عائشہ اور دیگر امہات المومنین کو مزید تنبیہ کی گئی ہے اور انھیں ڈرایا گیا ہے کہ اگر تم میرے نبی کو اذیت پہنچاؤ گی تو ممکن ہے وہ تم سب کو طلاق دے دیں اور ان کا رب تمھارے بدلے انھیں تم سے اچھی بیویاں عطا کرے، جو مسلمان، صاحبِ ایمان، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام امہات المومنین نے آپ ﷺ کو راضی کر لیا، پہلے سے بڑھ کر آپ کا ادب و احترام شروع کر دیا اور بہترین مسلمان عورتیں بن گئیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں طلاق نہیں دی، بلکہ آپ جب تک دنیا میں رہے، وہ سب آپ کی بیویاں رہیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انھیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، جبریل، میکائیل، میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمام مومنین ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اکثر جب میں اس قسم کی بات کرتا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا تو مجھے امید ہوتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا، چنانچہ اس بار بھی یہ آیت ”تخییر“ نازل ہوئی: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴾ [التحریم : ٥] اور یہ آیت بھی: ﴿ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴾ [التحریم : ٤] ...... (مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی) تو میں نے مسجد میں آ کر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی۔ چنانچہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ [النساء : ۸۳] ”اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں۔“ غرض اس معاملے کی حقیقت کو میں نے بھی پالیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب في الإيلاء، واعتزال النساء ...... الخ : ۱٤۷۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر فرض کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھی دوزخ سے بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ سے بچائیں ۔خود بھی نیک عمل کریں اور اہل وعیال سے بھی نیک عمل کرائیں ۔ایمان والوں کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ خود صالح بن جائیں اور اہل وعیال کی فکر نہ کریں، وہ جو چاہے کرتے پھریں اور اہل ایمان کو ان کی بداعمالی کی پروا نہ ہو۔ اگر ایمان والے اپنے آپ کو صالح بنا کر ایک فرض سے سبکدوش ہو جائیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔نہیں ! ان پر ایک اور ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے اور وہ اہل وعیال کی اصلاح اور تربیت ہے، اگر انھوں نے اہل وعیال کی اصلاح نہ کی تو وہ اس دوسرے فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے اور اس فرض کو ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ جواب دہ ہوں گے۔ اس گناہ سے بچنے کی بس ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اہل وعیال کو بھی سیدھے راستے پر لگائیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔ پس امام (یعنی امیر المومنین اور حکمران) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور کسی شخص کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“ [بخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم ﴾ : ۷۱۳۸۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل ...... الخ : ۱۸۲۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تھوتھو۔“ تاکہ وہ بچہ اس کھجور کو پھینک دے، پھر فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے؟“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب ما یذکر فی الصدقة للنبی ﷺ و آله : ۱۴۹۱۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب تحریم الزکاة علی رسول اللہ ﷺ و علی آله ...... الخ : ۱۰۶۹]

سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں بچہ ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا۔ میرا ہاتھ (کھانا کھاتے وقت) برتن میں گھومتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے لڑکے! اللہ کا نام لو، (بسم اللہ پڑھو) دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔[بخاری،

كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام ...... الخ : ٥٣٧٦ـ مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما : ٢٠٢٢]

سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔'' [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة : ٤٩٤ـ ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء متى يؤمر الصبى بالصلوة : ٤٠٧ـ مسند أحمد : ٤٠٤/٣، ح : ١٥٣٤٥]

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ : دوزخ کے متعلق فرمایا کہ اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ آدمی بھی اس میں جلیں گے اور پتھر بھی جلیں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں ایک زوردار آواز آئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ایک پتھر ہے جو آج سے ستر (٧٠) سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ مسلسل آگ میں گرتا رہا، اب اس وقت وہ پتھر جہنم کی تہ میں پہنچا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٤]

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو فرشتے داروغہ اور پہرے دار ہوں گے وہ انتہائی درجہ ترش رو اور سخت گیر ہوں گے۔ ان کی آواز بھی کرخت ہوگی اور ان کی شکلیں بھی نہایت خوف ناک ہوں گی۔ وہ اپنی قوت و جبروت کے ذریعے سے جہنمیوں کو ذلیل و رسوا کریں گے اور ان کے سلسلہ میں اللہ کے حکموں کو نافذ کرنے میں ذرہ برابر نرمی اور تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔ وہ فرشتے اپنے رب کے غایت درجہ مطیع و فرماں بردار ہوں گے اور انھیں جو حکم دیا جائے گا اسے کر گزرنے میں ہرگز تاخیر نہیں کریں گے۔

دوزخ پر ایسے فرشتے متعین ہیں جو بڑے سخت مزاج اور تند خو ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ٢٧ تا ٣١] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔ اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تاکہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ

لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔''

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

''اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔''

قیامت کے دن اہل نار کی سرزنش کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا کہ اے کافرو! اب تمھاری کوئی معذرت قابل قبول نہیں، معذرت کا وقت گزر گیا اور اب وہ وقت کبھی واپس نہیں آئے گا۔ یہ تو قیامت کی گھڑی ہے، جہاں بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴾ [المؤمن : ١٦ تا ١٩] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔''

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت کی کہ وہ اپنے تمام گناہوں سے صدق دل کے ساتھ ایسی توبہ کریں جس میں رب العالمین سے یہ عہد و پیمان ہو کہ وہ اب کبھی ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے اور ایسی توبہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر کے انھیں اس دن اپنی جنتوں میں داخل کرے گا جب اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی اور مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ جس دن مومنوں کا نور ان کی راہنمائی کے لیے ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوں گا۔ جب مومن منافقین کا نور بجھتا ہوا دیکھیں گے تو اپنے رب سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو باقی رکھ اور اسے مزید بڑھا دے، تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے گا اور انھیں ان کے نور کی راہنمائی میں اپنے جوار میں جنتِ نعیم تک پہنچا دے گا۔

<u>يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا</u> : یعنی ایسی توبہ جو سچی اور پکی ہو، جو سابقہ تمام گناہ مٹا دے اور توبہ کرنے والے کے معاملات اور پراگندگی کی اصلاح کر دے اور آئندہ ان برے کاموں سے بھی روکے جو توبہ کرنے والا پہلے کیا کرتا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۷، ۱۸] ”توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

گناہ کے بعد نیک کام کرے اور اس گناہ کو پھر نہ کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ۶۸ تا ۷۱] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا

رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔“

اگر اتفاقاً گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ کو یاد کرے، گناہ کی معافی مانگے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معاف کرنے والا نہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ”اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ”کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، اس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ (اب اسے توبہ کا خیال آیا تو) وہ یہ پوچھنے کے لیے نکلا (کہ کیا ایسی صورت میں توبہ قبول ہو سکتی ہے؟) وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس نے اس سے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس پر اس صاحب نے راہب کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ پھر وہ (اسی طرح) پوچھتا پھرا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ اس مقصد کے لیے تو فلاں فلاں بستی میں چلا جا، (وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا تو راستے ہی میں) موت نے اسے پا لیا۔ اس نے اپنے سینے کو مذکورہ بستی کی طرف جھکا دیا۔ اس کے مرنے کے بعد رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ اللہ نے اس بستی کی طرف والی زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جا اور دوسری طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جا۔ پھر (فرشتوں سے) فرمایا، ان دونوں کے درمیان جو فاصلے ہیں وہ ناپو۔ (فاصلے ناپے گئے تو) وہ فاصلہ جو اس شخص اور اس بستی کے درمیان تھا، جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا، اس فاصلے سے جو اس کے اور اس بستی کے درمیان تھا جس بستی سے وہ آ رہا تھا، ایک بالشت کم تھا۔ (یعنی وہ ہجرت گاہ سے بہ نسبت اپنی بستی کے زیادہ قریب تھا) تو اسے بخش دیا گیا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ۳۴۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک بندے سے ایک گناہ ہو گیا۔ اس نے کہا،

اے میرے رب! مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے، مجھے معاف فرما دے۔ اس کے رب نے کہا، کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر وہ کچھ دن جب تک اللہ نے چاہا (اپنی توبہ پر قائم) رہا، مگر پھر اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، اس نے کہا، اے میرے رب! مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے، سو تو اس گناہ کو معاف فرما دے۔ اللہ نے فرمایا، کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ پھر وہ کچھ عرصہ تک کہ جب تک اللہ نے چاہا (اپنی توبہ پر قائم) رہا، لیکن پھر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ اس نے کہا، اے میرے رب! میں ایک اور گناہ کر بیٹھا ہوں، تو اس گناہ کو میرے لیے معاف فرما دے۔ اللہ نے فرمایا، کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر سزا بھی دیتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کیا (اور تیسری بار اللہ فرماتا ہے، اب) اسے چاہیے کہ وہ جو عمل چاہے کرے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ يريدون أن يبدلوا كلام الله ﴾ : ۷۵۰۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔'' [مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷٤۹]

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرنے اور ان پر شدت کے ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم جہاد زبان و قلم اور شمشیر و سناں سب کے ذریعے سے جہاد کرنے کو شامل ہے۔ کفار کے ساتھ اسلحہ و قتال کے ذریعے سے اور منافقین کے ساتھ ان پر حدود نافذ کرنے کے ساتھ۔

اس اہم بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر، درست تعبیر اور حقیقی منشا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جانتے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل امت کے لیے نمونہ ہے۔ یہ بات طے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے خلاف نہ تو خود تلوار اٹھائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اجازت دی بلکہ ان کے خلاف جہاد دلیل سے ہے، یعنی ان کے موقف کو دلائل سے رد کرنا اور دلائل سے سمجھانا، نہ مانیں تو سخت رویہ اختیار کرنا۔

جہاد اور سختی کے حکم کے نزول تک رسول اللہ ﷺ کا رویہ منافقین سے عفوو درگزر اور چشم پوشی کا تھا، لیکن اس حکم کے نزول کے بعد طریقہ تبدیل کر کے حکم دیا کہ منافقین سے نرمی اور چشم پوشی کا برتاؤ ختم اور سختی شروع کر دیں۔ منافقین کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر بھی کھڑے نہ ہوں۔ ان کی مغفرت کے لیے اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا۔ منافقین کی تعمیر شدہ مسجد میں نماز نہ پڑھیں۔ کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ ان منافقین سے قلبی تعلق اور دوستی رکھے۔ یہ ناپاک ہیں، ان سے اعراض کریں اور انھیں منہ نہ لگائیں۔ آئندہ یہ منافقین جہاد میں شرکت کی خواہش رکھتے بھی ہوں تو آپ انھیں شریک جہاد نہ کریں۔ عنقریب انھیں دوہرا عذاب دیا جائے گا، ایک ذہنی کوفت واذیت، قلبی گھٹن اور دوسرا عذاب یہ کہ نفاق کا راز فاش ہونے سے رسوائی اور شرمندگی۔ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے معذرت کے لیے آئیں تو آپ صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے نہ بناؤ، ہم تمھیں ہرگز سچا نہیں مانتے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ساری خبریں ہمیں پہنچا دی ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ بلا ضرورت کسی کا خون بہایا جائے۔ بلکہ وہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی دلائل سے قائل اور دین اسلام کی طرف راغب کر کے موقع اور مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا وآخرت کی ذلت و رسوائی سے بچا لے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ⑪ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۧ⑫

”اللہ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب

کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کی حالت بیان کرنے کے لیے دو مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی کافر کی مومن سے قربت، اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اور کسی مومن کا کسی کافر سے اتصال اگر ایمان باللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے کافروں کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے۔ ان دونوں کے شوہر یعنی نوح و لوط علیہما السلام اللہ کے نیک بندے اور نبی تھے، لیکن ان دونوں بیویوں نے دین کے معاملہ میں اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کی، یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کیا، تو انبیاء سے ان کی قربت انھیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں ان جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ جن کا انبیاء سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں رہا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ ان کا نام آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا تھا، انھوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! تو میرے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون، اس کے برے اعمال اور ہر ظالم کے فتنہ و آزمائش سے محفوظ رکھ، تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد وہ جب تک دنیا میں زندہ رہیں، ایمانِ کامل اور سکونِ قلب کے ساتھ زندہ رہیں اور آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ رہیں۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اہل ایمان کے لیے مریم بنت عمران کی مثال بھی بیان کی ہے، جنھوں نے فجور و زنا سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی اور عفت و پاک دامنی کی اعلیٰ ترین مثال بن کر دنیا میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کے جسم میں اپنی روح پھونک دی، یعنی جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری، تو اس کا اثر ان کے جسم کے اندر سرایت کر گیا، جس کے زیر اثر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مریم نے اپنے رب کی جانب سے نازل شدہ صحائف اور کتابوں کی تصدیق کی، ان کا علم حاصل کیا اور ان کے مطابق عمل کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی ان صفات کا ذکر کر کے ان کی تعریف کی، نیز فرمایا کہ وہ اللہ کی بڑی نیک بندی تھیں۔ ہر وقت اپنے رب کی بندگی میں لگی رہتی تھیں اور ہر آن اپنے رب کے لیے ان پر خشوع و خضوع طاری رہتا تھا۔

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ سے دریافت کیا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟‘‘ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ’’(سنو!) تمام جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم (رضی اللہ عنہن) ہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۳۱۶، ح : ۲۹۰۶]
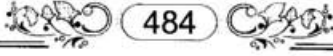
سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں سے تو صاحب کمال بہت سارے لوگ ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں کامل عورتیں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں، نیز عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی سب کھانوں پر۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشة رضی الله عنها : ۳۷٦۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة رضی الله عنها : ۲٤۳۱]

سورة الملك مكيـة

اس سورت کی فضیلت میں کئی روایات آئی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے اور وہ سورت ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ ہے۔'' [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك : ۲۸۹۱۔ أبو داؤد، کتاب تفريع أبواب شهر رمضان ، باب فی عدد الآی : ۱۴۰۰]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سوتے نہیں تھے جب تک آپ سورۂ سجدہ اور سورت: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔ [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك : ۲۸۹۲]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ۝۱

''بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکت کی بزرگی بیان کرتے ہوئے یہ فرما رہا ہے کہ اسی کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، وہ اپنی تمام مخلوقات میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے غلبے، حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی اس سے اس بارے میں پوچھ نہیں سکتا جو اس نے کہا، یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی بادشاہت میں ہر قسم کا اختیار ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۸ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸۸، ۸۹] ''کہہ کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے

ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، (راستہ میں) پانی کی قلت ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچا ہوا پانی تلاش کرو۔'' صحابہ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور پھر فرمایا: ''بابرکت پانی کے لیے آؤ اور برکت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔'' میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے فوارے کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۷۹]

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲

''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور کون برے عمل کرتا ہے۔ اے لوگو! وہ بہت زبردست ہے، جس کو چاہے برے عمل کی سزا دے سکتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا ہے، جس کو چاہے معاف بھی کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۹] ''اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

__الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ__: یعنی اللہ نے موت و حیات کو پیدا کیا، معلوم ہوا موت بھی ایک مخلوق ہے اور یہ عدم محض یعنی بالکل نہ ہونے کا نام نہیں۔ کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے بھی انسان اللہ کے علم اور اس کی تقدیر میں موجود تھا اور اس کے دنیا میں آنے کا وقت مقرر تھا، مگر روح اور جسم کا اتصال نہیں تھا، سو اسے موت قرار دیا، پھر دنیا میں آنے کے بعد روح جسم سے جدا ہوئی تو اسے موت قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ﴾ [البقرة : ۲۸] ''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا۔''

قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، اے اہل جنت! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ کہے گا، اسے پہچانتے ہو؟ کہیں گے، ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر وہ اعلان کرے گا، اے اہل نار! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے، تو وہ (اعلان کرنے

والا) کہے گا، اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہو گا۔ چنانچہ اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہے گا، اے اہل جنت! (تمھارے لیے) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، کبھی موت نہیں اور اے اہل نار! (تمھارے لیے بھی) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، کبھی موت نہیں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ عزوجل : ﴿ و أنذرھم یوم الحسرۃ ﴾ : ۴۷۳۰]

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

"وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔"

باری تعالیٰ نے اپنی مزید تعریف فرماتے ہوئے کہا کہ اس نے سات آسمان پیدا کیے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے چپکے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان ایک لمبی مسافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کو غایت درجہ حسین و خوبصورت اور منظم و مرتب بنایا ہے، ان میں کوئی خلل اور نقص نہیں پایا جاتا۔ آسمانوں کے اسی حسن و جمال اور کمالِ ترتیب و انتظام کو بیان کرنے اور انسانوں کو دعوتِ فکر و نظر دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم انھیں غور سے دیکھو، ان میں تمھیں کوئی نقص و خلل نہیں ملے گا اور چاہے تم جتنی بار غور کرو تمھاری نگاہیں تھک ہار کر واپس آ جائیں گی، لیکن تمھیں ان میں کوئی خلل، کوئی شگاف اور کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔

وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو کواکب اور ستاروں کے ذریعے سے زینت بخشی ہے، ان ستاروں سے روشنی پھوٹتی ہے، اسی لیے انھیں یہاں "مصابیح" کہا گیا ہے، یعنی جس طرح چراغ سے روشنی ملتی ہے اسی طرح یہ ستارے بھی روشنی دیتے ہیں اور بعض ستاروں کے ذریعے سے ان شیاطین کو مارا جاتا ہے جو چھپ کر فرشتوں کا کلام سننے کی کوشش میں آسمانِ دنیا کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ آخرت میں تو اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کے لیے آگ کا عذاب تیار کر ہی رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۝ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى

﴿ وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾ [الصافات : ٦ تا ١٠] ''بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ایک انوکھی زینت کے ساتھ آراستہ کیا، جو ستارے ہیں۔ اور ہر سرکش شیطان سے خوب محفوظ کرنے کے لیے۔ وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے ان پر (شہاب) پھینکے جاتے ہیں۔ بھگانے کے لیے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ مگر جو کوئی اچانک اچک کر لے جائے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الحجر : ١٦ تا ١٨] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئے اور (یہ وہ زمانہ تھا کہ) شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے جاتے تھے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقرائة صلوة الصبح ...... الخ : ٧٧٣۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة في الصبح ...... الخ : ٤٤٩]

وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝

''اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو مارنے کے لیے شہاب ثاقب بنائے ہیں اور اللہ سے سرکشی اور اس کے بندوں کو گمراہ کرنے کے سبب آخرت میں انھیں آگ کا عذاب بھی دیا جائے گا، جبکہ جو لوگ دنیا میں ان شیطانوں کی پیروی کریں گے ان کے لیے بھی اللہ نے جہنم کا عذاب تیار کیا ہے۔ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہو گا، اس میں جہنمیوں کو غایت درجہ ذلت و رسوائی کا

سامنا کرنا پڑے گا۔ جہنمی جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کی بہت ہی بری اور خطرناک آوازیں سنیں گے، وہ جوش مار رہی ہوگی اور غصے سے پھٹنے کے قریب ہوگی، جب بھی کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کا داروغہ ان سے زجر و توبیخ کے طور پر پوچھے گا، کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا کہ آج تم اس جہنم میں ڈالے گئے ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں، ہمارے پاس ڈرانے والے ضرور آئے تھے، لیکن ہم نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلا دیا تھا اور ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ نے اپنی طرف سے کوئی چیز انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل نہیں کی اور تم بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔

اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (یعنی چار ارب نوے کروڑ فرشتے) جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۲]

كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ : اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں اپنے عدل کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک رسول کو مبعوث فرما کر اتمام حجت نہ فرما دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ''جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۷۱] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔''

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ

مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [سبا : ٤٣] ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمھیں اس سے روک دے جس کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، حق کے بارے میں کہا، جب وہ ان کے پاس آیا، یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔“

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

”اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔“

جہنمی اعتراف کریں گے کہ ہم نے رشد و ہدایت کے سارے راستے خود ہی اپنے آپ پر بند کر لیے تھے، نہ ہم نے اللہ کی نازل کردہ آیتوں کو غور سے سنا اور نہ اپنی عقل کو کام میں لا کر انھیں سمجھنے کی کوشش کی۔ ہم دنیا میں اس طرح دندناتے پھرے اور گناہوں کا ارتکاب کرتے رہے کہ جیسے ہمیں موت نہیں آئے گی اور ہمیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا ہوگا، لیکن اس اعتراف کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ جہنمی اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں اور اب ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ جہنمیوں کی بدبختی کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۳ تا ۱۰۸] ”اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انھیں جھٹلایا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

’’یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔‘‘

کافروں کے برعکس یقین و ایمان والوں نے اللہ کی نازل کردہ آیتوں کو غور سے سنا، انبیائے کرام کی دعوت کو قبول کیا اور اپنے رب سے جلوت و خلوت میں ڈرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے مراد جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں ہیں اور ان سب سے عظیم ترین نعمت رب العالمین کی خوشنودی اور اس کی رضا ہے جو ہر جنتی کو نصیب ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۣ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۳۳ تا ۳۵] ’’جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ۱۱] ’’تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔‘‘ ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ ہے جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة و فضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ ع

’’اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ دلوں میں چھپی باتوں تک کو جانتا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، اس کے لیے ظاہر و باطن یکساں ہے۔ وہ تو ان کی نیتوں اور ارادوں تک کو جانتا ہے جو وہ سینوں میں چھپائے پھرتے ہیں، تو پھر ان کے اقوال و افعال کو کیسے نہیں جانے گا جو سنے اور دیکھے جاتے ہیں؟ اگلی آیت میں اپنے علم کی اکملیت پر استدلال کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ وہ جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اسے اپنی مخلوقات کی خبر کیسے نہیں ہوگی؟ وہ تو اپنے بندوں کے دلوں میں چھپی باتوں تک کو جانتا اور ان کے تمام اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا ہے کہ کون سا کام نیک نیتی سے کیا گیا ہے اور کون سا بدنیتی سے؟ کون سا کام لاعلمی اور بھول سے واقع ہوا ہے اور کون سا کام جان بوجھ کر کیا گیا ہے؟ الغرض اسے نیتوں کا بھی علم ہوتا ہے اور نیتوں ہی کی بنیاد پر سزا و جزا دی جاتی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی، تو جس نے دنیا کے لیے ہجرت کی ہوگی دنیا اسے مل جائے گی، یا کسی عورت کے لیے ہجرت کی ہوگی، تو (وہ اسے مل جائے گی اور وہ) اس سے نکاح کرلے گا۔ الغرض، اس کی ہجرت اس چیز کے لیے ہوگی جس چیز کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔'' [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي...... الخ : ١ ـ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ إنما الأعمال بالنية ...... الخ : ١٩٠٧]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو خیر (دوزخ میں جانا ہی چاہیے) مقتول کیوں دوزخ میں جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا حریص تھا (یعنی اس کی نیت بھی تو قتل کرنے کی تھی)۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية ...... الخ : ٣١]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

''وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، سو اس کے کندھوں پر چلو اور اس کے دیے ہوئے میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف (دوبارہ) اٹھ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے زمین کو ان کے لیے نرم بنایا اور اس میں آسان راستے بنائے ہیں، تاکہ انسان آسانی کے ساتھ اپنی ضرورتیں پوری کر سکے۔ چنانچہ آدمی زمین میں پودے لگاتا ہے، مکان بناتا ہے، کھیتی باڑی کرتا ہے اور راستوں پر چل کر دور دراز علاقوں، شہروں اور ملکوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم طلب رزق اور اپنی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زمین میں پائے جانے والے راستوں پر چلو، اس میں جو روزی اس نے تمھارے لیے پیدا کی ہے، اسے حاصل کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دنیا کی زندگی پوری کر لینے کے بعد یہاں سے اٹھا لیے جاؤ گے اور جب قیامت آئے گی تو دوبارہ زندہ کر کے اپنے رب کے سامنے جمع کیے جاؤ گے، تاکہ وہ تمھیں تمھارے نیک و بد اعمال کا بدلہ دے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل : ١٥] ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور

نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔“

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ : حصول رزق کے لیے سعی و کوشش توکل کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم اللہ کی ذات پر اس طرح بھروسا کرو، جیسے اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے تو تمھیں بھی اسی طرح رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح (اپنے گھونسلوں سے) خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ : ۲۳۴۴۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوکل و الیقین : ۴۱۶۴]

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾

”کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کر کے اپنے نافرمان بندوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ اللہ جو اپنی مخلوقات سے بلند و بالا اور عرش پر مستوی ہے، اس کی گرفت سے تمھیں بے خوف نہیں ہو جانا چاہیے۔ وہ تو اس پر قادر ہے کہ تمھیں زمین میں دھنسا دے اور زمین شدت سے ہلنے لگے۔ وہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمھیں ہلاک کرنے کے لیے ایک تیز و تند ہوا بھیج دے، جو کنکریوں اور پتھروں کی تم پر بارش کر دے اور تم یکسر ہلاک ہو جاؤ۔ تب تمھیں معلوم ہو کہ وہ عذاب کیسے آتا ہے جس سے تمھیں ہمارے انبیاء ڈرایا کرتے تھے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۶۸] ”تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔“

سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی اس لونڈی کے متعلق پوچھا جسے انھوں نے ایک طمانچہ مارا تھا کہ کیا میں اسے آزاد کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ جب وہ آ گئی تو آپ نے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ اس نے کہا، آسمان میں۔ آپ نے پوچھا: ”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ...... الخ : ۵۳۷]

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا : یعنی ایسی ہوا بھیج دے جس میں کنکریاں ہوں اور وہ تمھیں تباہ

و برباد کر کے رکھ دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٨] ''تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔''

وَ لَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۱۸﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، پھر کس طرح تھا میرا سزا دینا؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موجودہ دور کے کافروں سے پہلے بھی جب کسی کافر قوم نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی، تو اللہ نے اسے ہلاک کر دیا، اس لیے اے وہ لوگو جو اپنے رب کی نافرمانی کر رہے ہو اور کفر کی راہ پر چل پڑے ہو! تم اپنی سرکشی سے باز آ جاؤ کہ کہیں تمھیں بھی اللہ کا عذاب ان کی طرح اپنی گرفت میں نہ لے لے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ اَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوۡدُ ﴿ۙ﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ وَ اِخۡوَانُ لُوۡطٍ ﴿ۙ﴾ وَّ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَةِ وَ قَوۡمُ تُبَّعٍ ؕ کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیۡدِ ﴾ [ق : ١٢ تا ١٤] ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿ۚۖ﴾ فَقُلۡنَا اذۡهَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِیۡرًا ﴿ؕ﴾ وَ قَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰهُمۡ وَ جَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿ۚۙ﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوۡدَا۠ وَ اَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۸﴾ وَ کُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدۡ اَتَوۡا عَلَی الۡقَرۡیَةِ الَّتِیۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ اَفَلَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَرَوۡنَهَا ۚ بَلۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴾ [الفرقان : ٣٥ تا ٤٠] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔ اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔''

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿۱۹﴾

''اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندوں کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ رحمان کے سوا انھیں کوئی تھام نہیں رہا ہوتا۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پرندے جو ان کے سروں پر فضا میں اپنے پروں کو پھیلائے اڑتے رہتے ہیں اور کبھی انھیں سمیٹ بھی لیتے ہیں، دونوں ہی حالتوں میں انھیں فضا میں کون روکے رکھتا ہے؟ یقیناً وہ ''رحمٰن'' کی ذات ہے کہ جس کی رحمت ہر چیز کو ڈھانپے ہوئے ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ پرندے جو فضا میں تیرتے رہتے ہیں انھیں بھی گرنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے اس کی رحمت ہی بچائے رکھتی ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز اس کی نظر میں ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال، اس کی ضرورت اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اپنی رحمت کا حصہ عطا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [النحل : ۷۹] ''کیا انھوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ﴿۲۰﴾

''یا کون ہے وہ جو تمھارا لشکر ہو، تمھاری مدد کرے، رحمان کے مقابلے میں؟ کافر دھوکے کے سوا کسی کھاتے میں نہیں ہیں۔''

جو لوگ حق سے اعراض کرتے اور اللہ سے سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں ان سے بطور زجر و توبیخ کہا جا رہا ہے کہ اگر رحمٰن تمھیں کسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے، تو اس کی ذات کے سوا کون ہے جو تمھاری مدد کر کے اس مصیبت سے تمھیں نجات دلا دے؟ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے کافروں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اس نے ان کی نگاہوں میں اعمالِ شرک کو خوبصورت بنا دیا ہے اور اس فریب میں مبتلا کر دیا ہے کہ مرنے کے بعد نہ کوئی دوسری زندگی ہے اور نہ حساب و کتاب اور اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی ہو گی تو ان کے معبود اللہ کے حضور ان کے سفارشی بنیں گے اور انھیں نجات دلا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۷۴، ۷۵] ''اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے، تا کہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور یہ ان کے لشکر ہیں، جو حاضر کیے ہوئے ہیں۔''

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴿۲۱﴾

''یا وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے، اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں۔''

اس آیت میں بھی انھی سرکشوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے بارش کو روک دے، یا تم پر اپنی روزی کے

دروازے بند کردے تو تمھیں پانی اور روزی کون دے گا؟ مخلوق کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روزی رسانی کی قدرت نہیں رکھتی تو دوسروں کو کیسے پہنچا سکے گی؟ لیکن سرکشوں کو ان آیتوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ ان کا تکبر بڑھ جاتا ہے اور حق سے مزید دور ہو جاتے اور اس عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کے معبود ہی انھیں مصیبتوں سے بچاتے اور انھیں روزی دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: ”« اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ”اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔“ تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (از راہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ٤٨٢٤]

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

”تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، زیادہ ہدایت والا ہے، یا وہ جو سیدھا ہو کر درست راستے پر چلتا ہے؟“

یہ موحد مومن اور کافر و مشرک کی مثال ہے۔ کافر سیدھے راستے پر چلنے کے بجائے گمراہی کے گڑھوں میں پڑ جانے کی وجہ سے منہ کے بل گرتا پڑتا چلا جا رہا ہوتا ہے، ایسا شخص منزل مقصود پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کے برعکس مومن توحید و سنت کی صراط مستقیم پر سیدھا ہو کر چل رہا ہوتا ہے۔ اسے دائیں بائیں اور سامنے ہر طرف سے اپنا راستہ اور اس کا گرد و پیش نظر آ رہا ہوتا ہے، وہ یقیناً اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا، جو جنت ہے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ کافروں کے متعلق فرمایا: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ [بنی إسرائیل : ٩٧] ”اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر کو اس کے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں اسے دو پاؤں پر چلا دیا، کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذین یحشرون علی وجوههم إلی جهنم ...... الخ ﴾ : ٤٧٦٠۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علی وجهه : ٢٨٠٦]

قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

''کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ ہی نے تمھیں پیدا فرمایا اور تمھیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔ اب پیدا کرنے کا شکر تو یہ تھا کہ صرف اسی کی عبادت کرتے، جبکہ کان، آنکھیں اور دل عطا فرمانے کا شکر یہ تھا کہ انھیں وہیں استعمال کرتے جہاں یہ نعمتیں دینے والے کی رضا تھی اور ان کے ذریعے سے اس کی خوشنودی کا راستہ تلاش کرتے، مگر تم نے نہ کانوں سے حق بات سنی، نہ آنکھوں سے دیکھ کر عبرت پکڑی، نہ دل سے اس کی توحید کو سمجھنے کی کوشش کی۔ بے شمار نعمتوں میں سے یہ تین نعمتیں اس لیے ذکر فرمائیں کہ یہ تینوں علم کے ذرائع ہیں اور ان کے ذریعے سے آدمی حق تک پہنچ سکتا ہے۔ اس آیت میں خطاب کفار سے ہے اور ''تم کم ہی شکر کرتے ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ تم بالکل شکر ادا نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴾ [السجدة : ۷ تا ۹] ''جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اَمَّنۡ یَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ مَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ یُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَ مَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الۡحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

''کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی نے تمھیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور تمھیں انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازا، جن سے تم اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتے ہو۔ جب تمھاری دنیاوی زندگی کے ایام پورے ہو جائیں گے تو وہ تمھیں یہاں سے اٹھا لے گا اور پھر قیامت کے دن زندہ کر کے اپنے سامنے اکٹھا کرے گا۔

زمین میں پھیلا دینا بھی اسی کا کام ہے، کوئی دوسرا اس کام میں اس کا شریک نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟''

یعنی منکرین بعث بعد الموت انبیاء کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تمھاری بات سچی ہے تو ذرا ہمیں اس کی آمد کا وقت تو بتا دو۔ گویا قیامت کی آمد کا وقت بتا دینا کافروں کے نزدیک انبیاء کی صداقت کی دلیل تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٩ تا ٥٢] ''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔ جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔''

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

''کہہ دے یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو انھیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ اس کی آمد کا وقت تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس بات کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ بات سچی نہیں ہے۔ بات یقیناً سچی ہے اور قیامت کی آمد میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن میں نہ قیامت لانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ مجھے اس کے وقت کا علم ہے، میرا کام صرف یہ

ہے کہ وقت سے پہلے تمھیں قیامت کے متعلق آگاہ کر دوں اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرا دوں، سو یہ کام میں نے کر دیا ہے۔ قیامت کا وقت بتانا میرے فرائض میں نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٦] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔“

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝۲۷

”پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔“

کفار و مشرکین دنیا میں قیامت اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتے ہیں، لیکن جب قیامت واقعی آ جائے گی اور وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد میدان محشر میں جمع کر دیے جائیں گے اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی، ان کے چہرے مارے خوف و دہشت کے سیاہ ہو جائیں گے اور فرشتے ان سے بطور زجر و توبیخ کہیں گے کہ یہی ہے وہ جہنم جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ تم کہا کرتے تھے کہ قیامت کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اب تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تمھارے لیے اس سے نجات کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٠] ”اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟“

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۸

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم فرمائے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا؟“

کفار مکہ اسلام کے پھیلنے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے خلاف اپنی تمام کوششوں کا ناکام ہونا دیکھ کر اس امید پر جی رہے تھے کہ کبھی نہ کبھی زمانے کی گردش ان کا کام تمام کر دے گی۔ اس پر حکم ہوا کہ ان سے کہو مجھے اور میرے

ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم کرے، تمھیں اس سے کیا غرض ہے؟ تم اپنی فکر کرو کہ کفر کے نتیجے میں جو عذاب الیم تم پر آنے والا ہے، تمھیں اس سے کون بچائے گا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الرعد : ۳۱] "اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ انھیں اس کی وجہ سے جو انھوں نے کیا، کوئی نہ کوئی سخت مصیبت پہنچتی رہے گی، یا ان کے گھر کے قریب اترتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائے۔ بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔"

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

"کہہ دے وہی بے حد رحم والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسا کیا، تو تم عنقریب جان لوگے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ مشرکین مکہ کو بتا دیجیے کہ ہم رحمٰن کی ذات پر ایمان لے آئے ہیں اور عملی طور پر اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے اور ہر حال میں اس کی ذات پر بھروسا کرتے ہیں، جبکہ تمھارا حال یہ ہے کہ نہ تم "رحمٰن" پر ایمان لائے اور نہ اس کی ذات پر تمھارا بھروسا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہم راہ حق پر گامزن ہیں اور ضلالت و گمراہی تمھاری قسمت میں آئی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

"کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی مشرکین کو یہ بات بتائی کہ تمام نعمتیں بندوں کو اسی ذاتِ واحد کی طرف سے ملی ہیں، بالخصوص پانی کہ جس کے ذریعے سے اللہ نے تمام زندہ چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر اللہ اس پانی کو زمین کی آخری تہ میں پہنچا دے، تو اس کے سوا کون ہے جو تمھیں صاف و شفاف پانی عطا کرے؟ جواب معلوم ہے کہ کوئی نہیں ہے اور جب بات ایسی ہے تو پھر اس اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کیوں پوجتے ہو، کیوں دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو؟

سورۃ القلم مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾

’’نٓ۔ قسم ہے قلم کی! اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں! کہ تو اپنے رب کی نعمت سے ہرگز دیوانہ نہیں ہے۔ اور بے شک تیرے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔‘‘

قرآن کریم میں موجود دیگر حروف مقطعات کی طرح ’’نٓ‘‘ بھی ایک حرف مقطع ہے، جس کا حقیقی معنی و مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قلم کی قسم کھائی ہے جسے اللہ نے پیدا کیا اور اسے لکھنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب لکھ دے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان تمام اشیاء کی قسم کھائی ہے، جنھیں فرشتے لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ان تمام اعمال کی بھی قسم کھائی ہے جنھیں اللہ کے مکرم فرشتے ’’کراماً کاتبین‘‘ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ واقعی آپ کو آپ کے رب نے نبوت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے، جس کے زیر اثر لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ کفار و مشرکین محض شدتِ حسد سے آپ کو مجنون کہتے ہیں، آپ مجنون نہیں بلکہ عظیم الشان نبی ہیں۔ آپ اسلام کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے میں جو تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اس کا جو عملی نمونہ اپنے کردار سے پیش کر رہے ہیں، اس کا اجر و ثواب آپ کو ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بھی مذکورہ بالا قسم کھائی ہے کہ آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی، وہ قلم ہے اور پھر اسے حکم دیا کہ لکھ! تو اس نے ہر وہ چیز لکھ دی جو (ازل سے) ابد تک ہونے والی ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة نون والقلم : ۳۳۱۹]

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ : کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ فَمَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴾ [الطور : ۲۹] ''پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کا ہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔'' اور فرمایا: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴾ [الدخان : ۱۳، ۱۴] ''ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور قسم کھا کر فرمایا کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے مجنون و دیوانہ نہیں ہیں۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ : سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا، کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وہی تھا جس کا قرآن میں حکم ہے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل و من نام عنه أو مرض : ۷۴۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے جو واقعات سیرت طیبہ میں ملتے ہیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ ذیل میں ہم آپ کے اخلاق کریمانہ کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا، آپ نے نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیے والی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا، اس نے آپ کی چادر کو بہت زور سے کھینچا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے موٹے حاشیے نے اس پر نشان ڈال دیا تھا۔ تو اس دیہاتی نے کہا، اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھے دینے کا حکم فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك ...... الخ : ۶۰۸۸]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور کچھ لوگ اور بھی آپ کے ساتھ تھے، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ تو کچھ (دیہاتی) لوگ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور آپ سے مال طلب کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو ببول کے ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ تو اس

درخت کے کانٹوں کے ساتھ آپ کی چادر الجھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا: ''میری چادر تو مجھے دے دو، (یقین رکھو!) اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان سب کو تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ پھر (یہ بھی سن لو کہ) تم مجھے بخیل نہ پاؤ گے، نہ جھوٹا پاؤ گے اور نہ بزدل۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة في الحرب و الجبن : ۲۸۲۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے، انھوں نے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ'' ''تم پر موت طاری ہو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: « عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ » ''تمھی پر موت طاری ہو اور اللہ تم پر لعنت کرے اور اللہ تم پر اپنا غضب نازل کرے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! رک جاؤ، نرمی کو اپنے اوپر لازم کرو، سختی اور بدکلامی سے بچو۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے سنا نہیں جو انھوں نے کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم نے نہیں سنا، میں نے کیا کہا؟ میں نے (ان کی بددعا کو) انھی پر لوٹا دیا۔ میری بددعا ان کے حق میں قبول ہو گئی، لیکن ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہیں ہو گی۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب لم يكن النبي ﷺ فاحشًا ولا متفاحشًا : ۶۰۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق قبیلہ کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا۔ اس کا اثر آپ پر بس اتنا ہوا کہ کبھی آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے، حالانکہ وہ کام آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن یا شاید رات کے وقت، جب آپ میرے پاس تھے، آپ نے خوب دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے جو بات دریافت کی تھی اللہ نے وہ بات مجھے بتا دی ہے؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا، ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا، لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا، کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی اور کنگھی سے گرے ہوئے سر کے بالوں میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا، ذروان کنویں میں۔'' رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں پر گئے، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا گویا کہ اس میں مہندی گھول دی گئی ہو اور کھجور کے درخت کی چوٹیاں ایسی معلوم ہو رہی تھیں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے نکلوا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے عافیت دے دی، اس لیے میں نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے درمیان کوئی برائی پھیلاؤں۔'' پھر آپ نے حکم دیا (کہ اسے نکال کر دفن کر دیا جائے) تو اسے دفن کر دیا گیا۔ [بخاري، كتاب الطب، باب السحر : ۵۷۶۳۔ مسلم، كتاب السلام، باب السحر : ۲۱۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے!

آپ نے فرمایا: ''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها : ۲۵۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں نہیں کیا؟ [بخاری، كتاب الأدب، باب حسن الخلق : ۶۰۳۸۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ : ۲۳۰۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی قمیص اسے دی اور کہا کہ اس میں اسے کفن دو۔ پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ یہ تو منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے بخشش کی دعا مانگنے سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ [التوبة : ۸۰] ''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا'' تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں گا۔'' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل کر دی: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۴] ''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ولا تصل على أحد منهم مات أبدا...... الخ ﴾ : ۴۶۷۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں داخل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے، آپ کے حکم سے اس کو باہر نکالا گیا اور آپ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، چنانچہ آپ نے اس پر دم کرتے ہوئے اسے اپنی قمیص پہنائی اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے۔ [بخاری، كتاب اللباس، باب لبس القميص : ۵۷۹۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جاتی تھی تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ [بخاری، كتاب الحدود، باب كم التعزير والأدب؟ : ۶۸۵۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام...... الخ : ۲۳۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ بیوی کو اور نہ خادم کو مگر ہاں! آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام ...... الخ : ۲۳۲۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے

تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: «اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّیْ عَلَیْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ» ”اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔“ تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (از راہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرما دی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ۴۸۲۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(اے لوگو!) کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ کس طرح قریش کی گالیوں اور ان کی لعن طعن کو مجھ سے پھیر دیتا ہے؟ وہ کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے شخص) کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں، جبکہ میں تو محمد ہوں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۳۵۳۳]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف بنوعقیل کے حلیف تھے۔ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے دو ساتھیوں کو قید کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنوعقیل کے ایک آدمی کو قید کر لیا، اس آدمی کے ساتھ عضباء (نامی اونٹنی) بھی صحابہ کے ہاتھ آئی۔ رسول اللہ ﷺ اس شخص کے پاس گئے، وہ رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے کہا، اے محمد! اے محمد! آپ اس کے قریب پہنچے۔ آپ نے پوچھا: ”تیرا کیا حال ہے؟“ اس نے پوچھا، آپ نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے اور حاجیوں کی سب سے تیز رفتار اونٹنی کو کیوں پکڑا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تجھ کو تیرے حلیف ثقیف کی وجہ سے گرفتار کیا ہے۔“ پھر آپ اس کے پاس سے چلے آئے، اس نے پھر پکارا، اے محمد! اے محمد! رسول اللہ ﷺ بڑے رحیم اور بہت نرم دل تھے۔ آپ پھر اس کے پاس گئے، آپ نے پوچھا: ”تیرا کیا حال ہے؟“ اس نے کہا، میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تجھے اپنے کام کا اختیار تھا تو تو پوری طرح فلاح پاتا۔“ پھر آپ لوٹ آئے۔ اس نے پھر پکارا، اے محمد! اے محمد! آپ پھر اس کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا: ”تیرا کیا حال ہے؟“ اس نے کہا، میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلایئے۔ میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلایئے۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں یہ تیری حاجت ہے۔“ پھر وہ شخص ان دو مسلمانوں کے عوض چھوڑ دیا گیا۔ [مسلم، کتاب النذر، باب لا وفاء لنذر فی معصیة اللہ ولا فیما لا یملك العبد : ۱۶۴۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد میں آ کر پیشاب کرنے لگا، لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال دو، اس لیے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔“ [بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد : ۲۲۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ بدزبان تھے اور نہ بدکلام، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے

اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے، بلکہ آپ معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔[ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی خلق النبی ﷺ : ۲۰۱۶]

فَسَتُبۡصِرُ وَ يُبۡصِرُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَيـيِّكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿۶﴾

''پس جلد ہی تو دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کا تقاضا یہی تھا کہ آپ ان کے مجنون کہنے اور دوسری تکلیف دہ باتوں پر صبر کریں۔ جلد ہی سے مراد وہ مواقع ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مختلف طریقوں سے مدد کی، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آخر کار آپ کے جانی دشمن فوج در فوج آپ پر ایمان لا کر آپ کے جاں نثار دوست بن گئے اور جو مخالف رہے وہ بدر، احد اور خندق و فتح مکہ وغیرہ میں قتل ہوئے یا ذلیل و خوار ہوئے اور تمام جزیرۂ عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔ پھر قیامت تک آپ کی امت کے ہاتھوں ہونے والی فتوحات اور اسلام کی سربلندی سے بھی واضح ہو گیا کہ پاگل و دیوانہ کون تھا؟ اس کے علاوہ جلد ہی سے مراد قیامت کا دن بھی ہے، جب رسول اللہ ﷺ مقام محمود پر تشریف فرما ہوں گے اور آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا۔ آپ حوض پر اپنے امتیوں کو پانی پلا رہے ہوں گے اور آپ کو جھٹلانے والے مجرم جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے، تب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی کہ دیوانہ کون ہے؟ یعنی عنقریب ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الملك : ۲۹] ''کہہ دے وہی بے حد رحم والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسا کیا، تو تم عنقریب جان لوگے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔''

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۷﴾

''یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے ان کو جو سیدھی راہ پر ہیں۔''

یعنی وہ جانتا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کون ہدایت یافتہ ہے؟ اور راہِ حق سے بہک کر گمراہ ہونے والی جماعت کو بھی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴾ [النجم : ۳۰] ''یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [القصص : ۸۵] ''کہہ میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔''

فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ﴿۹﴾

''پس تو ان جھٹلانے والوں کا کہنا مت مان۔ وہ چاہتے ہیں کاش! تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔''

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کی قوم کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹک رہی ہے، تو آپ کے لیے یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ آپ اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام کی تکذیب کرنے والوں کی بات مانیں۔ وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی عیب جوئی نہ کریں اور ان کی بے بسی بیان نہ کریں، تاکہ وہ بھی آپ کو گالی نہ دیں اور اذیت نہ پہنچائیں۔

وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝

’’اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے۔ سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنام ہے۔ اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا رہا ہے۔ جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ جلد ہی ہم اسے تھوتھنی پر داغ لگائیں گے۔‘‘

کافروں کی بات نہ ماننے کے تذکرے کے بعد اب بطور خاص مکہ کے بعض شریر قسم کے لوگوں کی بات نہ ماننے کی نصیحت کی جا رہی ہے۔ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک شخص اس معاملہ میں پیش پیش تھا۔ یہ بڑا غیبت کرنے والا، چغلی کھانے والا، جھوٹی قسمیں کھانے والا، نیکی کے کاموں سے روکنے والا، بدمزاج اور شرارت میں شہرت یافتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بدخصلتوں کا ذکر کر کے اس سے ہوشیار کر دیا اور واضح الفاظ میں فرما دیا کہ اس کا کہنا نہ ماننا اور اس کی خوشامدانہ باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا کہ اسے مال اور بیٹوں کی نعمت سے نوازا، مگر یہ ان انعامات الٰہی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کر کے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ رہا ہے اور آیات الٰہی کے بارے میں اس بدگمانی میں مبتلا ہے کہ یہ جھوٹی ہیں اور اگلے لوگوں کے قصے کہانیوں سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ [المدثر : ۱۱ تا ۳۰] ’’چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا

ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گھاٹی چڑھنے کی تکلیف دوں گا۔ بے شک اس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔ میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔“

آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پیشانی پر ایک ایسا قبیح المنظر نشان پیدا کر دے گا کہ وہ دیگر کافروں سے بالکل الگ پہچانا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے دنیا میں نبی کریم ﷺ سے تمام کافروں سے بڑھ کر عداوت کی تھی۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ : یعنی جو لوگوں کی چغلی کھاتا، انھیں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا اور لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کو باتیں بتاتا ہو۔ یہ بات تباہ و برباد کر دینے والی ہے۔ چغلی کے متعلق سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة : ٦٠٥٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة : ١٠٥/١٦٩]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جنھیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”کیوں نہیں ! (یہ گناہ اللہ کے ہاں بڑے ہی ہیں) ایک شخص تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھایا کرتا تھا۔“ [بخاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله : ٢١٦۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه : ٢٩٢]

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں تمھارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟“ صحابہ نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ کیا میں تمھیں تمھارے بدترین افراد کے بارے میں خبر نہ دوں؟“ صحابہ نے عرض کی، کیوں نہیں! (ضرور دیں) آپ نے فرمایا: ”تم میں سے بدترین افراد وہ ہیں جو دوستوں میں فساد ڈلوانے والے ہوں، چغل خور ہوں اور پاک دامن لوگوں پر تہمت لگانے والے ہوں۔“ [مسند أحمد : ٤٥٩/٦، ح : ٢٧٦٧٠۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه له : ٤١١٩]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ : نیک کاموں سے روکنا بہت بری خصلت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا

﴿لَدَیَّ عَتِیْدٌ ۝ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ﴾ [قٓ : ۲۳ تا ۲۶] ''اوراس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ جہنم میں پھینک دو تم دونوں (فرشتے) ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ جو خیر کو بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا، سو دونوں اسے بہت سخت عذاب میں ڈال دو۔''

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ : ''اَلْعُتُلّ'' کے معنی ہیں بدخو، سخت دل، اکھڑ مزاج، جیسا کہ سیدنا حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ جو (بظاہر) عاجز و ضعیف ہیں، لیکن (اللہ کے ہاں ان کا مقام یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ ضرور پوری کر دیتا ہے۔ کیا میں تمھیں جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا (جہنمی ہے)۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذلك زنيم ﴾ : ۴۹۱۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۲۸۵۳]

شرارت کی برائی بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدتر شخص وہ ہوگا، جس کی برائی سے بچنے کے لیے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب لم يكن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفاحشا : ۶۰۳۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب مداراة من يتقى فحشه : ۲۵۹۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے۔'' صحابہ نے پوچھا، اگر دینے کے لیے کچھ نہ ہو (تو کوئی شخص کیا کرے)؟ فرمایا: ''اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔'' صحابہ نے پوچھا، اگر اس میں اتنی استطاعت نہ ہو، یا ایسا نہ کر سکے تو تب؟ فرمایا: ''پریشان حال حاجت مند کی مدد کرے۔'' صحابہ نے عرض کی، اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا: ''پھر نیکی کا حکم دے۔'' صحابہ نے پوچھا کہ اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا: ''(اپنے آپ کو) شر سے روکے رکھے، اس لیے کہ (اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنا) بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب كل معروف صدقة : ۶۰۲۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف : ۱۰۰۸]

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷ وَ لَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝۱۹ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝۲۰ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝۲۱ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝۲۲ فَانْطَلَقُوْا وَ هُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝۲۳

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

''یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے انھیں اپنی نعمتیں دے کر آزمانا چاہا، ان کی خواہش کے مطابق انھیں مال و دولت، اولاد اور لمبی عمر دی اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا، اس لیے نہیں کہ وہ ہمارے بڑے محبوب بندے تھے، بلکہ ان کی رسی ڈھیلی کر دی اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوا، جس کی وجہ سے وہ کفر و عناد میں بڑھتے چلے گئے۔ جیسے اہل کتاب یا حبشہ کے وہ لوگ جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد ایک باغ کے وارث ہوئے تھے۔ جب اس کا پھل پک گیا، تو انھوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ صبح سویرے جا کر کسی آدمی کے جاگنے سے پہلے اس کے پھل توڑ لیں گے، تاکہ کوئی فقیر و مسکین آکر ان سے صدقہ نہ مانگے۔ وہ اس گمان میں مبتلا ہو گئے کہ اب اس باغ کے پھل کا حصول امر یقینی ہو گیا ہے، کوئی چیز اس راہ میں حائل نہیں ہے اور بھول گئے کہ اللہ کی مرضی کے بغیر وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہیں۔ انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم اپنے باغ کا پھل توڑ لیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کے وقت اس

باغ پر نازل ہوا اور سارا باغ جل کر اندھیری رات کی طرح کالا اور خاکستر ہو گیا اور کچھ بھی باقی نہ رہا۔ باغ کے انجام سے بے خبر، انھوں نے صبح سویرے ایک دوسرے کو پکارا اور کہا کہ اگر تمھیں اپنے باغ کا پھل حاصل کرنا ہے تو جلدی جلدی وہاں چلے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے، تاکہ کوئی فقیر و محتاج جان نہ جائے اور ان کے ساتھ نہ لگ جائے، جیسا کہ ان کے باپ کے زمانے میں ہوتا تھا، یعنی ان کی نیت خراب ہو گئی۔ انھوں نے اس مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ باغ کی طرف تیزی، غصہ اور اس پختہ ارادے کے ساتھ چلے کہ فقیروں کو ہرگز کچھ نہیں دینا۔ وہ اپنے خیال کے مطابق باپ کے مرنے کے بعد اس بات پر قادر ہو گئے تھے کہ اس میں سے اللہ کے نام کا کوئی حصہ نہیں نکالیں گے۔ جب انھوں نے باغ کو جلا ہوا پایا، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہے، ہم راہ بھٹک کر کہیں اور پہنچ گئے ہیں، لیکن حقیقت کو کب تک جھٹلاتے، انھیں یقین تو ہو ہی گیا تھا کہ ان کا باغ جل گیا ہے۔ اب انھیں فوراً یہ احساس ہوا کہ ہماری بدنیتی اور مساکین کا حق نہ دینے کے برے ارادے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نعمت سے محروم کر دیا ہے اور ہمارے باغ کا یہ حال ہو گیا ہے۔ ہمارا باپ اللہ کے شکر کے طور پر ہر سال باغ کے پھل سے فقیروں کا حق نکالتا تھا اور ان میں تقسیم کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے باغ کی حفاظت کرتا تھا۔ ان بھائیوں میں سے جو زیادہ صاحب تقویٰ اور صاحب عقل تھا، وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے مخاطب ہوا اور کہا کہ میں نے تم سب کو نصیحت کی تھی کہ تم لوگ اپنی بدنیتی سے توبہ کرو، اللہ کی یاد سے غافل نہ بنو، اس کے حق کو فراموش نہ کرو اور یاد رکھو کہ اللہ مجرمین سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے۔ چنانچہ سب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اللہ کے حضور تائب ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ اگر ہم نے مساکین کو ان کے حق سے محروم کرنے کی بری نیت نہ کی ہوتی اور اللہ کی قدرت کو بھول کر اپنی قدرت کا اظہار نہ کیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا، ہائے افسوس کہ ہم غفلت و جہالت میں پڑ کر اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے۔

انھوں نے جب اپنے گناہ سے توبہ کر لی اور آئندہ کے لیے اللہ سے عہد کر لیا کہ اب ایسی غلطی نہیں کریں گے، تو اپنے رب سے اچھی امید کر لی۔ کہنے لگے کہ اللہ ہمیں اپنی رحمت سے محروم نہیں کرے گا اور اس سے اچھا باغ ہمیں عطا کرے گا، کیونکہ ہم اپنے رب سے یہی امید رکھتے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا کہ کافروں اور سرکشوں کو اللہ کا عذاب اسی طرح اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور آخرت میں انھیں جو عذاب دیا جائے گا، وہ تو بڑا ہی دردناک ہوگا۔ کاش! اہل مکہ اس بات کو سمجھ لیتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے، لیکن اگر اسی طرح کفار مکہ ناشکری کرتے رہے اور ایمان نہ لائے تو ان کو بھی ان تمام نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا جن میں وہ مگن ہیں۔ بالآخر ایسا ہی ہوا، وہ ان تمام نعمتوں سے محروم کر دیے

گئے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ قریش کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے تو آپ نے (اس طرح) دعا کی: « اَللّٰهُمَّ ! اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ”اے اللہ! ایسا سات سالہ قحط بھیج کر ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما جیسا یوسف (علیہ السلام) کے زمانے میں بھیجا تھا۔“ تو قحط نے ان کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس نے ہر چیز ختم کر دی، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں اور مردار تک کھا گئے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ اس پر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہوتی جا رہی ہے، (ازراہِ کرم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اس (قحط سالی) کو دور فرما دے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرما دی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ثم تولوا عنه و قالوا معلم مجنون ﴾ : ۴۸۲۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ۹۸۷]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کنز (یعنی خزانہ) جمع کرنے والوں کو ایسے داغ کی بشارت دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے تو ان کے پہلوؤں سے نکل آئیں گے اور ان کی گدیوں پر لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل آئیں گے۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکنازین للأموال والتغلیظ علیهم : ۳۵/۹۹۲]

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

”بلاشبہ ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت والے باغات ہیں۔ تو کیا ہم فرماں برداروں کو جرم کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ یا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو۔ کہ بے شک تمھارے لیے آخرت میں یقیناً وہی ہوگا جو تم پسند کرو گے۔ یا تمھارے پاس ہمارے ذمے کوئی حلفیہ عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک جا پہنچنے والے ہیں کہ بے شک تمھارے لیے یقیناً وہی ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔ ان

سے پوچھ ان میں سے کون اس کا ضامن ہے؟ یا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو وہ اپنے شریک لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والے مسلمانوں کو قیامت کے دن ان کے رب کے پاس ایسی جنتیں ملیں گی جن میں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ عقل کے اندھے کفار و مشرکین یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کی بندگی کے لیے سر جھکانے والے مسلمانوں کو ان مجرمین کی مانند بنا دیں گے جو شرک اور کبائر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اے کفارِ مکہ! تمھارے پاس کون سی طاقت ہے اور تم کس دلیل کی بنیاد پر ایسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، جس میں یہ فیصلہ درج ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن مومنوں سے اچھی حالت میں رہو گے؟ کیا اس کتاب میں وہ بات ہے جسے تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ کیا تمھارے پاس اللہ کی جانب سے قسموں کے ذریعے سے پختہ کیے گئے وہ وعدے ہیں، جو قیامت تک نہیں ٹوٹیں گے کہ تمھیں قیامت کے دن وہی ملے گا جس کا تم اپنے لیے فیصلہ کر چکے ہو؟ یعنی تم مومنوں سے بہتر حالت میں ہو گے۔ اے میرے نبی! آپ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی کہ آخر ان کا وہ کون سا لیڈر ہے جس نے انھیں ان کے فیصلہ کی ضمانت دے رکھی ہے؟ یا ان کے لیے اللہ کے کچھ شرکا ہیں جنھوں نے انھیں اس فیصلہ کی ضمانت دے رکھی ہے۔ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو ان شریکوں کو سامنے لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے، جس سے ان کے جھوٹے دعویٰ کی تائید ہو۔ اس لیے معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ کبر و عناد اور فسادِ عقل پر مبنی ہے، جو روزِ قیامت ان کے انجام کو نہیں بدل سکے گا۔ کافروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے، آخرت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ تبدیل نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، دنیا میں بھی اسے اس کا اجر دے گا اور آخرت میں بھی اس کا اجر دے گا اور رہا کافر تو جو نیک عمل اس نے اللہ کے لیے کیے ہوں گے ان کا پورا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے گا۔ پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہو گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا و الآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴾ [النبا : ۳۱ تا ۳۵] ”یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔“

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

''جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔''

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھول دے گا، تو مومن مرد و عورت سجدہ میں گر جائیں گے، جبکہ منافق مردوں اور عورتوں کی پیٹھیں تختہ کی مانند ہو جائیں گی اور ہزار کوشش کے باوجود سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کبھی سجدہ نہیں کیا تھا، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو دنیا میں دکھلاوے اور ناموری کے لیے سجدہ کرتا تھا۔ وہ سجدہ کرنے لگے گا تو اس کی پیٹھ ایک تختہ کی مانند ہو جائے گی (یعنی دوہری نہیں ہو سکے گی)۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يوم يكشف عن ساق ﴾ : ٤٩١٩۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٣]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر قوم جس کی پرستش کرتی تھی اس کے پیچھے چلی جائے۔ تو صلیب والے صلیب کے پیچھے، بتوں والے بتوں کے پیچھے اور دوسرے معبودوں والے اپنے معبودوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ بچے کھچے اہل کتاب رہ جائیں گے ...... اللہ ان سے پوچھے گا، کیا تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان کوئی نشانی ہے کہ جسے تم پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے، پنڈلی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة، إلى ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٣٩]

فَذَرْنِيْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

''پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی تمام تر وعیدوں کے باوجود جب مشرکین مکہ نے اسلام قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ جو لوگ اس قرآن کو جھٹلا رہے ہیں ان کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے، مجھے معلوم ہے کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اور میں ان سے انتقام لینے کی ہر طرح سے قدرت رکھتا ہوں۔ ہم ان کی رسی ڈھیلی کر دیں گے اور انھیں صحت و عافیت کے

ساتھ ساتھ ڈھیر ساری نعمتیں دے کر آہستہ آہستہ ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیں گے اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤] ''پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔''

وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

''اور میں انھیں مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

یعنی میں انھیں جو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ میری ایک تدبیر ہے اور ان لوگوں کے خلاف تو میری تدبیر بہت قوی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرتے، میرے رسولوں کی تکذیب کرتے اور میری معصیت و نافرمانی کی جرأت کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝

''یا تو ان سے کوئی مزدوری طلب کرتا ہے کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، تو وہ لکھتے جاتے ہیں۔''

مشرکین مکہ آپ کی اور قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، تو کیا آپ دعوتِ حق کا ان سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے وہ دبے جا رہے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کی دعوت قبول کرنے سے کتراتے ہیں؟ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں! ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے کہ لوح محفوظ ان کے سامنے کھلا پڑا ہے اور علم غیب سے سارے پردے ان کے لیے اٹھا دیے گئے ہیں، جس سے استفادہ کر کے وہ خود ہی جان لیتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام اہلِ ایمان سے ارفع و اعلیٰ ہے اور انھیں آپ پر نازل کردہ وحی اور دین کی ضرورت نہیں ہے، تو ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْ لَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

’’پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو، جب اس نے پکارا، اس حال میں کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اسے اس کے رب کی نعمت نے سنبھال لیا تو یقیناً وہ چٹیل زمین پر اس حال میں پھینکا جاتا کہ وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اسے نیکوں میں شامل کر دیا۔‘‘

مچھلی والے سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے اپنے رب کے حکم کا انتظار نہیں کیا اور اس حسنِ ظن کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے چلے جانے پر کوئی گرفت نہیں ہوگی، جلدی میں اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴾ [الأنبیاء : ۸۷] ’’اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو پسند نہیں کیا، بلکہ ان کی گرفت کر لی اور سمندر میں ایک مچھلی نے انھیں نگل لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۱۳۹ تا ۱۴۲] ’’اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔‘‘

حزن و ملال سے ان کا دل بھر آیا، دل کے بھر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس دن ان کے دل میں کئی غم اور صدمے اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا غم، دوسرا صریح اجازت کے بغیر چلے آنے کا، تیسرا سمندر میں پھینک دیے جانے کا اور چوتھا مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا، ان سب غموں اور صدموں کا علاج انھوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا، تسبیح اور استغفار سے کیا۔ مچھلی کے پیٹ ہی میں انھوں نے اپنے رب کو پکارا اور کہا: ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۸۷] ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔‘‘

آگے فرمایا کہ اگر اللہ کی رحمت ان کے شامل حال نہ ہوتی اور اللہ ان کی توبہ قبول نہ کرتا، تو مچھلی انھیں کسی ویران جگہ میں پھینک آتی، اس حال میں کہ وہ اپنی غلطی کی وجہ سے لائق سرزنش اور مذموم ہوتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان پر رحم کرتے ہوئے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ انھیں ساحل سمندر پر اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے ایسا ہی کیا۔ اس سب کے باوجود وہ اپنے رب کے مقبول و محمود اور نیکو کار بندے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متیٰ سے بہتر قرار دے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و إن یونس لمن المرسلین ﴾ : ۳۴۱۳، ۳۴۱۶]

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا یقیناً قریب ہیں کہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر کو سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً یہ تو دیوانہ ہے۔ حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔''

کفارِ قریش اور دیگر کفارِ عرب نبی کریم ﷺ سے شدید بغض و عداوت رکھتے تھے۔ آپ جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے تو لوگ آپ کو ایسی عداوت اور نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت نہ کر رہا ہوتا تو آپ ان کی بری نظر کے زیر اثر بیمار ہو جاتے، یعنی ان کی نظر آپ کو لگ جاتی، لیکن اللہ کا فضل ہمیشہ آپ کے شامل حال رہا۔ مشرکین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) کو جنون لاحق ہو گیا ہے، اسی لیے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تو اللہ کے نبی اور رسول ہیں، ان کو اللہ نے اس لیے مبعوث کیا ہے تاکہ وہ سارے جن و انس تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ: یعنی آپ کو نظر لگا دیں گے۔ بغض کی وجہ سے یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور حمایت فرما رہا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر لگنا اور اس کا اثر انداز ہونا حق ہے، جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی بہت سی احادیث سے بھی یہ ثابت ہے، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دم تو صرف نظر لگنے سے یا ڈنک مارنے والی چیز (بچھو وغیرہ کے ڈسنے کی وجہ) سے ہوتا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما رخص فيه من الرقى : ۳۵۱۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة ...... الخ : ۲۲۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی، بہرحال جب تم سے (نظر بد کی وجہ سے) غسل کروایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ۲۱۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے: « أُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ » ''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔'' اور فرماتے: ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام کو انھی کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔'' [ترمذی،

کتاب الطب، باب [کیف یعوذ الصبیان] : ۲۰۶۰۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، بابٌ : ۳۳۷۱۔ أبوداوٗد، کتاب السنۃ، باب فی القرآن : ٤٧٣٧]

ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو انھوں نے (سہل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر) کہا، جیسا (خوش رنگ جسم) آج دیکھا ہے، (پہلے) کبھی نہیں دیکھا، کسی پردہ نشین (کنواری لڑکی) کی جلد بھی ایسی (خوش رنگ) نہیں ہوتی۔ تو وہ فوراً ہی زمین پر گر پڑے (اور انھیں اچانک تیز بخار ہو گیا کہ کھڑے نہ رہ سکے)۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور کہا گیا، سہل کی خبر لیجیے، وہ تو گرے پڑے ہیں (اٹھ بھی نہیں سکتے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھیں اس کے بارے میں کس پر شک ہے؟“ لوگوں نے کہا، (اسے) عامر بن ربیعہ (کی نظر لگی ہے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو قتل کرنے والی حرکت کرتا ہے؟ اگر کسی کو اپنے بھائی کی کوئی چیز نظر آئے جو اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اسے برکت کی دعا دے۔“ پھر پانی طلب فرمایا اور عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وضو کریں، چنانچہ انھوں نے اپنا چہرہ، کہنیوں تک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور تہ بند کا اندر کا حصہ دھویا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی سہل رضی اللہ عنہ پر ڈالنے کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ برتن ان (سہل) کے پیچھے سے (ان پر) انڈیل دیا جائے۔ [ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العین : ۳۵۰۹]

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ بیمار ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ تو جبریل علیہ السلام نے کہا: « بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ » ”اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمھارے لیے ہر اس چیز سے جو تمھیں تکلیف پہنچاتی ہے اور ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظر بد کی برائی سے شفا طلب کرتا ہوں۔ اللہ تمھیں شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمھارے لیے شفا طلب کرتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ۲۱۸۶]

سیدنا عبید بن رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کے رسول! جعفر (رضی اللہ عنہ) کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے، کیا میں انھیں دم کروا لیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی۔“ [ابن ماجہ، کتاب الطب، باب من استرقٰی من العین : ۳۵۱۰۔ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین : ۲۰۵۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کروا لیا کریں۔

[بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ العین : ۵۷۳۸۔ مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین ...... الخ : ۲۱۹۵]

سورۃ الحاقۃ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

اَلۡحَآقَّۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ؕ﴿۳﴾

"وہ ہو کر رہنے والی۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ ہو کر رہنے والی کیا ہے؟"

"اَلۡحَآقَّۃُ" سے مراد قیامت ہے، قیامت کو "اَلۡحَآقَّۃُ" اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کا واقع ہونا بالکل حق ہے، ثابت ہے، وہ آ کر رہے گی اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ﴾ [الحجر : ۸۵] "اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے۔ پس درگزر کر، خوبصورت طریقے سے درگزر کرنا۔" اور فرمایا: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ﴾ [الواقعۃ : ۱، ۲] "جب وہ واقع ہونے والی واقع ہو گی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔"

کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ ﴿۵﴾ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ﴿۷﴾ فَہَلۡ تَرٰی لَہُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ ﴿۸﴾

"ثمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلا دیا۔ سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔ اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے

ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟“

کفارِ قریش کی طرح قوم ثمود اور قوم عاد نے بھی روزِ قیامت کو جھٹلایا، تو قوم ثمود کے لوگ ایک شدید ترین چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیے گئے، جبکہ قوم عاد ایک شدید ترین ٹھنڈی اور تیز و تند آندھی کے ذریعے سے ہلاک کر دی گئی۔ یہ لوگ ”احقاف“ میں آباد تھے جو عمان اور حضر موت (یمن) کے درمیان ریگستانی علاقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں کے لیے مسلط کر دیا تھا، جو مسلسل چلتی رہی اور ان کو بیخ و بن سے ختم کرتی رہی۔ چنانچہ ان کی لاشوں کے اس طرح ڈھیر لگ گئے، جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت جڑ سے اکھڑ کر زمین پر گرے پڑے ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ١٨ تا ٢٠] ”عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی (یعنی مشرقی ہواؤں کے ساتھ) اور قوم عاد کے لوگ ہلاک کیے گئے دبور کے ساتھ (یعنی مغربی ہواؤں کے ساتھ)۔“ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب قول النبي ﷺ : نصرت بالصبا : ١٠٣٥۔ مسلم، كتاب صلوة الاستسقاء، باب في ريح الصبا والدبور : ٩٠٠]

وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ وَ مَنْ قَبْلَهٗ وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

”اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹ جانے والی بستیوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تا کہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔“

عاد و ثمود کی طرح اس سرزمین پر دوسری سرکش قومیں بھی پائی گئیں۔ ملک مصر میں فرعون پیدا ہوا، جس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو بہت سے معجزے دے کر مبعوث کیا، لیکن فرعون نے کفر کی راہ اختیار کی۔ فرعون سے پہلے بھی ایسی قومیں پائی گئیں جنھوں نے اپنے زمانے کے رسولوں کی تکذیب کی۔ قوم لوط کی بستیاں کہ جن کے باشندوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا۔ ان تمام کافر قوموں نے اپنے رب کے رسولوں کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی

شدید ترین گرفت کی۔ ان کافر و سرکش قوموں میں قوم نوح کے لوگ بھی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں ڈبو دیا۔ جب طوفان کا پانی زمین پر ہر طرف پھیل گیا اور نشیبی اور بالائی زمین میں کوئی فرق نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ نے نوح اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ کشتی میں سوار لوگوں کے سوا سب ہلاک ہو گئے اور کشتی باقی ماندہ لوگوں کے لیے عبرت و موعظت کا سبب بن گئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو برباد کر دیتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ : فرعون اور اس کی قوم کے لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۶] ”تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔“

وَمَنْ قَبْلَهٗ : فرعون سے پہلے بھی بہت سی قومیں ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۸، ۳۹] ”اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔“

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ : الٹی ہوئی بستیوں سے مراد لوط علیہ السلام کے زمانے کی بستیاں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷۳ تا ۷۵] ”پس انھیں چیخ نے روشنی ہوتے ہی پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

قوم نوح کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۳۷] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

''پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمھاری کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔''

قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے نفخۂ فزع ہوگا جس سے گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھر اس کے بعد نفخۂ صعقہ ہوگا جس سے آسمانوں اور زمین کے سب باشندے بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے رکھے گا، پھر اس کے بعد ایک اور نفخہ ہوگا جس سے سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور بعث ونشور کا عالم برپا ہوگا۔ یہاں اسی پہلے نفخہ کا بیان ہے۔ زمین اور پہاڑ اوپر اٹھا کر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرا دیے جائیں گے کہ آنِ واحد میں پوری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ پڑے گا، اس کا رنگ بدل جائے گا اور یہ نہایت کمزور ہو جائے گا، فرشتے آسمان کے کناروں پر پناہ لیں گے۔ اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر عرش کو اٹھائے ہوں گے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے حساب اور جزا و سزا کے لیے پیش کیے جاؤ گے۔ وہ پیشی اس لیے نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ان اعمال کو جانے جن کی اسے خبر نہیں تھی، بلکہ اس سے مقصود تمھیں آزمانا اور تمھاری زجر و توبیخ ہوگی۔ تمھاری کوئی پوشیدہ بات نہ اللہ تعالیٰ سے پہلے پوشیدہ تھی اور نہ اس دن پوشیدہ ہوگی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کیسے اطمینان سے رہوں، جب کہ صور والا (فرشتہ) صور منہ میں لے کر پیشانی جھکائے ہوئے اور کان لگائے ہوئے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور میں پھونکنے کا حکم ہوتا ہے اور وہ پھونک مارے؟'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ۳۲۴۳]

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴾ [الواقعة : ٤ تا ٦] ''جب زمین ہلائی جائے گی، سخت ہلایا جانا۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا

رَبِّيْ نَسْفًا ﴿﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿﴾ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴾ [طٰهٰ : ١٠٥ تا ١٠٧] ''اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔''

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴾ [النبا : ١٩] ''اور آسمان کھولا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا۔''

وَالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىِٕهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ : یعنی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہو گا۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمھیں عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں۔ تو بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في الجهمية : ٤٧٢٧]

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

''سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہو گا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔''

اس دن جس کا صحیفۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کامیاب ہو گا اور مارے خوشی کے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہے گا کہ ذرا میرا صحیفہ لو اور اسے پڑھو تو سہی۔ مجھے دنیا میں اس بات کا یقین تھا کہ قیامت کے دن مجھے اپنے اعمال کا ضرور بدلہ ملے گا، اسی لیے میں نے ایمان اور عمل صالح کے ذریعے سے اس دن کے لیے تیاری کی تھی اور گناہوں سے بچا تھا۔ اگر کبھی نادانی کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس گناہ سے تائب ہوا، تو وہ گناہ میرے نامۂ اعمال میں درج نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک انسان کا انجام یہ بتایا کہ اسے جنت کے بالاخانوں میں خوشیوں اور راحتوں سے بھری زندگی ملے گی۔ اس جنت کے پھل ہر حال میں اس سے قریب ہوں گے۔ وہ جب بھی ان میں سے کوئی پھل کھانا چاہے گا اس کے قریب آ جائے گا اور ان سے بطور عزت افزائی کہا جائے گا کہ تم سب خوش و خرم رہو اور جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو

پیو۔ یہ جنت اور اس کی ساری نعمتیں ان اعمال صالحہ کی وجہ سے ملی ہیں جو تم نے دنیا کی زندگی میں کیے تھے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ : نیک لوگوں کے نامۂ اعمال کے سلسلہ میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴾ [الانشقاق : ۷ تا ۹] ''پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۷۱] ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، پھر جسے اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر (بھی) ظلم نہ ہوگا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ قیامت کے دن مومن کو اپنے قریب کرے گا، حتیٰ کہ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اپنے سایۂ رحمت میں لے لے گا) اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا کہ کیا فلاں گناہ تجھے یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا، میں اقرار کرتا ہوں، اے میرے رب! میں اقرار کرتا ہوں۔ دو مرتبہ اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے دنیا میں تمھارے گناہوں کو چھپائے رکھا اور آج تمھارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا دفتر لپیٹ دیا جائے گا۔ لیکن دوسرے لوگ یا (فرمایا) کفار، تو ان کے متعلق محشر میں اعلان کیا جائے گا: ﴿ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [هود : ۱۸] ''یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و يقول الأشهاد هولاء الذين كذبوا ﴾ : ۴۶۸۵۔ مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله على المؤمنين ...... الخ : ۲۷۶۸]

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ : یعنی اس کے محلات بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، اس کی حوریں بے حد حسین و جمیل، گھر نعمتوں سے بھرے ہوئے اور بہاریں ابدی و سرمدی ہوں گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد ...... الخ : ۱۸۸۴]

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ : یعنی یہ بات انعام و احسان اور فضل و کرم کے اظہار کے طور پر ان سے فرمائی جائے گی، ورنہ صحیح حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور خوش رہو، جان رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔“ صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: ”(ہاں!) میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت میں ڈھانپ لے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل : ٦٤٦٧۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب لن يدخل أحد الجنة بعمله ...... الخ : ٢٨١٨]

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾

”اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔“

اس دن جسے اس کا صحیفۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بدبخت و نامراد ہو گا اور شدتِ حزن و ملال کی وجہ سے کہے گا کہ اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور مجھے میرا حساب معلوم نہ ہوتا۔ اے کاش! دنیا میں جو مجھے موت آئی تھی، اس کے بعد میں زندہ نہ کیا جاتا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ﴾ [الانشقاق : ١٠ تا ١٢] ”اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴾ [النبا : ٢١ تا ٢٨] ”یقیناً جہنم ہمیشہ

سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں ۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔‘‘

آگے فرمایا کہ جہنمی اپنی حسرت و نامرادی کا مزید اظہار کرتے ہوئے کہے گا کہ میرا مال آج مجھے عذاب الٰہی سے بچا نہ سکا اور میری بادشاہت، لشکر، آلات حرب اور میری قوت و جبروت میرے کچھ کام نہ آئے، سب معدوم ہو گئے اور حزن و ملال اور درد و الم کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ تب اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے کہے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے ہاتھ گردن سے لگا کر باندھ دو، پھر اسے جہنم کے انگاروں پر جلاؤ اور الٹو پلٹو، پھر اسے جہنم کی گرم زنجیروں میں سے ایک زنجیر میں اس طرح پرو دو کہ اس میں لٹکا رہے۔ وہ بدبخت و شقی اس بدترین انجام کا اس لیے مستحق بنا کہ وہ صاحبِ عظمت و جلال اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ خود انتہائی درجے کا بخیل تھا اور دوسروں کو بھی اللہ کے لیے مسکینوں کو کھانا کھلانے سے روکتا تھا۔ اس بدبخت جہنمی کا مزید حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یعنی قیامت کے دن اس کا کوئی رشتہ دار یا دوست نہیں ہو گا جو اس کے لیے سفارشی بنے اور اسے اللہ کے عذاب سے بچالے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ [المؤمن : ١٨] ’’اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہو گا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔‘‘

اس بدبخت کو کھانے کے لیے جہنمیوں کے خون اور پیپ کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ یہ بدترین کھانا صرف اہلِ کفر اور وہ مجرم کھائیں گے جو اللہ کے اوامر و نواہی کو پس پشت ڈال دیتے تھے اور قصداً معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ : جہنمی کو پہنائی جانے والی زنجیر کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو زمین پر وہ رات سے پہلے پہلے آ جائے گا، لیکن اگر اسی کو (جہنمیوں کے باندھنے کی) زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے یا (فرمایا) اس کی تہ تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔‘‘ [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب فی بعد قعر جهنم : ٢٥٨٨۔ مسند أحمد : ١٩٧/٢، ح : ٦٨٧٠]

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ : یعنی نہ تو وہ اطاعت و عبادت بجا لا کر اللہ کے حقوق کو ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق کو نفع پہنچاتا اور اس کے حقوق ادا کرتا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے اور غلاموں کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت فرمایا

تھا، جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے وقت فرمایا: ''نماز! نماز! (یعنی اس کی حفاظت کرنا) اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔'' [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب في حق المملوك : ٥١٥٦۔ ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب وهل أوصی رسول الله ﷺ ؟ : ٢٦٩٨]

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٤٣﴾

''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے تم دیکھتے ہو! اور جسے تم نہیں دیکھتے! بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔''

ان آیات میں مشرکینِ مکہ کی تردید کی گئی ہے، جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! میں ان تمام چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جنھیں تم دیکھتے ہو اور جنھیں تم نہیں دیکھ سکتے، یعنی تمام مخلوقات کی اور اپنی ذات اقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا رسول سچا ہے اور اس نے یہ قرآن اپنے رب کی جانب سے لوگوں کو سنایا ہے۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، جیسا کہ تم لوگوں میں جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم دولت ایمان سے محروم ہو، اگر تم مومن ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق پر غور کرتے، تو تمھارے لیے روشن آفتاب کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی کہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور جو قرآن لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں وہ کلام الٰہی ہے۔

یہ قرآن کسی شاعر یا کاہن کا کلام بھی نہیں ہے، جیسا کہ بعض مشرکین عرب کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ فکر و نظر کی نعمت سے یکسر محروم ہو، ورنہ تمھیں یہ بات یقیناً سمجھ میں آ جاتی کہ قرآن کسی کاہن کا کلام نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن حق و صداقت لے کر نازل ہوا ہے، جبکہ کہانت کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطور تاکید فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن رب العالمین کا کلام ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کلام کی عظمت، اس کا جلال اور دل و دماغ پر پڑنے والا اس کا غیر معمولی اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا متکلم وہ اللہ ہے جو عظمت و جلال اور کبریائی والا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَٰجِزِينَ ﴿٤٧﴾

''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا۔ تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

ان آیات میں کفار کی اس بات کا رد ہے کہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ نے خود گھڑ کر اللہ کے ذمے لگا دی ہیں۔ فرمایا، جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، تو آپ کی کہی ہوئی ہر بات اللہ کی بات ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہمارا یہ رسول کوئی بات گھڑ کر ہمارے ذمے لگا دیتا تو اس جعلسازی کے جرم میں ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے اور کوئی شخص راستے میں رکاوٹ نہ بن سکتا، لیکن یہ سچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی معجزات کے ذریعے سے تائید کی، قرآن نازل کر کے ان کی صداقت کی دلیل پیش کی، دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائی اور ان کے ممالک کا آپ کو وارث بنا دیا۔ یہ ساری باتیں دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن میں ایک کلمے کا بھی اضافہ نہیں کیا، بلکہ قرآن کا ایک ایک کلمہ کلامِ الٰہی ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

''اور بے شک یہ (قرآن) ڈرنے والوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔''

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۴۴] ''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔''

وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت (کا باعث) ہے۔''

فرمایا کہ لوگو! ہمیں پوری خبر ہے کہ تم میں سے بعض لوگ دنیاوی فائدے کی خاطر اور خواہش نفس کی پیروی میں اس قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، تو ہم انھیں ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، بلکہ قرآن کریم سے اس اعراض کا انھیں ضرور بدلہ دیں گے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن جب کفار دیکھیں گے کہ قرآن کریم پر ایمان لانے والے نوازے جا رہے ہیں اور انھیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، تو ان کی حسرت انتہائی شدید ہو گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴾ [الحجر : ۲] ''کسی وقت چاہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کاش! وہ مسلم ہوتے۔''

وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾

”اور بلاشبہ وہ یقیناً ثابت شدہ یقین ہے۔“

حق کا معنی ”جو ثابت ہو“ اور یقین ”وہ بات جس میں کوئی شک نہ ہو۔“ قرآن مجید اور حدیث سے یقین کے تین درجے ثابت ہوتے ہیں، پہلا علم الیقین، وہ یقین جو خبر وغیرہ سے معلوم ہو جائے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴾ [التكاثر : ۵، ۶] ”ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔“

دوسرا عین الیقین، وہ یقین جو آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو، آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کا یقین سنی ہوئی بات سے قوی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔“ [ابن حبان : ۶۲۱۳، ۶۲۱۴۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۳۲۱، ح : ۳۲۵۰۔ مسند أحمد : ۱/ ۲۷۱، ح : ۲۴۴۷]

تیسرا حق الیقین، وہ یقین جو کسی چیز کو خود استعمال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وہ ہر طرح پختہ اور ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے دونوں درجوں سے بڑھ کر ہے۔ ان تینوں درجوں کی مثال یہ ہے کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بتانے سے جنت کا یقین ہے، یہ علم الیقین ہے، جب میدان محشر میں جنت قریب لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے تو یہ عین الیقین ہے۔ پھر جب اس میں داخل ہوں گے اور اس کی نعمتوں سے لذت اٹھائیں گے تو انھیں حق الیقین حاصل ہوگا۔ فرمایا یہ قرآن حق الیقین ہے، یعنی قرآن مجید میں جو علوم و معارف اور حقائق بیان ہوئے ہیں، جو شخص ان کی لذت سے آشنا ہو جائے اس کے لیے یہ ہر طرح سے ثابت شدہ یقین ہے۔

ع ۲ ۱۵ ۶

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

”پس اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔“

یعنی یہ مانیں یا نہ مانیں، آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی، جس کا یہ کلام ہے، تسبیح بیان کرتے رہیں۔ اس کی برکت سے آپ کے لیے ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔ اس آیت کے بعد بھی اور رکوع میں بھی ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ“ پڑھنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے (دل میں) کہا، سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے پھر خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری نماز (دو رکعتوں) میں ختم فرمائیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ اس کے ساتھ (یعنی سورت ختم کر کے) رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سورۂ
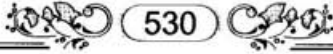
نساء کی تلاوت شروع کر دی اور وہ ساری پڑھ لی۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ گئے۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب آپ ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ (اللہ کی) تسبیح کرتے اور جب کسی سوال والی آیت کے پاس سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ مانگنے والی آیت سے گزرتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا، پس آپ نے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپ نے (رکوع سے سر اٹھایا اور) یہ پڑھا: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" پھر آپ دیر تک کھڑے رہے، اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور (اس میں) آپ نے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھا اور آپ کا سجدہ بھی آپ کے قیام کے برابر تھا۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل : ۷۷۲]

سورة المعارج مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾

''ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

اس آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ایک پوچھنے والے نے عذاب کے متعلق سوال کیا کہ وہ کب آئے گا؟ اس صورت میں مراد کافروں کا وہ سوال ہے جو وہ بار بار عذاب کو جھٹلانے اور مذاق کرنے کے لیے کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴾ [الملك : ۲۵] ''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟''

دوسرا معنی یہ ہے کہ ایک مانگنے والے نے عذاب مانگا ہے، اس سے مراد کفار کے سرکش لوگوں کی وہ دعا ہے جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عذاب کی درخواست کی تھی کہ ﴿ اللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ''اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

اور کفار کا وہ مطالبہ بھی مراد ہو سکتا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے کیا کرتے تھے کہ ہم پر جلد از جلد عذاب لے آؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴾ [الحج : ۴۷] ''اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی

خلاف ورزی نہیں کرے گا اور بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار سال کے برابر ہے، اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٣ تا ٥٥] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

لہٰذا زیر تفسیر آیات میں انھی باتوں کا جواب دیا گیا ہے کہ ایک پوچھنے والے نے اس عذاب کے بارے میں پوچھا ہے جس کا واقع ہونا یقینی ہے۔ وہ عذاب کافروں کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور اس کا فیصلہ اللہ کی جانب سے ہو چکا ہے، لہٰذا اب اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ﴾ [الحج : ٤٧] ''اور وہ تجھ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔''

مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

''اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔''

یعنی اس عذاب کو معمولی نہ سمجھو، بلکہ وہ اس اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے، یعنی اس کی ذات بہت ہی بلند ہے، فرشتوں کو اس کے حضور پیش ہونے کے لیے کئی سیڑھیوں سے گزرنا پڑھتا ہے۔ ''الْمَعَارِجِ'' (سیڑھیوں) سے مراد آسمان ہیں، کیونکہ فرشتے آسمانوں پر چڑھتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ : ''الرُّوْحُ'' سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، جو ملائکہ میں شامل ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک ان کے خصوصی مقام کی وجہ سے ان کے نام کی صراحت کی گئی ہے۔ آیت کا ایک مفہوم یہ ہوا کہ فرشتے اور جبریل علیہ السلام اللہ عز وجل کی جانب اوپر کو جاتے ہیں، بایں طور کہ ایک دن میں ساتویں زمین کی آخری تہ سے ساتویں آسمان کے اوپر تک ان کے چڑھنے کی رفتار اور دوسری مخلوقات کے پچاس ہزار سال

کی رفتار کے برابر ہوتی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ فرشتے اور جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب اس دن چڑھیں گے جس دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزکوة : ۹۸۷]

فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ۝ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۝ وَّ نَرٰىهُ قَرِيۡبًا ۝

”پس تو صبر کر، بہت اچھا صبر۔ بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کی ہے کہ دعوت کی راہ میں مشرکین کی جانب سے آپ کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر جمیل سے کام لیجیے، لوگوں کے سامنے پریشانی اور ناراضی کا اظہار نہ کیجیے اور اللہ کے سوا کسی کے سامنے ان تکلیفوں کا شکوہ نہ کیجیے۔ مشرکین چونکہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے بعث بعد الموت اور قیامت کے دن کے عذاب کو اپنی بدبختی کی وجہ سے بہت دور سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک تو اس کا دن بہت ہی قریب ہے، اس لیے کہ اس کا آنا یقینی ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَ هُمۡ فِيۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱] ”لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا ہے اور وہ بڑی غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی)۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت أنا والساعة کھاتین ...... الخ : ۶۵۰۵]

يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۝ وَ تَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۝ وَ لَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ۝

”جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔“

اس دن کی ہولناکیوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پگھلے ہوئے تانبے کی مانند بہ پڑے گا، جبکہ پہاڑ رنگی ہوئی اور دھنکی ہوئی اون کی مانند چاروں طرف اڑنے لگیں گے اور ہر چیز فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جنوں اور انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور سب ننگے پاؤں ننگے بدن میدان محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ جب ان عظیم اجرام ارضیہ کا یہ حال ہوگا تو اس دن ضعیف و ناتواں انسان کا کیا حال ہوگا؟ اس دن انسان اپنی نجات کی فکر میں ایسا پریشان و مضطرب ہوگا کہ اپنی ذات کے سوا سب کو بھول جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ٣٧] ”اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔“ کوئی رشتہ دار اور دوست اپنے کسی رشتہ دار اور دوست کو نہیں پوچھے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ١ٞ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا١ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا١ٙ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ [لقمان : ٣٣] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغاباز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠١] ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِۙ۰۰۳۴ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِۙ۰۰۳۵ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِؕ۰۰۳۶ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ٣٤ تا ٣٧] ”جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔“

يُبَصَّرُوْنَهُمْ١ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِۙ۰۰۱۱ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِۙ۰۰۱۲
وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِۙ۰۰۱۳ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا١ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِۙ۰۰۱۴

”حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔“

اس دن ایک دوسرے کو نہ پوچھنا اس لیے نہیں ہوگا کہ ان کے درمیان کوئی حجاب حائل ہوگا، بلکہ دوسروں کے

بارے میں سوچنے کے لیے کسی کے دل میں اس دن گنجائش ہی نہیں ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کو اس کے عزیز اور دوست دکھلائے جا رہے ہوں گے، آنکھوں کے سامنے ہوں گے، لیکن ہر ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ اس دن کافر تمنا کرے گا کہ کاش! کوئی ایسی صورت نکل آتی کہ وہ اپنی اولاد، بیوی، بھائی، حتیٰ کہ سارا خاندان اور سارا عالم دے کر اپنی نجات کرا لیتا، یعنی وہ ایسی گھڑی ہوگی کہ جن سے وہ دنیا میں بے انتہا محبت کرتا تھا، ان کی بھی قربانی دے کر صرف اپنی جان چھڑا لینا چاہے گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لیے)؟ وہ بولے گا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں نہیں لے جاؤں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ٢٨٠٥]

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔''

یعنی اس دن نہ کوئی رشتہ دار کام آئے گا اور نہ کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ ہر آدمی کے پاس صرف اس کا اچھا یا برا عمل ہوگا اور اس کے نتائج کا اسے سامنا ہوگا۔ یا وہ آگ ہوگی جس کا مجرموں سے وعدہ کیا گیا تھا اور اس کے شدید ترین انگارے ہوں گے جو سر اور ہر عضو کے چمڑے کو ادھیڑ کر الگ کر دیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۚ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠٣، ١٠٤] ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ۚ

''وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور اسے بند رکھا۔''

یعنی اس دن جہنم اپنی طرف ہر اس کافر و سرکش کو پکارے گی جس نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے روگردانی کی تھی اور اسے پس پشت ڈال کر مال اکٹھا کر کے تجوریوں میں تہ بہ تہ بند کرتا رہا، نہ اس کی زکوۃ ادا کی اور نہ

اس میں سے صدقہ و خیرات کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الهمزة : ۱ تا ۹] ”بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التکاثر : ۱ تا ۸] ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خرچ کر اور گن گن کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تجھے گن کر دے گا اور روک کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تجھ سے روک لے گا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الإنفاق و کراھة الإحصاء : ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة فیما استطاع : ۱۴۳۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہو گیا، اگر اسے یہ چیزیں دی جائیں تو راضی رہتا ہے اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال ...... الخ : ۶۴۳۵]

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ

”بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔“

یعنی انسان میں پیدائشی طور پر یہ کمزوری رکھی گئی ہے کہ وہ تھڑدلا ہے، بے صبرا ہے، تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جاتا ہے، مال یا کوئی اور نعمت ملتی ہے تو روک کر بیٹھ جاتا ہے اور حق داروں کو نہیں دیتا، مگر یہ کمزوری ایسی نہیں کہ انسان اس پر قابو نہ پا سکے۔ اہل ایمان نہ مصیبت میں گھبراتے ہیں اور نہ خوشحالی میں اتراتے ہیں، جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا ہی عجیب ہے کہ اس کے ہر معاملہ میں اس کے لیے خیر

ہی خیر ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں۔ (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، سو وہ اس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، سو یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمرہٗ کله خیر : ۲۹۹۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سوال کرنے (یعنی مانگنے) سے بچے گا اللہ اسے سوال سے بچائے گا اور جو شخص بے نیازی چاہے گا اللہ اسے غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ اسے صابر بنا دے گا اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی (یعنی صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة : ۱۴۶۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل التعفف و الصبر ...... الخ : ۱۰۵۳]

وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا : یعنی جب اسے اللہ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے، تو دوسروں کے بارے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''انسان میں دو وصف بہت برے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ حریص و بخیل ہونے کے ساتھ دل کا کچا ہو، دوسرا یہ کہ اتنا بزدل ہو کہ گویا دل ہی نکل جائے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الجرأۃ والجبن : ۲۵۱۱۔ مسند أحمد : ۲/ ۳۲۰، ح : ۸۲۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے (زمین پر) اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عنایت فرما (یعنی اسے اور دے)، دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! ہاتھ روکنے والے (کے مال) کو برباد کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله تعالٰی : ﴿ فأما من أعطی واتقی ...... الخ ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝۲۳

''سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔''

یعنی نمازی بے صبرے اور تھڑدلے نہیں ہوتے، وہ نہ مصیبت پر شکوہ شکایت کرتے ہیں اور نہ نعمت ملنے پر بخل کرتے ہیں۔ نماز کی صحیح ادائیگی سے آدمی میں وہ عزم اور وہ ہمت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ایسی تمام کمزوریوں پر قابو پا لیتا ہے، کیونکہ روزانہ پانچ وقت دنیا کے کسی لالچ کے بغیر نماز ادا کرنا بظاہر بہت ہی مشکل کام ہے جو اللہ کے خوف اور آخرت پر ایمان کے بغیر ادا ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝۴۵ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۴۵، ۴۶] ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔ وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے

ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ : اسی سے ہے: ” اَلْمَاءُ الدَّائِمُ “ یعنی وہ پانی جو ساکن اور ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں طمانیت واجب ہے۔ جو شخص اپنے رکوع و سجود میں طمانیت کا اظہار نہیں کرتا وہ گویا نماز کا التزام نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے سکون و دوام اختیار نہیں کیا، بلکہ اس نے نماز میں کوے کی طرح ٹھونگے مارے ہیں۔ لہٰذا وہ اس طرح کی نماز ادا کر کے فلاح نہیں پائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی نیک کام کرتے ہیں تو اس پر مداومت کرتے اور ثابت قدم رہتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، گو کم ہو۔“ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل ...... الخ : ۷۸۳/۲۱۸۔ بخاری، كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله أدومه : ۴۳]

وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۪ۙ (۲۴) لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۪ۙ (۲۵)

”اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ و زکوٰۃ مکہ میں بھی فرض تھے اور وہاں بھی اہل ایمان اپنے اموال میں سے ایک مقرر حصہ نکالتے تھے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے، ہاں زکوٰۃ کا موجودہ مخصوص نصاب مدینہ میں مقرر ہوا۔ البتہ اہل ایمان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس فرض کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں، یہ ہر شخص کی اپنی صوابدید ہے کہ وہ اس کی راہ میں کتنا حصہ مقرر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک دفعہ ایک شخص کسی میدان میں تھا۔ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلا۔ (اس کے بعد) وہ بادل ایک طرف کو چل دیا۔ پھر اس نے ایک پتھریلی زمین پر اپنا پانی برسایا، پھر وہاں کی نالیوں میں سے ایک نالی لبالب بھر گئی، تو وہ شخص برستے پانی کے پیچھے پیچھے چلا اور اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اپنے باغ میں اپنے پھاوڑے سے پانی کو موڑ رہا ہے۔ اس نے باغ والے آدمی سے کہا، اے اللہ کے بندے! تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں، یعنی اس نے وہی نام بتایا جو اس شخص نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس آدمی نے کہا، اے اللہ کے بندے! تم نے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا، اس بادل سے، جس بادل کا یہ پانی ہے، میں نے ایک آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، یعنی اس نے تمھارا نام لیا، تو بتاؤ تم اس باغ کے معاملہ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا، جب تم نے یہ بات پوچھی ہے (تو سنو!) میں اس کی پیداوار کا انتظار کرتا ہوں، پھر تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، تہائی میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور تہائی اسی میں لوٹا دیتا ہوں۔“ [مسلم، كتاب الزهد، باب فضل الإنفاق على المساكين و ابن السبيل : ۲۹۸۴]

سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کا ضامن ہوا، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر (مال کا) سوال کیا، آپ نے فرمایا: ''یہاں ٹھہرو، تا آنکہ ہمارے پاس صدقہ آئے، پھر ہم تیرے لیے کچھ حکم کریں گے۔'' پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''قبیصہ! تین شخصوں کے سوا کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں، ایک وہ جو ضامن ہو (اور اس پر چٹی پڑ جائے جس کا وہ اہل نہ ہو) تو وہ اس چٹی کی حد تک مانگ سکتا ہے، پھر رک جائے اور دوسرا وہ شخص جسے ایسی آفت پہنچے جو اس کا سارا مال تباہ کر دے، وہ اس حد تک مانگ سکتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ کی نوبت آ گئی ہو اور اس کے قبیلہ کے تین معتبر شخص گواہی دیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے، اب اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے، تا آنکہ اس کی محتاجی دور ہو جائے۔'' پھر فرمایا: ''اے قبیصہ! ان تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی اور کے لیے سوال کرنا حرام ہے اور ان کے علاوہ جو شخص بھی سوال کر کے کھا رہا ہے وہ حرام کھا رہا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب من تحل له المسئلة : ۱۰۴۴]

وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

''اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن آخرت، حساب اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ شیطان کے نرغے میں آ کر کوئی فعل واجب چھوڑ دیتے ہیں، یا کسی فعل حرام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کے عذاب کا تصور کر کے ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کا عذاب کسی کو بھی اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس سے بے خوف ہو کر کافر و منافق ہی زندہ رہتا ہے، جبکہ مومن کے دل میں ہر وقت اپنے رب کا خوف موجود رہتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

''اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔''

مومن اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی زنا اور اغلام سے بچتے ہیں اور اپنی بیوی و لونڈی کے سوا کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ نہیں کھولتے، البتہ اگر وہ اپنی بیویوں سے جماع کرتے ہیں، یا ان لونڈیوں سے جنھیں اسلامی جہاد یا

شرعی طور پر خرید کر حاصل کیا تھا، تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص ان دونوں طریقوں کے سوا کسی اور طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے تو وہ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

''اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔''

یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کریں تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ مومنوں کی صفات ہیں اور ان کے برعکس منافقوں کی صفات ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلم ہے۔ (وہ یہ کہ) جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور جب اس کو امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بد زبانی کرے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴]

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔''

شہادتوں پر قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق کی شہادت نہ چھپاتے ہیں اور نہ ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں، نہ جھوٹی شہادت دیتے ہیں اور نہ شہادت کی ادائیگی کے وقت اس میں کوئی ہیرا پھیری کرتے ہیں، کیونکہ یہ سب کام نفاق و کفر کے کام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ''اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔''

شہادات میں ایمان، توحید و رسالت، لوگوں کے باہمی معاملات غرض ہر حق بات کی شہادت شامل ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔''

محافظت سے مراد اس کے اوقات کا خیال رکھنا اور اس کی صحیح ادائیگی کا خیال رکھنا ہے، منافق نہ صحیح وقت پر نماز پڑھتا ہے اور نہ اطمینان و سکون سے اس کے ارکان کو درست طریقے سے ادا کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے (یعنی غروب ہونے کے قریب ہو جاتا ہے) تو اٹھ کر اس کے لیے چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت کم۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر : ٦٢٢]

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو تھڑ دلی، بے صبری اور شدید بخل سے محفوظ ہیں اور انھی کو جنتوں میں عزت عطا ہو گی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٠، ١١] ”یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝

”پھر ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، کیا ہے کہ تیری طرف دوڑتے چلے آنے والے ہیں۔ دائیں اور بائیں طرف سے ٹولیاں بن کر۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائے جانے والے کفار و مشرکین ہر روز آپ کو دیکھتے تھے، آپ کے ذریعے سے صادر ہونے والے معجزات کا مشاہدہ کرتے تھے اور ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت ہوتی تھی، لیکن ان تمام چیزوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ وہ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں آپ کی دعوت سے راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی اسی شقاوت و بدبختی پر دونوں آیتوں میں حیرت کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴾ [المدثر : ٤٩ تا ٥١] ”تو انھیں کیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔“

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

”کیا ان میں سے ہر آدمی طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمت والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! یقیناً ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔“

مشرکینِ مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں جائیں گے تو ہم ضرور جنت میں جائیں گے۔ اسی کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان میں سے ہر شخص لالچ کرتا ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت

میں جائے گا؟ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ انھوں نے اپنی روحوں کو شرک و معاصی کے ذریعے سے پلید بنا رکھا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ کیا وہ اپنی پیدائش کی حقیقت کو بھول گئے ہیں؟ وہ تو ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیے گئے ہیں، پھر یہ تکبر کیسا؟ وہ تو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے، پھر وہ کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴾ [المرسلات : ۲۰ تا ۲۳] ”کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ﴾ [الطارق : ۵ تا ۷] ”پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔“

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

”پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! کہ بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔ اس پر کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ہر گز عاجز نہیں ہیں۔“

سورج مشرق سے ہر روز نئی جگہ سے نکلتا اور مغرب میں نئی جگہ غروب ہوتا ہے۔ وہ جگہیں بھی ہر شہر اور ہر علاقہ کے لحاظ سے الگ الگ ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے مشرقوں اور مغربوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قسم سے پہلے ”لا“ کہہ کر منکرین کے قول کی نفی کی گئی ہے، پھر مشارق و مغارب کے رب کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ انھیں ختم کر کے ان سے بہتر لوگوں کو لے آئیں اور ہم کچھ عاجز نہیں ہیں۔ مگر ہم نے اپنی حکمت کی وجہ سے انھیں مہلت دے رکھی ہے۔ اس قسم اور جواب قسم سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے کہ جب ہم ان سے بہتر ایک بالکل نئی مخلوق پیدا کر سکتے ہیں تو انھیں دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۗ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف : ۳۳] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾

”اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔“ [یٰسٓ : ۸۱، ۸۲]

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾

”پس انھیں چھوڑ دے کہ وہ بے ہودہ باتوں میں لگے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا پہنچیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔“

جب ثابت ہو گیا کہ قیامت آئے گی اور لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جبکہ مشرکین مکہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی دعوت کو ٹھکرا کر تکذیب قیامت پر مصر ہیں، تو اے میرے نبی! آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کہ وہ دنیا میں فاسد عقائد اور باطل چہ میگوئیوں میں مشغول رہیں، کھائیں پییں اور مزے اڑائیں اور شرک و معاصی کا ارتکاب کرتے رہیں، یہاں تک کہ قیامت کا وہ دن آ جائے جس دن ان سے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ﴾ [الطور : ۱۱، ۱۲] ”تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ [الأنعام : ۷۰] ”اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور دل لگی بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا۔“

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

”جس دن وہ قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے، جیسے وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

اس دن ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنی قبروں سے نکل کر پکارنے والے کی آواز کی طرف اس تیزی کے ساتھ دوڑیں گے کہ جیسے کوئی گم گشتۂ راہ نشانِ راہ کو دیکھ کر اس کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے۔ ان کی نگاہیں ذلت و رسوائی سے جھکی ہوں گی اور زبان گنگ ہوگی۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾[القمر : ٦ تا ٨] ’’سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾[قٓ : ٤٤] ’’جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔‘‘

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ①

''بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان پر ایک درد ناک عذاب آجائے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے نوح کو ان کی قوم پر رحم کرتے ہوئے رسول بنا کر مبعوث کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیں، شرک سے ڈرائیں اور انھیں بتائیں کہ اگر وہ شرک سے باز نہیں آئیں گے تو اللہ کا دردناک عذاب انھیں اپنی گرفت میں لے لے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ ۫ اِنِّیۡ لَكُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۙ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡكُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ﴾ [ھود : ٢٥، ٢٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کتنی مدت تھی؟ تو آپ نے فرمایا: ''دس قرن۔'' [ابن حبان : ٦١٩٠]

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَكُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۙ② اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوۡهُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۙ③ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَ یُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ

تَعْلَمُوْنَ ④

''اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقرر وقت تک تمھیں مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آ جائے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش کہ تم جانتے ہوتے۔''

نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور اپنی قوم سے کہا کہ میں اللہ کی جانب سے تمھیں کفر و شرک سے پوری صراحت کے ساتھ ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری دعوت واضح ہے اور اللہ کے عذاب سے تمھیں کیسے نجات ملے گی، وہ بھی میں تمھیں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں۔

میری دعوت یہ ہے کہ تم سب صرف اللہ کی بندگی کرو، اس کی عبادت میں غیروں کو شریک نہ بناؤ اور ہر حال میں اس سے ڈرتے رہو۔ جس کام کا میں تمھیں حکم دیتا ہوں اور جس سے منع کرتا ہوں، ان سب میں میری اطاعت کرو۔ اگر تم میری دعوت قبول کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمھیں تمھاری مقرر عمر تک زندہ رہنے دے گا، یعنی عذاب دینے میں جلدی نہیں کرے گا۔ یاد رکھو کہ جب تمھارے عذاب کا وقت آ جائے گا، تو اسے ٹالا نہیں جا سکے گا۔ کاش! تم ان باتوں کو سمجھتے تو اللہ کی طرف رجوع کرتے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰، ۱۱] ''اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔''

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَ اِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

''اس نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔ تو میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور بے شک میں نے جب بھی انھیں دعوت دی، تاکہ تو انھیں معاف کر دے، انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا۔''

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے، سیکڑوں برس کی تبلیغ کے باوجود جب چند آدمیوں کے علاوہ کسی نے ایمان قبول نہ کیا اور نوح علیہ السلام ان سے ہر طرح سے مایوس ہو گئے تو تب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ درخواست پیش کی۔ نوح علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی، یعنی کوئی وقت نہیں چھوڑا جس میں دعوت نہ دی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے جتنا لمبا عرصہ مسلسل دعوت میں گزارا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، مگر ان کی قوم کی نفرت اور تکبر بڑھتا ہی گیا۔ وہ اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیتے، تاکہ حق کی آواز کہیں ان پر اثر انداز نہ ہو جائے اور اس دعوت سے شدید نفرت کی وجہ سے اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لیتے، تاکہ نوح علیہ السلام کی ان پر نگاہ نہ پڑے۔ انھوں نے محض عناد کی وجہ سے اپنے کفر و شرک پر اصرار کیا اور حق کا انکار کر دیا اور یہی تکبر ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (یہ تکبر نہیں) تکبر تو حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ۹۱]

ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

''پھر بے شک میں نے انھیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر بے شک میں نے انھیں کھلم کھلا دعوت دی اور میں نے انھیں چھپا کر دعوت دی، بہت چھپا کر۔ تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔ اور وہ مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں باغات عطا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔''

میرے پروردگار! میں نے انھیں برملا توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا۔ میں نے ان کے ساتھ دعوت کے مختلف اسالیب اختیار کیے، کبھی سب کو اکٹھا کر کے اپنی دعوت کا اعلان کیا اور کبھی ایک ایک سے مل کر تنہائی میں ان کے سامنے اپنی دعوت رکھی اور ان سے کہا کہ تم لوگ اپنے گزشتہ گناہوں کی صدق دل سے اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور اپنے حضور توبہ کرنے والوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمھاری زمینوں پر خوب بارش برسائے گا، تمھاری کھیتیاں لہلہا اٹھیں گی، خوب اناج پیدا ہوگا اور تمھاری روزی میں

خوب برکت ہوگی۔ وہ تمھارے مال اور اولاد میں برکت دے گا اور تمھیں باغات دے گا اور ان باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

''تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا۔''

نوح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کی تمام نصیحتوں کا ان کی قوم پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑ رہا، تو اندازِ سخن بدلتے ہوئے کہا کہ تمھیں کیا ہے کہ اپنے بتوں کی عظمت تو تمھارے دل میں بہت ہے مگر تم اللہ کی عظمت کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ حالانکہ تمھارا رب وہی ہے جس نے تمھیں مختلف اطوار سے گزار کر پیدا کیا ہے، اس لیے وہی تنہا ہر عبادت کا مستحق ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے پیدا فرمایا۔''

نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر ارض و سما اور شمس و قمر کی تخلیق سے استدلال کرتے ہوئے کہا، لوگو! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آسمانوں کو ایک دوسرے کے اوپر پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [قٓ : ٦] ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔''

وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

''اور اس نے ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ماہتاب کو آسمانِ دنیا میں رکھا ہے، جس کی روشنی سے زمین روشن رہتی ہے، جبکہ آفتاب کو اہل زمین کے لیے چراغ کی حیثیت دی ہے، تاکہ لوگ دن کی روشنی میں حصول معاش کی کوشش کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ٥] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾

''اور اللہ نے تمھیں زمین سے اگایا، خاص طریقے سے اگانا۔ پھر دوبارہ وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا اور تمھیں نکالے گا،

خاص طریقے سے نکالنا۔"

اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین سے اگایا ہے، یعنی تمھاری اصل مٹی ہے۔ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے اور نطفہ بھی اس غذا سے تیار ہوتا ہے جو مٹی میں سے پیدا ہوتی ہے۔ تمھاری نشوونما ہوتی ہے، پھر مر جاتے ہو تو اسی میں دفن کر دیے جاتے ہو اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ تمھیں زندہ کر کے دوبارہ اسی مٹی سے باہر نکالے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ﴾ [طٰهٰ : ٥٥] "اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔" اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿٦﴾ الَّذِيۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ ۚ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۚ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴾ [السجدة : ٦ تا ٩] "وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔"

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

"اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو ایک فرش بنا دیا۔ تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو۔"

نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو فرش کی مانند برابر بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو اور اس میں بنے ہوئے کشادہ راستوں پر بآسانی چل سکو۔ اگر اللہ زمین کو برابر نہ بناتا تو اس پر زندگی گزارنا ناممکن ہوتا، کھیتی باڑی کرنا، پودے لگانا، مکانات تعمیر کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا اور انسانی زندگی کے دیگر وسائل کو زیر استعمال لانا ناممکن ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَعَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِهِمۡ ۖ وَ جَعَلۡنَا فِيۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴾ [الأنبياء : ٣١] "اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انھیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تاکہ وہ راہ پائیں۔"

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾

"نوح نے کہا اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اس کے پیچھے چل پڑے جس کے مال اور اولاد نے خسارے کے سوا اس کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر۔"

نوح علیہ السلام کی تبلیغ اوران کے وعظ و نصیحت کا ان کی کافر قوم پر کچھ بھی اثر نہ پڑا اور ان کا عناد بڑھتا ہی گیا، تو انھوں نے اپنے رب سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب! میں نے انھیں جتنی باتوں کا حکم دیا ان سب میں انھوں نے میری نافرمانی کی اور ان عیش پرستوں اور مال داروں کی پیروی کی جن کے مال و دولت اور ان کی اولاد نے انھیں خسارے کے سوا کچھ بھی نہیں دیا، یعنی ان کے کفر و سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور حق کی مخالفت و عداوت میں ان کی سازش حدِ انتہا کو پہنچ گئی۔

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾

”اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ودّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔“

قوم کے ان سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور آپ کے آبا پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہ چھوڑو اور ان کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو، تم لوگ اپنے معبودوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ پانچوں نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ (بطور یادگار) جن مجلسوں میں وہ بیٹھتے تھے، وہاں ان کے بت نصب کر دو اور ان کے وہی نام رکھ دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اس وقت ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب اس نسل کے لوگ فوت ہو گئے اور (کسی کو اس بات کا) علم نہ رہا تو ان بتوں کی عبادت ہونے لگی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو شرک سے بچانے کے لیے ان دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا، جہاں سے شرک داخل ہوسکتا ہے۔ قبر پرستی کے فتنے کی ابتدا قبروں پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے سے ہوتی ہے، جبکہ بت پرستی کی ابتدا تصویریں اور مجسمے بنانے سے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا اور اونچی قبروں کو دوسری قبروں کے برابر کر دینے اور ہر تصویر مٹا دینے کا حکم دیا۔

ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمھیں اس کام پر مقرر کر کے نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا؟ وہ یہ تھا کہ کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر اسے مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑو مگر اسے برابر کر دو۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر : ۹۶۹]

وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

”اور بلاشبہ انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔ اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔“

یعنی ان مال داروں اور عیش پرستوں نے اپنی اس گمراہ کن دعوت کے ذریعے سے بہت سوں کو گمراہ کیا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی سرکشی اور ان کا کفر وشرک اللہ کے سامنے بیان کرنے کے بعد ان پر بد دعا بھیج دی اور کہا کہ اے میرے رب ! اب ان ظالموں کو تو مزید گمراہ کر دے، اس لیے کہ صلاح وتقویٰ کی قابلیت ان کے اندر سے معدوم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کی قوم کو طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ ان کا یہ انجام ان گناہوں کی وجہ سے ہوا جن کے انجام بد سے نوح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا تھا۔ لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ مانی، تو اللہ کے عذاب نے انھیں گھیر لیا اور سب کے سب ہلاک ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو گئے اور اللہ کے عذاب سے انھیں کوئی نہ بچا سکا۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

”اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کیا ہے کہ جس کے سبب طوفان آیا اور تمام اہل کفر ہلاک ہو گئے۔ انھوں نے کہا، میرے رب ! اب زمین پر کسی بھی کافر کو نہ رہنے دے، اس لیے کہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور انھیں توحید کی راہ سے ہٹا کر شرک کی راہ پر لگا دیں گے، پھر ان کی نسل میں بھی کافر و فاجر لوگ ہی پیدا ہوں گے۔ نوح علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم کا طویل تجربہ کرنے کے بعد کہی تھی۔ انھیں ان کے اخلاق و کردار کی پوری خبر تھی اور یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ قوم ہرگز نہیں سدھرے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ [القمر : ۹، ۱۰] ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۷، ۱۱۸] ”اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ أَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴾ [ھود : ۳۶، ۳۷] ’’اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔‘‘

رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَىَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَيۡتِىَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ‌ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

’’اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔‘‘

اس آیت میں نوح علیہ السلام کی اس دعائے مغفرت کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور ان اہل ایمان کے لیے کی جو عذاب کی پیش گوئی سچ مان کر اس سے بچنے اور کشتی میں سوار ہونے کے لیے ان کے گھر جمع ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے پہلے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا کی اور کافروں کے لیے مزید ہلاکت کی بددعا کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام کے والدین موحد تھے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور دعا بھی سکھائی ہے، جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے: ﴿ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَـنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [الحشر : ۱۰] ’’اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ’’صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی صحبة المؤمن : ۲۳۹۵۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب من یؤمر أن یجالس : ۴۸۳۲۔ مسند أحمد : ۳/ ۳۸، ح : ۱۱۳۴۳]

سورۃ الجن مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

قُلۡ اُوۡحِىَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

”کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو انھوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کریں گے۔“

یہ واقعہ مکہ کے قریب نخلہ وادی میں پیش آیا، جہاں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنوں کو تجسس تھا کہ آسمان پر ہم پر بہت سختی کر دی گئی ہے اور اب ہمارا وہاں جانا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے، تو یقیناً کوئی بہت ہی اہم واقعہ رونما ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ مشرق و مغرب کی مختلف اطراف میں جنوں کی ٹولیاں سراغ لگانے کے لیے پھیل گئیں۔ ان میں سے ایک ٹولی نخلہ کی طرف آ نکلی اور اس نے یہ قرآن سنا اور یہ بات سمجھ لی کہ نبی ﷺ کی بعثت کا یہ واقعہ ہی ہم پر آسمان کی بندش کا سبب ہے۔ جنوں کی یہ ٹولی آپ پر ایمان لے آئی اور جا کر اپنی قوم کو بھی بتلایا کہ ہم نے ایسا قرآن سنا ہے جو فصاحت و بلاغت میں بڑا عجیب ہے۔ وہ راہ راست یعنی حق و صواب کو واضح کرتا ہے۔ ہم نے تو اس کو سن کر اس کی تصدیق کر دی کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے، کسی انسان کا نہیں۔ سو انھوں نے ہمیشہ کے لیے شرک چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے

بازار کی طرف جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ (یہ وہ زمانہ تھا کہ) شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے اوپر جاتے تھے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ خبریں سننے کے لیے گئے اور خبریں نہ سن سکے) تو لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آئے تو قوم کے لوگوں نے پوچھا، کیا خبر لائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے، ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ قوم کے لوگوں نے کہا، تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ (ضرور) کوئی نئی چیز ہے، تو تم زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا سفر کرو اور دیکھو کہ (آخر) وہ کیا چیز ہے جو تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے؟ تو جو لوگ تہامہ کی طرف روانہ ہوئے وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ اس وقت نخلہ میں تھے اور وہ سب عکاظ کے بازار کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ان جنات نے قرآن سنا تو اسے غور سے سننے لگے۔ پھر انھوں نے (آپس میں) کہا، اللہ کی قسم! جو چیز تمھارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے وہ یہی ہے، پھر وہاں سے جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے ہماری قوم! ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴾ [الجن : ۱، ۲] ”بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کریں گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ ﴾ [الجن : ۱] ”کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے۔“ اور آپ ﷺ پر جنوں کی بات چیت وحی کی گئی تھی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر بقراءة صلوة الصبح : ۷۷۳۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن : ٤٤٩]

وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۝۳ وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵

”اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی اولاد۔ اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارا بے وقوف اللہ پر زیادتی کی بات کہتا تھا۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے گمان کیا کہ بے شک انسان اور جن اللہ پر ہرگز کوئی جھوٹ نہیں بولیں گے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے جنوں کو قرآن سننے کے بعد توحید و ایمان کی توفیق دی اور ایمان لانے سے پہلے عقیدۂ توحید کے خلاف جن غلطیوں میں پڑے تھے، ان کا انھیں احساس ہوا اور معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد، تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور عظمت بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارا رب عظمت و

جلال والا ہے، وہی سب کا سچا پالن ہار ہے اور سارے پاکیزہ نام اسی کے لیے ہیں۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے، کیونکہ اولاد میاں بیوی کے ملاپ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی نہیں۔ نیز کہنے لگے کہ ہم میں سے جو نادان ہمیں گمراہ کرتے تھے، وہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی بات مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ جھوٹی بات کرتے تھے کہ اس کی بیوی اور اولاد ہے اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سننے سے پہلے تک ہم یہی سمجھتے رہے تھے کہ جن اور انسان اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔

وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔''

عرب کے بعض مشرک جب کسی جنگل و بیابان جگہ میں پڑاؤ کرتے تو کہتے کہ ہم اس علاقے میں جو جنوں کا سردار ہے، اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس سے جنوں کی سرکشی اور بڑھ گئی، کیونکہ وہ جان گئے کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے ماننے والوں کو اور زیادہ ڈرانا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ آدمی کو نہ جنوں سے ڈرنا چاہیے، نہ ان کی پناہ مانگنی چاہیے اور نہ کسی غیر اللہ کی دہائی دینی چاہیے، کیونکہ یہ شرک ہے، بلکہ صرف اور صرف اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، کسی بھی چیز سے اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے قرآن مجید کی آخری سورتوں جیسی کوئی چیز نہیں۔ اس کے علاوہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی جگہ پڑاؤ کیا اور یہ دعا پڑھ لی: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) ''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی'' تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء و درک الشقاء وغیرہ : ۲۷۰۸]

وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

''اور یہ کہ بے شک ان (انسانوں) نے گمان کیا جس طرح تم نے گمان کیا کہ اللہ کسی کو کبھی نہیں اٹھائے گا۔''

ان جنوں نے اپنی قوم کو یہ بھی بتایا کہ انسان بھی تمھاری ہی طرح اس گمان میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انسان بھی تمھاری ہی طرح اس گمان میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنا رسول بنا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دینے اور شرک سے ڈرانے کے لیے نہیں بھیجے گا۔

وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۝۸ وَ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

”اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم اس کی کئی جگہوں میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو جو اب کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں لگا ہوا پاتا ہے۔“

جنوں کا قول ہی نقل کیا جا رہا ہے کہ ہم نے آسمان سے قریب ہو کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہیں، تو اسے نگرانی کرنے والے بہت ہی قوی فرشتوں سے بھرا ہوا پایا اور انگاروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے پہلے ہم مختلف جگہوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کیا کرتے تھے، لیکن اب حال یہ ہے کہ جو کوئی چھپ کر سننا چاہے گا، اسے انگاروں کا سامنا کرنا پڑے گا، جو اسے جلانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے بادلوں میں اس معاملے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو زمین میں ہونا ہوتا ہے، تو ان میں سے کوئی کلمہ شیطان سن لیتے ہیں، پھر وہ بات چپکے سے جا کر کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، جیسے شیشے کی بوتل کا منہ ملا کر اس میں کچھ چھوڑتے ہیں اور پھر وہ کاہن اپنی طرف سے اس میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۸۸]

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

”اور یہ کہ بے شک ہم نہیں جانتے کیا ان لوگوں کے ساتھ جو زمین میں ہیں، کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے، یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“

جب جنوں کے لیے چھپ کر آسمان کی باتیں سننا ممکن نہ رہا، تو انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور زمین پر واقع ہونے والے کسی عظیم حادثے کا فیصلہ کیا ہے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ اسی لیے انھوں نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ زمین پر رہنے والوں کے لیے کوئی برا فیصلہ کیا گیا ہے، یا ان کے رب نے خیر کی طرف ان کی راہنمائی کرنا چاہی ہے۔ یعنی کوئی رسول مبعوث ہوا ہے جس کی طرف بھیجی جانے والی وحی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے، تاکہ شیطان، نہ اس میں کوئی دخل دے سکیں اور نہ پہلے معلوم کر سکیں کہ پیغمبر کی طرف کیا وحی کی جا رہی ہے۔

زیر تفسیر آیت میں شر کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہے، مگر خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، جیسا کہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جو دعا کیا کرتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے: «وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ» ”اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔“ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي صلی اللہ علیہ وسلم و دعائه بالليل : ۷۷۱]

وَ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنوں میں صالح اور غیر صالح ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان میں اچھے عقائد، اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کے لوگ بھی ہیں اور اس کے برعکس بھی۔ ان میں موحد بھی ہیں اور مشرک بھی، متبع سنت بھی ہیں اور بدعتی بھی، خوش اخلاق بھی ہیں اور بداخلاق بھی، وہ بھی ہیں جو آسمان سے کوئی خبر سن کر اس میں سو جھوٹ ملاتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ایسا نہیں کرتے۔ مومن جنوں کا اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کے سب راہِ راست پر نہیں ہیں، بلکہ ہم میں بھی غیر صالح لوگ موجود ہیں، جنھیں حق بات سمجھانا اور ان کا اسے قبول کرنا ضروری ہے۔

وَ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم کبھی اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر کبھی اسے عاجز کر سکیں گے۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے جب ہدایت سن لی، ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو وہ نہ کسی نقصان سے ڈرے گا نہ کسی زیادتی سے۔‘‘

جنوں نے یہ بھی کہا کہ اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہم محض عاجز و بے بس ہیں، ہماری پیشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ہم زمین پر کسی حال میں اسے عاجز نہیں بنا سکتے اور اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے جب قرآن کو سنا، جو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے، تو ہمیں فوراً یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا، اس کی نیکیوں میں قیامت کے دن کوئی کمی نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں کوئی ایسا گناہ نہیں بڑھایا جائے گا کہ جس کا اس نے دنیا میں ارتکاب نہ کیا ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴾ [طٰه : ١١٢] ’’تو وہ نہ کسی بے انصافی سے ڈرے گا اور نہ حق تلفی سے۔‘‘

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾

’’اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا تو وہی ہیں

جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔“

جنوں نے اپنی قوم کے افراد کے لیے دوبارہ یہ بات کہی کہ ہم میں سے بعض مسلمان ہو گئے ہیں اور بعض اب تک جادۂ مستقیم سے دور ہیں اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ پس جن لوگوں نے اسلام کو قبول کر لیا اور اپنی گردن اللہ کے لیے جھکا دی، وہ اس راہ حق پر گامزن ہو گئے ہیں جو انھیں جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔ اس کے برعکس جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے، وہ جہنم کا ایندھن بنائے جائیں گے۔

وَ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

”اور (یہ وحی کی گئی ہے) کہ اگر وہ راستے پر سیدھے رہتے تو ہم انھیں ضرور بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے منہ موڑے گا وہ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔“

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ اگر مشرکینِ مکہ حق و انصاف کی راہ پر چلیں گے تو ہم ان کے لیے خوب بارش برسائیں گے، جس کے نتیجہ میں ان کا مال بڑھے گا اور ان کی روزی میں کشادگی ہو گی۔ پھر ہم ان کا امتحان لیں گے کہ وہ ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے اپنا یہ مشروط وعدہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [الأعراف: ٩٦] ”اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدة: ٦٦] ”اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔“

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی قرآن کریم اور اس کی دعوت سے روگردانی کرے گا اور شرک اور دیگر برے اعمال سے نہیں بچے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ذلت و رسوائی اور فقر و فاقہ میں مبتلا کرے گا، جبکہ آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، جہاں اسے شدید عذاب دیا جائے گا۔

وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

’’اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی بھی نازل ہوئی ہے کہ مسجدیں اللہ کی بندگی کے لیے خاص ہیں، اس لیے جب تم ان میں داخل ہو تو اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو، کیونکہ مسجدیں تو اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ وہاں صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ چونکہ پکارنا بھی عبادت ہے، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنا بھی نہیں چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۶] ’’اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔‘‘

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) ’’پکارنا ہی عبادت ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ’’اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه : الدعاء مخ العبادة : ۳۳۷۲]

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾

’’اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔‘‘

مشرکین نہ صرف یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے، بلکہ ان کے لیے اکیلے اللہ کی عبادت کرنا اس قدر باعث تعجب اور تکلیف دہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے یا توحید کی دعوت کے لیے کھڑے ہوتے اور صرف ایک اللہ ہی کو پکارتے تو مشرکین اظہار تعجب کے لیے اور آپ کو پریشان کرنے کے لیے گروہ در گروہ آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

’’کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دے بلاشبہ میں تمھارے لیے نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ کہہ دے یقیناً میں، مجھے اللہ سے کوئی بھی کبھی

پناہ نہیں دے گا اور میں اس کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔ مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، صرف اسی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ یہ کوئی ایسی بری بات نہیں ہے کہ جس کے سبب تم سب میری عداوت پر متفق ہو گئے ہو۔ اے میرے نبی! آپ کفارِ قریش کو یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں نہ تمھیں نقصان پہنچانے پر قادر ہوں اور نہ میں تمھیں راہ راست پر لا سکتا ہوں۔ ایسی قدرت تو صرف اللہ کو حاصل ہے، اس لیے تم لوگ مجھ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ نہ کرو۔ اے میرے نبی! ان کافروں سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے، تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا اور اگر وہ مجھے ہلاک کرنا چاہے تو مجھے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اللہ کا پیغامبر اور اس کا رسول ہوں، میرا کام اس پیغام کو پہنچانا ہے جسے پہنچانا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واجب قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدة: ٦٧] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔''

آگے فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، تو اس کا ٹھکانا نارِ جہنم ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

''(یہ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مددگار کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے اور جو تعداد میں زیادہ کم ہے؟''

اہل جہنم قیامت کے دن جب اللہ کے وعدے کے مطابق عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت انھیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ مددگاروں کے اعتبار سے کون لوگ زیادہ کمزور ہیں اور کن کے مددگاروں کی تعداد زیادہ کم ہے۔ محمد (ﷺ) اور ان کے اہل ایمان صحابہ کی، یا مشرکین مکہ کی جو زندگی بھر اللہ اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر: ٤٤ تا ٤٨]

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ

لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔ یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔“

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

”کہہ دے میں نہیں جانتا آیا وہ چیز قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا میرا رب اس کے لیے کچھ مدت رکھے گا۔ (وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کرلے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔“

مشرکین مکہ بطور استہزا و تکذیب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا، آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا، جس عذاب کا تم سے اللہ کی طرف سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کا وقت قریب ہے، یا میرے رب نے مستقبل بعید میں اس کا کوئی وقت مقرر کر رکھا ہے۔ غیب کا علم تو صرف اسی کے پاس ہے، وہ اپنے غیب کی خبر کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے رسول کے جسے وہ اپنی پیغام رسانی کے لیے پسند کر لیتا ہے۔ چاہے وہ رسول فرشتوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ ایسے رسول کو وہ بعض ایسی غیبی خبریں بتاتا ہے کہ جن کا تعلق اس کی پیغام رسانی سے ہوتا ہے، جیسے وہ معجزات جو نبی کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جب وہ اپنے رسول پر وحی نازل کرتا ہے تو اس وحی کے آگے اور پیچھے یعنی چہار جانب نگہبان فرشتوں کی ایک جماعت کو لگا دیتا ہے جو شیاطین سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وحی کا وہ حصہ رسول تک بلا کم و کاست پہنچ جاتا ہے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا : ارشاد فرمایا: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا ﴾ [النازعات : ۴۲ تا ۴۵] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٧، ١٨٨] ''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام جب آپ کے پاس ایک اجنبی آدمی کی صورت میں آئے تو انھوں نے ایک سوال یہ بھی پوچھا کہ (اے محمد!) مجھے خبر دیجیے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ ...... الخ : ٥٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ : ٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکلنے والے تھے کہ اتنے میں مسجد کے سائبان کے پاس ہمیں ایک آدمی ملا اس نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''یہ بتا تو نے اس کے لیے تیاری کیا کی ہے؟'' یہ سن کر وہ آدمی تھوڑا سا جھجک گیا، پھر بولا، اے اللہ کے رسول! میرے پاس قیامت کی تیاری کے حوالے سے نماز، روزے اور صدقات کی کثرت تو نہیں، البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کسی حدیث سے اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے۔ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ١٦٤ / ٢٦٣٩۔ بخاری، کتاب الأدب، باب ما جاء فی قول الرجل ویلك : ٦١٦٧]

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

''تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نگہبان فرشتوں کی ایک جماعت کو وحی کی حفاظت پر اس لیے لگا دیتا ہے، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انھوں نے اپنے رب کا پیغام بحفاظت تمام اس کے رسول تک پہنچا دیا ہے، حالانکہ اللہ کی جانب سے پیغام رسانی کرنے والے فرشتوں کے تمام احوال سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ ان کا کوئی حال اللہ کے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس چیزوں کا اجمالی علم نہیں، بلکہ مخلوقات کے ہر فرد کا الگ الگ تفصیلی علم ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾

''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔''

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلی وحی: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] کے نزول کے موقع پر جب فرشتے نے آپ کو تین مرتبہ زور سے دبایا تو آپ گھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ۱ تا ۵] پھر تو وحی

کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي .... الخ : ٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ١٦١]

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ : ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیام اللیل کا حکم دے کر اسے آپ پر فرض کر دیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بني إسرائيل : ٧٩] ’’اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٦] ’’ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (رات کی نماز) رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ چار رکعات ادا فرماتے، ان کے حسن اور طوالت کا کیا پوچھنا، پھر چار رکعات ادا فرماتے ان کے حسن وطوالت کے متعلق بھی کچھ نہ پوچھو۔ پھر تین رکعات ادا فرماتے۔ [بخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره : ١١٤٧۔ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي ﷺ ...... الخ : ٧٣٨]

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے بتایا کہ آپ شروع رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھتے تھے، پھر اپنے بستر پر آرام کے لیے آتے، اگر ضرورت محسوس کرتے تو اپنی اہلیہ سے قربت فرماتے اور سو جاتے، تو جب پہلی اذان (یعنی اذان فجر) ہوتی تو جلدی سے اٹھتے اور اپنے اوپر (غسل کے لیے) پانی بہاتے، اگر جنبی نہ ہوتے تو وضو کرتے، جیسے لوگ نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر دو رکعت (فجر کی سنتیں) پڑھتے اور باہر تشریف لے جاتے۔ [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي ﷺ ...... الخ : ٧٣٩۔ بخاري، كتاب التهجد، باب من نام أول الليل ...... الخ : ١١٤٦]

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (رات کو) نماز کے لیے اتنا (لمبا) قیام کرتے کہ آپ کے دونوں پیر یا (کہا) دونوں پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ [بخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي ﷺ الليل ...... الخ : ١١٣٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ محبوب روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے اور

تہائی رات نماز پڑھتے اور (پھر) رات کا چھٹا حصہ سوتے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔" [بخاری، کتاب التهجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں افطار کرتے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ اس مہینے میں آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور کسی مہینے میں روزے رکھتے چلے جاتے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ (اب) آپ اس مہینے میں افطار نہیں کریں گے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل رات کے کسی ایک حصے کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، بلکہ مختلف حصوں میں اس انداز سے کرتے کہ) اگر کوئی آپ کو رات کے کسی حصے میں نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو وہ (کسی نہ کسی دن اس حصے میں) آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتا اور اگر کوئی آپ کو کسی حصے میں سویا ہوا دیکھنا چاہتا تو سویا ہوا بھی دیکھ لیتا۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل ...... الخ : ۱۱٤۱]

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا : یعنی قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں، کیونکہ یہ قرآن مجید کے فہم و تدبر میں معاون ثابت ہوتا ہے، چنانچہ آپ اسی طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت کو اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا ...... الخ : ۷۳۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انھوں نے بیان کیا کہ مد کے ساتھ۔ پھر آپ نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھی اور کہا کہ آپ "بِسْمِ اللّٰهِ" (میں لفظ اللہ کی لام) کو مد کے ساتھ پڑھتے، "الرَّحْمٰنِ" (میں میم) کو مد کے ساتھ پڑھتے اور "الرَّحِيْمِ" (میں حاء کو) مد کے ساتھ پڑھتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مد القراءة : ٥٠٤٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا ہے۔" [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغن بالقرآن ...... الخ : ٥٠٢٤]

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورۃ: ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز یا اچھی تلاوت کسی کی نہیں سنی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءة فی العشاء : ۷٦۹۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب القراءة فی العشاء : ٤٦٤/١٧٧]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔" [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة ؟ : ١٤٦٨۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ : زینوا القرآن ...... الخ، قبل الحدیث : ٧٥٤٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں

سے نہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و أسروا قولکم أو اجهروا به ...... الخ ﴾ : ۷۵۲۷]

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ ہم آپ پر قرآن نازل کرنے والے ہیں، جس کا آپ کے جسم و جان پر بڑا بھاری اثر پڑے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے دن میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۲]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرمائی اور اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، آپ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔[بخاری، کتاب الصلوة، باب ما یذکر فی الفخذ، قبل الحدیث : ۳۷۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ! کیا آپ وحی (کے نزول) کو محسوس کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں، میں گھنٹی کی سی آواز سنتا ہوں اور پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔‘‘[مسند أحمد : ۲۲۲/۲، ح : ۷۰۸۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہوتے تو وہ (بوجھ کی شدت کی وجہ سے)اپنی گردن ہلانے لگ جاتی۔[مسند أحمد : ۱۱۸/٦، ح : ۲٤۹۲۱]

إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَ أَقْوَمُ قِيلًا ۝۶ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝۷

’’بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں قیام اللیل اور اس میں قرآن کریم کی پرسکون انداز میں قراءت کا فائدہ بتایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ رات کے وقت نماز پڑھیے اور اس میں قرآن کی تلاوت کیجیے۔ اس لیے کہ رات کے وقت ماحول پرسکون ہوتا ہے، مخلوق سوئی ہوتی ہے اور ساری آوازیں خاموش ہوتی ہیں۔اس لیے ایسے وقت میں آپ نماز کے لیے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کیجیے گا تو آپ کی قراءت زیادہ حضور قلب کے ساتھ ہو گی اور آپ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا اثر پڑے گا۔ دن کے وقت تو آپ بڑی بڑی دیر تک وعظ و نصیحت اور دیگر کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ دن کے وقت آپ کو اتنا وقت کہاں ملے گا کہ آپ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لو لگا سکیں اور دل جمعی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر سکیں؟

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے، جب رات کا آخری ثلث باقی ہوتا ہے، تو فرماتا ہے، کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش کی درخواست کرے اور میں اسے بخشوں؟“ [بخاری، کتاب التهجد، باب الدعاء والصلوة من آخر الليل…… الخ : ۱۱۴۵۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرين ، باب الترغيب فی الدعاء …… الخ : ۷۵۸]

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰

”اور اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔ اور اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور انھیں چھوڑ دے، خوبصورت طریقے سے چھوڑنا۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ہر وقت اپنے رب کی یاد میں مشغول رہیے، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تحمید، نماز، تلاوت قرآن کریم اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے میں لگے رہیے، جو مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اپنے تمام امور میں صرف اسی پر بھروسا کیجیے، اس کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ مانیے، وہ آپ کے لیے کافی ہوگا اور ہر حال میں آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔ دعوت کی راہ میں کفار قریش کی جانب سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو جو اذیت پہنچتی ہے اس پر صبر کیجیے اور ان کی باتوں کا جواب نہ دیجیے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [ق : ۳۹، ۴۰] ”سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۵، ۴۶] ”اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔ وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب الحيض، باب ذكر الله تعالٰى فی حال الجنابة وغيرها : ۳۷۳]

وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۝۱۲ وَّ طَعَامًا

ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

''اور چھوڑ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال ہیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے۔ بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب۔ جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہے کہ آپ مکہ کے ارباب عیش و عشرت یعنی کافروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجیے، آپ ان کی فکر نہ کیجیے، ان سے نمٹنے کے لیے میں آپ کی طرف سے کافی ہوں۔ میں آپ کا انتقام ان سے ضرور لوں گا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں ہمارے پاس لوہے کی بیڑیاں ہیں، جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے اور کھانے کے لیے زقوم کا درخت ہے، جو کھانے والے کے حلق میں اٹک کر رہ جائے گا۔ ان کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَرْنِيْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴾ [القلم : ۴۴، ۴۵] ''پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں انھیں مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [الحجر : ۹۵ تا ۹۹] ''بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بناتے ہیں، سو عنقریب جان لیں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تیرا سینہ اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔''

ان کا یہ انجام اس دن ہو گا جب زمین اور پہاڑ پوری شدت کے ساتھ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے تودے بن کر بکھر جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [الحاقة : ۱۳ تا ۱۵] ''پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔''

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

”بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا جو تم پر گواہی دینے والا ہے، جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا۔ سو فرعون نے اس پیغام پہنچانے والے کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل مکہ! اے کفارِ عرب! ہم نے محمد ﷺ کو تمھارے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے، وہ قیامت کے دن تمھاری بداعمالیوں کی گواہی دیں گے اور تب تمھارا انجام بہت ہی برا ہو گا۔ جس طرح ہم نے فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور فرعون نے ان کی بات نہیں مانی تھی، تو ہم نے فرعون اور فرعونیوں کی بڑی سخت گرفت کی تھی اور ان تمام کو سمندر میں ڈبو دیا تھا۔

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ: یعنی رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن گواہ ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرة : ۱٤۳] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥، ٤٦] ”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اور انھیں بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کون کون سی بدعات ایجاد کی تھیں۔ تو میں وہی کہوں گا جو (اللہ کے) صالح بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۷، ۱۱۸] ”اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب سے آپ نے ان کو چھوڑا ہے، یہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہی پلٹتے رہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم ﴾ : ٤٦۲٥۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸٦۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلایا جائے گا۔ وہ کہیں گے، اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (میرا) پیغام پہنچا

دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں ! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا، کیا انھوں نے تم تک (میرا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے نوح!) تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ پھر تم گواہی دو گے کہ انھوں نے یقیناً (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول (یعنی میں) تمھاری گواہی پر گواہی دوں گا (یعنی تمھاری تصدیق کروں گا)۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وكذلك جعلنكم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا : فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ [النازعات : ١٥ تا ١٩] "کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔ فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔"

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [القصص : ٤٠] "تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰه : ٧٧، ٧٨] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔"

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

"پھر تم کیسے بچو گے اگر تم نے کفر کیا، اس دن سے جو بچوں کو بوڑھے کر دے گا۔ اس میں آسمان پھٹ جانے والا ہے، اس کا وعدہ ہمیشہ سے (پورا) ہو کر رہنے والا ہے۔ یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے۔"

اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے کفر پر باقی رہو گے، اور دینِ حق کو قبول نہیں کرو گے تو روزِ قیامت کے عذاب سے کیسے بچو گے؟ جس کی ہولناکی اتنی شدید ہوگی کہ وہ بچوں کو بوڑھا بنا دے گا اور آسمان مارے

رعب و دہشت کے پھٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ ہے، اسے پورا ہونا ہے اور قیامت کو ضرور واقع ہونا ہے۔ اس لیے اے اہل قریش! تم اس دن کے عذاب سے بچنے کی تدبیر ضرور کرلو اور وہ تدبیر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جانا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آیتیں جن میں قیامت کے دن کی شدید وعید کی خبر دی گئی ہے، باعثِ عبرت و موعظت ہیں۔ اس لیے کہ جو شخص قیامت کے دن کے عذاب سے نجات چاہتا ہے وہ شرک و معاصی سے تائب ہوکر اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا: یعنی اس دن کی ہولنا کیوں کی شدت، زلزلوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ قیامت کی ہولنا کی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہر گز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہیں گے کہ اے آدم! وہ جواب میں کہیں گے کہ اے میرے رب! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ پھر (انھیں) بلند آواز سے پکارا جائے گا کہ (اے آدم!) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کی جماعت نکالو۔ وہ پوچھیں گے، اے رب! جہنم کی جماعت کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ تو اس وقت حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے: ﴿ وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۲] ''اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہر گز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' یہ بات لوگوں پر بہت گراں گزری، حتیٰ کہ ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک ہوگا۔ غرض دوسرے لوگوں کے مقابلے میں (جو دوزخی ہیں) تمھاری تعداد ایسے ہے جیسے سفید بیل کے پہلو میں ایک سیاہ بال، یا سیاہ بیل کے پہلو میں ایک سفید بال ہوتا ہے۔''

[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و تری الناس سکاری ﴾ : ۴۷۴۱]

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا

تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

’’بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے کہ یقیناً تو رات کے دو تہائی کے قریب اور اس کا نصف اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتا ہے اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہیں اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا اور جو نیکی بھی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں کہیں بڑی ہے اور اللہ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

ابتدائے سورت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو نصف رات، یا دو تہائی، یا ایک تہائی رات تک نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور احکامِ شرعیہ میں عام حالات میں آپ ﷺ کی امت آپ کے تابع ہوتی ہے۔ سورت کی اس آخری آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کا پورا اہتمام کیا اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز تہجد پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن چونکہ مقررہ وقت کی پوری پوری پابندی مسلمانوں کے لیے مشقت کا باعث تھی، اس لیے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کو اس نے اب آسان کر دیا۔ رات اور دن کے اوقات، ان کے گزرے ہوئے اور باقی ماندہ حصوں کو وہی جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تہجد کے وقت کی تحدید بغیر کمی بیشی کے تمھارے لیے مشکل امر ہے۔ اس لیے اب اس نے نماز تہجد کے معاملے کو تمھارے لیے آسان بنا دیا ہے اور تمھیں حکم دیا ہے کہ تم سے جتنی دیر ہو سکے نماز تہجد پڑھو اور قرآن کی تلاوت کرو، اب وقت کی تحدید باقی نہیں رہی۔ آدمی جب تک نشاط محسوس کرے نماز پڑھے اور جب تھک جائے، یا نیند آنے لگے تو آرام کرے، تاکہ فجر کی نماز کے وقت سستی محسوس نہ کرے۔ آگے نماز تہجد کے اوقات میں تخفیف کے بعض اسباب بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے بعض لوگ مریض ہوں گے، ان کے لیے آدھی رات، یا دو تہائی رات یا ایک تہائی رات تک نماز پڑھنا بہت ہی تکلیف کا باعث ہوگا۔ اس لیے اس سے جتنا ہو سکے، اتنا ہی پڑھے اور اگر کھڑے

ہو کر پڑھنے میں تکلیف محسوس ہو تو بیٹھ کر پڑھے، بلکہ اگر نوافل پڑھنے میں اسے پریشانی ہو تو نہ پڑھے۔

اللہ جانتا ہے کہ بعض لوگ تجارتی کاموں کے لیے سفر کرتے ہیں، تاکہ مخلوق کے محتاج نہ رہیں، ایسے مسافروں کے احوال وظروف کا تقاضا ہے کہ شریعت ان کے لیے سہولت پیدا کرے، اسی لیے ان کے لیے بھی فرض نمازوں میں تخفیف کر دی گئی۔ چار رکعتوں والی نماز ان کے لیے دو رکعت کر دی گئی اور دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز کر دیا گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ بعض مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر دور دراز علاقوں میں جاتے ہیں، ان کے احوال وظروف کا بھی تقاضا ہے کہ شریعت ان کے لیے سہولت پیدا کرے۔ چنانچہ مجاہدین فی سبیل اللہ بھی اپنی حالت کے مطابق نوافل کا اہتمام کریں گے۔ اگر حالات نامساعد ہوں تو تہجد کی نماز عارضی طور پر چھوڑ دیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دو اہم عبادات نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ نماز کے بغیر دین کی عمارت گر جاتی ہے اور زکوٰۃ دینا ایمان کی دلیل ہے، ایمان کا یہی وہ رکن ہے جس کے ذریعے سے فقرا و مساکین کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو صدقہ وخیرات اور ہر فعل خیر کی ترغیب دلائی اور کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو قرض دو، جو ایک نیکی کا سات سو گنا تک بدلہ دیتا ہے اور دیگر نیک اعمال کرو کہ تمھارا کوئی عمل صالح ضائع نہیں کیا جائے گا، بلکہ قیامت کے دن سیکڑوں گنا بڑھا کر تمھیں اس کا اجر دیا جائے گا۔ ہر وقت اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو، تاکہ وہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے، اس لیے کہ بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اللیل کی کیفیت بتائیے؟ انھوں نے کہا، کیا تم نے سورۃ: ﴿ يَاۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ نہیں پڑھی؟ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں قیام اللیل کو فرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک قیام اللیل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات کو بارہ مہینوں تک آسمان پر روکے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آخری آیات نازل کر کے تخفیف کر دی، تو پھر قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل رہ گیا۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب جامع صلوة الليل ومن نام عنها أو مرض : ٧٤٦]

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ : یعنی جتنا آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی قیام کرو، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرو، پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو، تو ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرو، یہ ایک رکعت جتنی نماز تم پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے گی۔“ [بخاري، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الوتر : ٩٩٠]

قیام اللیل میں کم سے کم ایک رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہے، یعنی صرف وتر پڑھ لینا کافی ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے آپ کے بستر پر سوئی رہتی تھی، جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیا کرتی تھی۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب إیقاظ النبی ﷺ أهله بالوتر : ۹۹۷۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الاعتراض بین یدی المصلی : ۵۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرے وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، جو سو آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ” قانتین “ (عبادت گزاروں) میں لکھا جاتا ہے اور جو ہزار آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ”مقنطرین “ (یعنی بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔“ [أبو داؤد، أبواب قراءة القرآن، باب تحزیب القرآن : ۱۳۹۸]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : یعنی فرض نماز و زکوٰۃ ادا کرتے رہو، جیسا کہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: ”پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔“ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں! الا یہ کہ تو کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب الزکاة من الإسلام : ۴۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الصلوات التی هی أحد أرکان الإسلام : ۱۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرض نماز ادا کرتے، پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرواتے۔ ایک دن انھوں نے عشاء کی نماز پڑھائی تو سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ ایک شخص (پانی ڈھونے والا) نماز توڑ کر چلا گیا، اسے پتا چلا کہ معاذ نے اسے برا بھلا کہا ہے، تو اس نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تو فتنہ ڈالنے والا ہے؟“ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی، پھر فرمایا: ”تو نے نماز میں سورۂ اعلیٰ، سورۂ شمس یا سورۂ لیل (میں سے کوئی سورت) کیوں نہ پڑھی؟ کیوں کہ تمھارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں۔“ اسی واقعہ کے ایک دوسرے راوی ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو کبھی وعظ و نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصے میں نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم میں سے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو متنفر کر دیں۔ دیکھو، تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ لوگوں میں کوئی ناتواں ہوتا ہے، کوئی بوڑھا اور کوئی کام کاج والا (ہاں جب وہ اکیلا ہو تو جتنی چاہے لمبی کرے)۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب إذا طول الإمام ...... الخ : ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۴، ۷۰۵]

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : یعنی صدقات و خیرات، اللہ تعالیٰ اس کی احسن اور بھرپور جزا عطا فرمائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۷] ”اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ [البقرة : ۲۴۵] ”کون

ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔‘‘

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا : یعنی تمام وہ نیک اعمال جن کو تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، وہ تمھیں حاصل ہو کر رہیں گے اور یہی وہ بہترین چیز ہے جو دنیا میں تم اپنے لیے باقی رکھتے ہو۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ایک مرتبہ پوچھا: ’’تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟‘‘ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’سنو! تمھارا مال وہ ہے جسے تم (اللہ کی راہ میں دے کر اپنے لیے) آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمھارا مال نہیں، وہ تو تمھارے وارثوں کا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له : ٦٤٤٢ـ مسند أحمد : ١/ ٣٨٢، ح : ٣٦٢٥]

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی کوئی بھی نیک عمل ہو اس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، اپنے عمل پر پھول مت جاؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاريات : ١٧، ١٨] ’’وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔‘‘

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار کرتے۔ [مسلم، كتاب المساجد ، باب استحباب الذكر بعد الصلوة و بيان صفته : ٥٩١]

سورة المدثر مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ① قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ② وَ رَبَّكَ فَكَبِّرۡ ③ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرۡ ④ وَ الرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ⑤ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ⑥ وَ لِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ⑦

"اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کر کہ زیادہ حاصل کرے۔ اور اپنے رب ہی کے لیے پس صبر کر۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کمبل اوڑھنے والے! اب راحت و آرام چھوڑ دیجیے اور مکہ کے مشرکین کو عذاب سے ڈرایئے۔ اپنے رب کی عظمت و کبریائی بیان کیجیے اور مشرکین سے کہیے کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس لیے تم اس کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکو اور کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ۔ "اپنے کپڑے پس پاک رکھ" سے مراد تمام اعمال ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ آپ اپنے تمام اعمال کو نام و نمود، ریاکاری، نفاق، کبر و غرور اور غفلت و کاہلی سے پاک و صاف رکھیے اور کپڑوں کو پاک رکھنا اس میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہے، اس لیے کہ اعمال کی پاکیزگی میں یہ بھی داخل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جن بتوں کی عبادت آپ کی قوم کرتی ہے، ان کے قریب بھی نہ جایئے، اس لیے کہ وہ ناپاک و پلید ہیں۔ اسی طرح لوگوں کے ساتھ دینی یا دنیاوی احسان کر کے اسے جتلایئے مت اور آپ کے دل میں یہ بات بھی نہ آئے کہ آپ نے فلاں پر بڑا احسان کیا ہے، بلکہ جتنا ہو سکے بھلائی کیے جایئے اور اس کے اجر و ثواب کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھیے۔ گویا آپ کا حال ایسا ہو کہ جس پر احسان کیا ہے اور جس پر نہیں کیا، دونوں ہی آپ کی نظر میں برابر ہوں اور اسلام کی دعوت کی راہ میں آپ کو مخالفین کی جانب سے جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اس پر اپنے رب کی رضا مندی

کی نیت سے صبر کیجیے۔

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کا سلسلہ سچے خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی مثل واضح ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کے لیے گوشہ نشینی کو پسندیدہ بنا دیا گیا، تو آپ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے تھے، جب تک گھر آنے کو جی نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے، پھر آپ اپنی بیوی کے پاس آتے اور وہاں رہنے کے لیے مزید کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ (ختم ہونے پر) دوبارہ پھر آپ خدیجہ ؓ کے پاس آتے اور اتنا ہی توشہ اور ہمراہ لے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ اس وقت غار حرا ہی میں تھے جب حق آپ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے کہا، پڑھیے! آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اب اس نے پھر تیسری مرتبہ مجھے پکڑا اور (خوب) بھینچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] پس یہی آیات سن کر رسول اللہ ﷺ گھر لوٹے، (خوف سے) آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپ خدیجہ ؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' گھر والوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب خوف چلا گیا تو آپ نے خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔'' خدیجہ ؓ نے عرض کی، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، معاشرہ پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ ؓ رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں، ورقہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے اور جتنا اللہ نے چاہا انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ ؓ نے ان سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا، اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ ورقہ نے کہا، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں، جس وقت آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا، ہاں ہر اس شخص سے جو ایسی چیز لے کر آیا ہے جیسی آپ لے کر آئے ہیں، دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو

میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله ﷺ ...... الخ : ۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول الله ﷺ : ۱۶۰]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ۱ تا ۵] پھر تو وحی کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔'' [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی .... الخ : ٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول الله ﷺ : ۱۶۱]

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝

''سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا، تو تمام مخلوق قبروں سے نکل کھڑی ہو گی اور انھیں محشر کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ دن اپنی ہولناکیوں کی وجہ سے بڑا ہی کٹھن ہو گا اور کافروں کے لیے تو وہ دن انتہائی مشکل ہو گا، اس لیے کہ نجات کی امید یکسر ختم ہو جائے گی اور اپنی ہلاکت و بربادی کا انھیں قطعی یقین ہو جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٨] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱ تا ۱۰٤] ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا

مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰس : ۵۱ تا ۵۳] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کیسے راحت و سکون سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور وہ پیشانی جھکائے ہوئے، کان لگائے ہوئے اللہ کے حکم کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے۔'' مسلمانوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کہو: ((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا)) ''ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، ہم (ہر معاملہ میں) اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ۳۲۴۳۔ مسند أحمد : ۳۲۶/۱، ح : ۳۰۱۲]

ذَرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾

''چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گھاٹی چڑھنے کی تکلیف دوں گا۔''

آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ کلمات کہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تنبیہ کے لیے یہ آیات نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! جس شخص کو میں نے اس کی ماں کے بطن سے تنہا پیدا کیا، نہ اس کے پاس مال تھا اور نہ اولاد تھی، اس کو آپ چھوڑ دیجیے، اس سے آپ کا انتقام لینے کے لیے میں کافی ہوں۔ جب وہ پیدا ہوا تو میں نے اس کی پرورش کی، اسے مال کثیر دیا اور نرینہ اولاد سے نوازا، جو ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اپنے کاموں میں مدد لیتا ہے۔ میں نے اس کے لیے دنیاوی اسباب مہیا کر دیے، یہاں تک کہ اس کی ضرورتیں اور خواہشیں پوری ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں اسے آخرت کی نعمتوں سے بھی نوازوں گا، ایسا نہیں ہو سکتا، اس کی یہ خواہش ہرگز پوری نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس نے ہماری آیتوں کی صداقت کا یقین کرنے کے بعد ان کا انکار کر دیا اور حق کو پہچاننے کے بعد اسے قبول نہیں کیا۔ میں اسے بدترین عذاب سے دوچار کروں گا اور قیامت کے روز میں اسے ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنے کے لیے مجبور کروں گا۔

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

''بے شک اس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے بڑا غور وفکر کیا اور اپنے دل میں وہ بات طے کر لی جو اسے نبی کریم ﷺ کی ذات پر اتہام دھرنے اور قرآن کریم کی آیات کے ابطال کے لیے اہل قریش کے سامنے پیش کرنا تھی۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو، اس نے کیسے اس افترا پردازی کو اپنے دل میں جگہ دی اور وہ بات گھڑ لی جسے خود اس کے ضمیر نے قبول نہیں کیا۔ اللہ کی اس پر بار بار لعنت ہو، اس نے کیسے ایسی افترا پردازی کی جرأت کر لی؟ پھر اس ملعون نے اس جھوٹی بات کے بارے میں غور کر کے خوب اطمینان کر لیا کہ اہل قریش اور دیگر مشرکین عرب اسے مان جائیں گے۔ پھر اس لئیم نے کبر وغرور اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم سے بغض وعناد کے سبب اپنی پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے چہرے پر حسد وکینہ کی سیاہی پھیل گئی۔ پھر اس نے حق سے منہ پھیر لیا اور استکبار میں آ کر قرآنِ برحق پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ یہ قرآن جادو کے سوا کچھ نہیں، جسے محمد (ﷺ) دوسروں سے سیکھتا ہے۔ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام ہے۔

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

''میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔''

چونکہ اللہ اور اس کے کلام کے خلاف اس کافر کی بات بہت بڑی افترا پردازی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہاں اپنے نبی کو خبر دی کہ وہ قیامت کے دن بہت شدید عذاب کا مستحق ہوگا، میں اسے جہنم میں جلاؤں گا اور میرے نبی! آپ کو کیا معلوم کہ جہنم کتنی سخت ہے؟ یہ تو ایسی خطرناک اور ہیبت ناک آگ ہے، جو نہ گوشت کو چھوڑے گی اور نہ پٹھے اور ہڈی کو، جہنمی کے جسم کے ہر عضو کو جلا کر خاکستر کر دے گی اور چمڑے کو سیاہ بنا دے گی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء: ٥٦] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا

ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آ گے فرمایا کہ جہنم پر انیس فرشتے بطور داروغہ مقرر ہیں، جو نہایت سخت دل اور بے رحم ہیں۔ انھیں اللہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتے اور نہ اس میں کوئی کمی کرتے ہیں۔

وَ مَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا وَّ لَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ؑ (۳۱)

ع ۱ ۱۵

''اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تا کہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جب جہنم پر مامور فرشتوں کی تعداد انیس بتائی تو ساتھ ہی اس ٹھٹھے اور مذاق کا جواب بھی ذکر کر دیا جو کافر اڑا سکتے تھے اور انھوں نے اڑایا بھی کہ انیس فرشتے ہم ہزاروں لاکھوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم نے جہنم پر جن لوگوں کو مقرر کیا ہے وہ فرشتے ہیں اور فرشتہ ایک بھی ہو تو تم سب کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جہنم پر مامور فرشتوں کی جو تعداد یہاں بتائی ہے، اس سے مقصود کافروں کی آزمائش ہے، تا کہ جو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں ان پر اللہ کا غضب نازل ہو اور ان کا عذاب کئی گنا بڑھا دیا جائے۔ مذکورہ بالا عدد کے ذکر کرنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ نبی کریم ﷺ اور قرآن کی صداقت پر یقین کر لیں، اس لیے کہ جہنم پر مامور فرشتوں کی یہی تعداد تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہے، نیز یہ بھی مقصود ہے کہ جب امت محمدیہ کے مومنوں کو معلوم ہو گا کہ قرآن کریم کی یہی بات تورات و انجیل میں بھی موجود ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو گا۔

مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب کے دل میں اسلام کی صداقت کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے، کیونکہ یہی بات ان کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور تاکہ مومنوں کا ایمان بڑھ جائے۔ فرشتوں کی تعداد انیس بتانے سے مقصود یہ بھی ہے کہ کفار عرب اور مستقبل میں مدینہ میں پائے جانے والے منافقین نفاق و کفر کی وادیوں میں بھٹکتے رہیں اور اللہ اور قرآن کا مذاق اڑاتے رہیں کہ اس عجیب و غریب مثال کے ساتھ اللہ نے کیا بتانا چاہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و ضلال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اسی طرح جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۶] ”بے شک اللہ اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے، مچھر کی ہو پھر اس کی جو اس سے اوپر ہے، پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے سو جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے وہ جنھوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا؟ وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔“

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کے رب کی فوجوں کی تعداد کو، چاہے وہ فرشتے ہوں یا غیر فرشتے، اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں ساتویں آسمان کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل جاتا ہے تو پھر کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتا۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ ...... الخ : ۳۲۰۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تمھیں نظر نہیں آتا اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تمھیں سنائی نہیں دیتا۔ آج آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیوں کے برابر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود نہ ہو۔ قسم ہے اللہ کی! اگر تمھیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ اور بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہو سکو اور تم بآواز بلند اللہ سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔“ (اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا) قسم ہے اللہ کی! میرا جی چاہتا ہے (کاش!) میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ [ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء : ۴۱۹۰۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لو تعلمون ما

أعلم ...... الخ : ٢٣١٢۔ مسند أحمد : ١٧٣/٥، ح : ٢١٥٧٢]

كَلَّا وَ الْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾

”ہرگز نہیں، چاند کی قسم! اور رات کی، جب وہ جانے لگے! اور صبح کی، جب وہ روشن ہو! بلاشبہ وہ (جہنم) یقیناً بہت بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ بشر کے لیے ڈرانے والی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ آگے بڑھے، یا پیچھے ہٹے۔“

”كَلَّا“ ہرگز نہیں، یعنی جہنم یا اس پر مامور فرشتوں کی تعداد سے انکار ہرگز درست نہیں، اس کے بعد تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ جہنم یقیناً بہت ہی بڑی چیز ہے۔ ان قسموں کی مناسبت جواب قسم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جہنم کا انکار کرنے والوں کا انکار اس لیے ہے کہ وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور ان کے خیال میں اتنی بڑی، ہولناک اور عظیم الشان چیز کا موجود ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا، اس کائنات میں چاند کو دیکھو، وہ ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال ہونے تک روزانہ جن مراحل سے گزرتا ہے، ان پر غور کرو۔ رات کو دیکھو جب وہ رخصت ہوتی ہے اور کائنات میں روزانہ ایک عظیم انقلاب رونما ہوتا ہے۔ پھر صبح کو دیکھو جب روشن ہوتی ہے تو رات کی ظلمت اپنا بوریا بستر سمیٹ لیتی ہے۔ ان میں سے ہر چیز اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز اگر تم نے دیکھی نہ ہوتی اور تمھیں اس کے متعلق بتایا جاتا تو تم اسی طرح انکار کر دیتے جس طرح جہنم سے انکار کر رہے ہو۔ جب اتنی بڑی بڑی حقیقتیں تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور تمھیں ان کے موجود ہونے میں کوئی شک نہیں تو ان چیزوں کا پیدا کرنے والا تمھیں بتا رہا ہے کہ یقیناً جہنم بھی اس کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے، اس میں تمھیں شک کیوں ہے؟

آگے فرمایا کہ یہ جہنم انسانوں کو ڈرانے والی ہے، ان انسانوں کو جنھیں اختیار ہے کہ یہ جہنم سے ڈرانے والی آیات سن کر چاہیں تو ایمان قبول کر کے جنت کی طرف بڑھ جائیں اور چاہیں تو پیچھے رہ کر جہنم کے سزاوار بن جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الکھف : ٢٩] ”پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔“

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾

”ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔“

یعنی جس طرح کوئی گروی رکھی ہوئی چیز اس وقت تک نہیں چھوٹتی جب تک وہ حق ادا نہ کر دیا جائے جس کے بدلے اسے گروی رکھا گیا ہے، اسی طرح ہر شخص اپنے عمل کے عوض گروی اور گرفتار ہوگا۔ جب تک وہ عمل پیش نہ کرے، جس کی

ادائیگی اس پر واجب تھی، رہائی نہیں پا سکتا۔ ہاں جنھیں دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے گا وہ گرفتار نہیں ہوں گے، بلکہ اعمال صالحہ کی وجہ سے رہا ہو جائیں گے کہ جس طرح حق ادا کرنے سے گروی چھوٹ جاتی ہے۔ دائیں ہاتھ والوں کو جو انعام واکرام ملے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ؕ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ [الواقعة : ۲۷ تا ۴۰] ”اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے۔“

فِيْ جَنّٰتٍ ۛؕ يَتَسَآءَلُوْنَ ۙ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ۝۴۳

”جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔ تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔“

وہ اصحاب الیمین اس دن ایسی جنتوں میں ہوں گے جن کی نعمتوں، راحتوں اور آسائشوں کا ادراک کوئی شخص اس دنیا میں نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے آپس میں باتیں کریں گے، یہاں تک کہ بات ان مجرموں تک پہنچ جائے گی جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے باغی تھے اور جن کی موت کفر و شرک پر ہوئی تھی۔ جنتی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیوں نہ جہنم میں جھانک کر ان کا حال معلوم کیا جائے، چنانچہ جنتی انھیں بیچ جہنم میں شدید عذاب کی حالت میں پائیں گے، ان سے پوچھیں گے کہ تمھارے کس کرتوت نے تمھیں جہنم میں پہنچا دیا؟ تو وہ جہنمی کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کے لیے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نماز ایمان کے ان ارکان میں سے ہے جن کے بغیر کوئی شخص اسلامی برادری میں شامل ہی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب دعاءكم إيمانكم ...... الخ : ۸۔

مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام : ١٦/٢١]

بلکہ جب تک کوئی شخص ایمان قبول کر کے نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے، اس سے جنگ کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم نہ کریں، زکوٰۃ نہ دیں۔ پھر جب وہ ایسا کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کا حق (ان سے ضرور لیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا وأقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ...... الخ : ٢٢]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ٨٢]

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾

”اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔“

جہنمیوں کا یہ اقرار کہ وہ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں مساکین کو کھانا کھلانا کس قدر ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدهر : ٥ تا ١١] ”بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔“

اور فرمایا: ﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ [البلد : ١١ تا ١٦] ”پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی

قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، (آدمی کا) کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اچھا اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے ہو اسے سلام کرو۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام : ۱۲۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام...... الخ : ۳۹]

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ﴿۴۵﴾

”اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے۔“

اللہ کی آیات سے مذاق کرنا اور ان کے متعلق فضول بحث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان اس کا ارتکاب کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبۃ : ۶۵، ۶۶] ”اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴾ [الطور : ۱۱، ۱۲] ”تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو فضول بحث میں کھیل رہے ہیں۔“

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾

”اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔“

قیامت پر یقین ایمان کی بنیادی شرط ہے، اس کے بغیر آدمی مسلمان ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [المطففین : ۱۰ تا ۱۳] ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث جبریل علیہ السلام میں) ایمان کی تعریف یہ فرمائی: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر، خواہ اچھی ہو یا بری، ایمان لاؤ۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان،

باب الإيمان ما هو ؟ ...... الخ : ۹۳]

حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾

''یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔''

الْيَقِيْنُ سے مراد موت ہے، کیونکہ اس کے آنے پر تمام شکوک وشبہات دور ہو کر حقیقت سامنے آ جائے گی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر : ۹۹] ''اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔''

اس سے مراد بھی موت ہے، دنیا میں کسی کو آخرت پر کتنا بھی یقین ہو، وہ اس یقین کے برابر نہیں ہو سکتا جو موت آنے پر حاصل ہو گا۔ ذیل میں موجود حدیث میں بھی یہ لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون کی رہائش ہمارے حصہ میں آئی۔ ام علاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عثمان ہمارے ہاں آ کر بیمار ہو گئے، میں نے ان کی پوری طرح تیمارداری کی، لیکن وہ بچ نہ سکے۔ ہم نے انھیں ان کے کپڑوں ہی میں لپیٹ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں نے کہا، اے ابو السائب! اللہ کی تم پر رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے آپ کو عزت دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کو عزت بخشی ہے؟'' میں نے کہا، مجھے نہیں معلوم، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، (اگر اللہ ان کو عزت نہیں دے گا) تو پھر کس کو دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''واللہ! موت تو ان کو یقیناً آ چکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے بھلائی کی امید رکھتا ہوں، لیکن میں اگرچہ اللہ کا رسول ہوں، مگر نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟'' کہتی ہیں کہ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اب میں کسی کی پاکی بیان نہیں کروں گی۔ کہتی ہیں، لیکن اس بات نے مجھے فکر مند بہت کر دیا، پھر میں سو گئی تو میں نے خواب میں عثمان بن مظعون کے لیے چشمہ دیکھا جو بہ رہا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، میں نے آپ کو خواب کی خبر دی، تو آپ نے فرمایا: ''یہ ان کا عمل ہے۔'' [بخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه المدينة : ۳۹۲۹]

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾

''پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے بارے میں فرمایا کہ اگر بفرض محال کوئی نبی یا فرشتہ ان کے لیے سفارش بھی کرے گا، تو وہ ان کے کام نہیں آئے گی۔ دوسرے لفظوں میں، وہ شفاعت کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی یا فرشتے کو ان کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہی نہیں دے گا۔ اس لیے کوئی ایسی سفارش نہیں پائی جائے گی جو انھیں نفع پہنچائے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

فَمَا لَهُمۡ عَنِ ٱلتَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمۡ حُمُرٞ مُّسۡتَنفِرَةٞ ﴿٥٠﴾ فَرَّتۡ مِن قَسۡوَرَةِۭ ﴿٥١﴾

''تو انھیں کیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی حالت پر اظہار حیرت کرتے ہوئے فرمایا، انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس قرآن سے اعراض کر رہے ہیں جس میں ان کے لیے عبرت و نصیحت ہے۔ قرآن سننے سے اس طرح بدکتے ہیں جیسے خوف زدہ گدھے، جو جنگل میں شیروں کو دیکھ کر مارے خوف و دہشت کے بے تحاشا دوڑنے لگتے ہیں اور انھیں کہیں قرار نہیں ملتا۔

بَلۡ يُرِيدُ كُلُّ ٱمۡرِيٕٖ مِّنۡهُمۡ أَن يُؤۡتَىٰ صُحُفٗا مُّنَشَّرَةٗ ﴿٥٢﴾ كَلَّاۖ بَل لَّا يَخَافُونَ ٱلۡأٓخِرَةَ ﴿٥٣﴾

''بلکہ ان میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔''

یعنی قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کا حق ہونا واضح ہو جانے کے باوجود ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو نبی بنا دیا جائے۔ اسے کتاب عطا ہو اور وہ بھی خرق عادت کے طور پر، کاغذ پر لکھی ہوئی سب کے سامنے کھلی ہوئی حالت میں ان پر نازل ہو۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہر شخص ہی کو نبوت و کتاب عطا ہو جائے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا جَآءَتۡهُمۡ ءَايَةٞ قَالُواْ لَن نُّؤۡمِنَ حَتَّىٰ نُؤۡتَىٰ مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ رُسُلُ ٱللَّهِۘ ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥۗ ﴾ [الأنعام : ١٢٤] ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔''

اسی لیے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان میں سے ہر ایک کو کتاب دی جائے۔ اصل میں ان کے انکار کی وجہ بھی یہ نہیں، بلکہ ان کے نصیحت سے بھاگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں اور تمام خرابیوں کی جڑ یہی ہے۔ جب تک یہ لوگ دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے رہیں گے آپ ان کو ان کے تقاضوں کے مطابق کوئی معجزہ بھی دکھا دیں تو وہ اسے جادو قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیں گے۔

كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذۡكِرَةٞ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذۡكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُۚ هُوَ أَهۡلُ ٱلتَّقۡوَىٰ وَأَهۡلُ ٱلۡمَغۡفِرَةِ ﴿٥٦﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً یہ ایک یاد دہانی ہے۔ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر

یہ کہ اللہ چاہے، وہی لائق ہے کہ (اس سے) ڈرا جائے اور لائق ہے کہ بخش دے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ عبرت ونصیحت کا خزانہ ہے، اس میں موجود اللہ کے اوامر ونواہی سے جو چاہے فائدہ اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے، لیکن اس سے وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جسے اللہ توفیق دے گا۔ اس کی توفیق کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کی ذات ہی وہ ذات ہے جس سے بندوں کو ڈرنا چاہیے اور جسے راضی کرنے کے لیے عمل صالح کرنے چاہییں۔ وہی ارحم الراحمین مومنوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴿۲﴾

”نہیں، میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں! اور نہیں، میں بہت ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں!“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بات ویسی نہیں ہے جیسی مشرکین کہتے ہیں کہ بعث بعد الموت اور قیامت کے دن کی جزا و سزا کا تصور صحیح نہیں ہے۔ میں بعث بعد الموت کے عقیدے کے صحیح ہونے پر قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں اور آدمی کے ”نفس لوامہ“ کی قسم کھاتا ہوں، جو ہمیشہ اللہ کی جناب میں تقصیر پر آدمی کو ملامت کرتا رہتا ہے اور اسے بھلائی پر اکساتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، بنی نوع انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور انھیں ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

دونوں آیتوں میں جس بات پر اللہ نے قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ اے کافرو! تم ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، تم سے ضرور تمھارے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور تمھیں سزا دی جائے گی۔

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾

”کیا انسان گمان کرتا ہے کہ بے شک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں؟ (ہم انھیں اکٹھا کریں گے) اس حال میں کہ ہم قادر ہیں کہ اس (کی انگلیوں) کے پورے درست کر (کے بنا) دیں۔“

قیامت کے منکرین یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ جب ان کی ہڈیاں تک بوسیدہ ہو جائیں گی اور ذرات کی صورت میں بکھر جائیں گی تو انھیں پھر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اگر یہ خیال کرے کہ اس کی ہڈیاں خود بخود جمع نہیں ہو سکتیں، یا مخلوق میں سے کوئی انھیں دوبارہ جمع نہیں کر سکتا تو اسے یہ سمجھنے کا حق ہے، مگر کیا وہ ہمارے متعلق گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر سکیں گے؟ یہ اس کی خام خیالی ہے، ہم یقیناً اس بات پر قادر

ہیں کہ اس کی ہڈیوں کو جمع کریں، بلکہ ہم تو انسان کی انگلیوں کو بنانے پر قادر ہیں جو چھوٹی اور نازک ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے الگ حرکت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ تو پھر اس کے جسم کی بڑی ہڈیوں کو بنانے پر کیوں نہیں قادر ہوں گے، جبکہ پہلی بار ہم نے ہی اسے بنایا تھا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰسٓ : ۷۷ تا ۷۹] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا ذکر کیا اور فرمایا: ”اللہ نے اسے مال و اولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمھارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ انھوں نے کہا کہ بہترین باپ۔ اس پر اس نے کہا، لیکن تمھارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی، اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا، تو دیکھو کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی آئے تو اس میں میری یہ راکھ اڑا دینا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس پر اس نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ تو اللہ عزوجل نے ” کُنْ “ (ہوجا) کا لفظ فرمایا تو وہ فوراً ایک آدمی بن کر کھڑا ہوگیا۔ اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو نے یہ کام کروایا؟ اس نے کہا، تیرے خوف نے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم کیا۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یریدون أن یبدلوا ...... الخ ﴾ : ۷۵۰۸۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ ...... الخ : ۲۷۵۶/۲۵]

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝

”بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آنے والے دنوں میں بھی) نافرمانی کرتا رہے۔ وہ پوچھتا ہے اٹھ کھڑے ہونے کا دن کب ہوگا؟“

یعنی قیامت کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے یعنی آنے والے دنوں میں بھی نافرمانی اور گناہ کرتا رہے۔ اب اگر وہ قیامت پر ایمان لائے تو اس کا تقاضا ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور گناہ چھوڑنے پر وہ آمادہ نہیں۔ گویا وہ عقل کی وجہ سے قیامت کا انکار نہیں کر رہا، بلکہ ہوس نے اسے اندھا کر رکھا ہے، اس

لیے وہ تیاری کے لیے نہیں، بلکہ مذاق اڑانے اور جھٹلانے کے لیے پوچھتا ہے کہ قیامت کا وقت کب ہو گا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٩ تا ٥١] ''اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴾ [الملك : ٢٥ تا ٢٧] ''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہو گا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔''

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝

''پھر جب آنکھ پتھرا جائے گی۔''

انسان بار بار پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا، قیامت کا دن کب آئے گا؟ تو وہ سن لے کہ قیامت جس دن آئے گی اس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی، آنکھوں سے مارے خوف و دہشت کے دیکھا نہ جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [إبراهيم : ٤٢، ٤٣] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝

''اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔''

یعنی اس دن ماہتاب ہمیشہ کے لیے اپنی روشنی کھو دے گا اور یہ نظام فلکی جس میں چاند سورج سے لاکھوں میل کے فاصلے پر ہے، درہم برہم ہو جائے گا اور سورج و چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج اور چاند لپیٹے ہوئے ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۲۰۰]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک میل پر آ جائے گا۔'' (پھر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ (اپنے اپنے اعمال کے موافق) پسینے میں ڈوبے ہوں گے، کوئی تو وہ ہوگا جو اپنے پسینے میں ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی ان میں سے نصف پنڈلی تک، کوئی ان میں سے اپنے گھٹنوں تک، کوئی ان میں سے اپنی سرین تک، کوئی ان میں سے پہلو تک، کوئی ان میں سے اپنے کندھوں تک، کوئی ان میں سے اپنی گردن تک اور کوئی ان میں سے اپنے منہ تک (اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا)۔'' [مسند أحمد : ۱۵۷/۴، ح : ۱۷۴۴۹، ۲۵۴/۵، ح : ۲۲۲۴۸]

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

''انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔''

یہ انسان، جو آج پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا، اس دن ایسا حیران اور خوف زدہ ہوگا کہ بھاگنے کے لیے جگہ تلاش کرے گا، مگر اس دن کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی، سب لوگوں کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونا پڑے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴾ [الانشقاق : ٦] ''اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۙ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴾ [الکھف : ٤٧، ٤٨] ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو تین گروہوں میں (میدان محشر میں) اکٹھا کیا جائے گا، ایک گروہ وہ ہوگا جو (جنت کا) شوق رکھنے والا ہوگا، دوسرا گروہ وہ ہوگا، جو (جہنم سے) ڈر رکھنے والا ہوگا۔ (یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے ہوں گے ان میں سے کچھ تو) ایک اونٹ پر دو کی تعداد میں سوار ہو کر میدان محشر میں پہنچیں گے، جبکہ کچھ ایک اونٹ پر تین سوار ہو کر، کچھ ایک اونٹ پر چار اور کچھ ایک اونٹ پر دس سوار ہو کر پہنچیں گے اور باقی لوگوں (یعنی کافروں) کو آگ ہانک کر میدان محشر میں لے جائے گی۔ جہاں کہیں یہ لوگ (تھک ہار کر) آرام کے لیے

ٹھہریں گے، آگ بھی وہاں ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی، جہاں وہ رات بسر کرنے کے لیے ٹھہریں گے آگ بھی وہاں ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی، جہاں وہ صبح کریں گے آگ بھی وہاں ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے، آگ بھی وہاں ان کے ساتھ شام کرے گی۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٢]

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾

"اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔"

"جو آگے بھیجا" سے مراد وہ اعمال ہیں جو اس نے موت سے پہلے کیے اور "جو پیچھے چھوڑا" سے مراد وہ اچھے یا برے اعمال ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] "تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] "اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل (اس کے جاری رہتے ہیں) صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔" [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ١٦٣١]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا پھر اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جاری کرنے والے کے لیے بھی عمل کرنے والے کے مثل ثواب لکھا جائے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کر دیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جاری کرنے والے کے لیے بھی عمل کرنے والے کے مثل گناہ لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔" [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ١٠١٧، قبل الحديث : ٢٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس ہدایت کی پیروی کرنے والے کو اور یہ چیز ان کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کرے گی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس گمراہی کی پیروی کرنے والے کو اور ان کے گناہوں میں سے ذرا سا بھی (بوجھ) کم نہیں ہوگا۔" [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ٢٦٧٤]

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾

"بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔"

یعنی اس دن انسان کو اس کے پہلے اور پچھلے اعمال بتائے جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کرتا رہا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنے متعلق خوب معلوم ہے کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے یا برا۔ پھر دوسروں کے سامنے اپنے کفر و شرک، خالق کی نافرمانی، اس کی مخلوق پر ظلم و ستم اور اپنی خواہش پرستی کے جواز کے لیے مجبوری یا مصلحت کے لاکھ بہانے گھڑے، مگر خود اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور بہانے بازی کر رہا ہے۔ اس کے نفس کی ملامت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اپنے کرتوتوں سے آگاہ ہے، وہ اپنے اعمال کا انکار نہیں کر سکے گا، اگرچہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہ کتنے ہی عذر پیش کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۳، ۱۴] ”اور ہر انسان کو، ہم نے اسے اس کا نصیب اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے، جسے وہ کھولی ہوئی پائے گا۔ اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۲] ”جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔“

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ ۝۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚۖ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ ۝۱۹

”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تشریح و توضیح رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ہوگی، لیکن اس تشریح و توضیح کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ وہی تشریح و توضیح فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے گا۔ گویا قرآن مجید بھی وحی ہے اور احادیث بھی وحی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام ان دونوں میں بیان کیے گئے ہیں ان کی اطاعت فرض ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی جتنی حفاظت ضروری ہے اتنی ہی حفاظت حدیث کی بھی ضروری ہے۔ محض قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ کا منشا پورا نہیں ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کا منشا پورا نہیں ہوگا تو قرآن مجید کا نزول بے مقصد ہو جائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا۔ دین کو اسی وقت محفوظ کہا جا سکتا ہے، جب حکم اور اس کی تشریح دونوں محفوظ ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید بھی محفوظ اور حدیث بھی محفوظ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس کیا کرتے تھے اور اس (کی علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۞ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۞ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ [القیامۃ : ۱۶ تا ۱۸] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔“ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد جب جبریل علیہ السلام آتے تو آپ خاموش رہتے اور جب چلے جاتے تو آپ اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جس طرح اللہ نے آپ کو سنایا ہوتا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۵۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الاستماع للقراءۃ : ۴۴۸]

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۞ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۞

”ہرگز نہیں، بلکہ تم جلدی ملنے والی کو پسند کرتے ہو۔ اور بعد میں آنے والی کو چھوڑ دیتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو فکر آخرت کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ تم دنیا، اس کی لذتوں اور شہوتوں کے پیچھے دوڑتے ہو، فکر آخرت سے غافل ہو گئے ہو، اس لیے کہ دنیا کی لذتیں فوراً حاصل ہو جاتی ہیں اور آخرت کی نعمتیں نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ حالانکہ اگر تم عقل و خرد سے کام لیتے اور دائمی انجام پر تمھاری نگاہ ہوتی تو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے اور قیامت کے دن تمھیں ایسی دائمی خوشی ملتی کہ جس کے بعد کبھی بدبختی، دکھ اور مصیبت تمھارے قریب نہ پھٹکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ [الأعلی : ۱۶، ۱۷] ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔“

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۞ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۞

”اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور اس خوشی میں ان کے چہرے تروتازہ اور چمک رہے ہوں گے۔ اللہ کی مخلوق میں، انسان ہوں یا حیوان، نباتات ہوں یا جمادات، ایسا حسن و جمال ہے کہ جسے دیکھ کر خوشی سے چہروں پر تازگی اور رونق آ جاتی ہے۔ جب حسن و جمال کے خالق کی ذات کو دیکھیں گے تو ان کی خوشی اور ان کے چہروں کی تازگی کا کیا ٹھکانا ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہی یہ ہوگی کہ جنتی اپنی آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا، تمھیں کوئی چیز چاہیے جو میں تمھیں مزید عطا کروں؟ وہ کہیں گے، کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور آگ سے نجات نہیں دی (تو اب ہمیں اور کیا چاہیے)؟'' پھر فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا (اور وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے)، تو انھیں کوئی بھی ایسی نعمت نہیں ملی ہوگی جو انھیں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ [یونس : ٢٦] ''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔'' (اور کچھ زیادہ سے رب تعالیٰ کا دیدار مراد ہے)۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین ...... الخ : ٢٩٧، ٢٩٨/١٨١]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس (چودھویں کے) چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیکھنے میں کوئی دھکم پیل نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر تم میں اس بات کی طاقت ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو تو اس کا التزام ضرور کرو۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه یومئذ ناضرة، إلی ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٣٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر ...... الخ : ٦٣٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت ہوتی ہے؟'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت ہوتی ہے؟'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر بے شک تم اللہ کو بھی اسی طرح (بغیر دقت کے) دیکھو گے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وجوه یومئذ ناضرة، إلی ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٣٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة : ١٨٢]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومنوں پر (قیامت کے دن) مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها : ١٩١]

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝۲۴ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵

''اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔''

جو لوگ دنیا اور اس کی عارضی لذتوں کو جنت اور اس کی دائمی خوشیوں پر ترجیح دیتے ہیں، تو قیامت کے دن ان کے چہرے غم و الم کے مارے نہایت بے رونق اور اداس ہوں گے۔ ان پر کرب و اذیت کے سبب سیاہی چھائی ہوگی، اس لیے کہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ آج ان کے لیے کوئی خیر نہیں۔ انھیں ایسی سزا دی جائے گی جو ان کی ریڑھ کی ہڈی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، یعنی وہ انتہائی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [عبس : ٤٠ تا ٤٢] ''اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٦، ١٠٧] ''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶ وَ قِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۝۲۷ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝۲۸ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝۲۹ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمَسَاقُ ۝۳۰

''ہرگز نہیں، (وہ وقت یاد کرو) جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کرلے گا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہے۔''

یعنی تمھارا جلدی حاصل ہونے والی دنیا سے محبت کرنا اور آخرت کو چھوڑ دینا ہرگز درست نہیں۔ تمھارے سامنے کتنے لوگ دنیا سے رخصت ہوئے، ان کا آخری وقت یاد کرو، جب جان پیروں سے اور تمام جسم سے نکل کر ہنسلیوں تک پہنچ جاتی ہے اور حکیموں اور ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر کسی دم کرنے والے کی تلاش شروع ہوتی ہے کہ شاید دم ہی سے اچھا ہو جائے۔ ادھر بیمار کو زندگی سے ناامیدی ہوگئی، مرنے کا گمان قوی ہوگیا۔ پکے دنیا داروں کو جان بہت پیاری ہوتی ہے، مرنا نہیں چاہتے، آخری وقت تک ان کو زندگی کی توقع رہتی ہے، اس لیے یقین کی جگہ گمان کا لفظ فرمایا، لیکن آخر یہ گمان یوں یقین کے درجے کو پہنچ گیا کہ پاؤں کا دم نکل گیا، پنڈلیاں سوکھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں، یہاں تک کہ ٹانگوں کو کوئی دوسرا آدمی سیدھا نہ کرے تو سمٹی ہوئی رہ جائیں۔ آخر سارے جسم سے سمٹ کر جو جان حلق میں آ گئی تھی اس نے بھی جسم کو چھوڑ دیا اور پھر اس کی روانگی اس رب تعالیٰ کی طرف ہوگئی جس نے پہلے جسم میں وہ جان ڈالی تھی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٦١، ٦٢] ''اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا سچا مالک ہے، سن لو! اسی کا حکم ہے اور وہی سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔''

وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا ماموں بچھو کا منتر کیا کرتا تھا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منتروں سے منع کر دیا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! آپ نے منتروں سے منع کر دیا ہے اور میں بچھو کا منتر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے اسے پہنچانا چاہیے۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقية من العين...... الخ : ۲۱۹۹/۶۲]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانہ میں منتر کیا کرتے تھے، ہم نے کہا، یا رسول اللہ! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اپنے منتروں کو میرے سامنے پیش کرو، اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك : ۲۲۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی گھر میں بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر معوذات پڑھ کر پھونکتے۔ پھر جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپ پر معوذات پڑھ کر پھونکتی اور آپ ہی کا ہاتھ آپ پر پھیرتی، کیونکہ آپ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی۔ [مسلم، کتاب السلام، باب رقية المريض ...... الخ : ۲۱۹۲]

ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور لوگ اپنی اپنی آرام والی جگہ میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ یہ پیغام کہلا بھیجا: ''اگر کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا یا (فرمایا) گنڈا (ہار) ہو تو کاٹ دیا جائے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما قيل في الجرس ونحوه في أعناق الإبل : ۳۰۰۵]

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بیعت کے لیے حاضر ہوا، آپ نے ان میں سے نو سے بیعت لے لی مگر ایک سے بیعت نہ لی۔ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔'' اس نے اپنا ہاتھ ڈال کر تعویذ کاٹ ڈالا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بیعت لے لی، نیز فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند أحمد : ۱۵۶/۴، ح : ۱۷۴۳۲۔ مستدرك حاكم : ۲۱۹/۴، ح : ۷۵۱۳]

فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۝ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝

''سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا۔ یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تیرے لائق یہی ہے، پھر یہی لائق ہے۔''

انسان روزانہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا ہے کہ لوگ بے بسی کے عالم میں مر جاتے ہیں اور کوئی انھیں بچا نہیں پاتا۔ ان کی روحیں جسد خاکی سے نکل کر اپنے خالق کے پاس چلی جاتی ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ وہ آخرت کو سچ مانتا اور اس

دن کی نجات کے لیے نماز پڑھتا اور اللہ کی زمین پر عجز و بندگی اختیار کرتا مگر اس نے نہ عقیدہ کی اصلاح کی، نہ عمل صالح کیا اور نہ لوگوں کے ساتھ اپنی روش درست کی، بلکہ آخرت کو اور پیدا کرنے والے کو جھٹلایا اور ماننے کے بجائے منہ پھیر کر چلا گیا، عجز و بندگی اختیار کرنے کے بجائے گھر کو گیا تو اکڑتا ہوا گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس کافر و متکبر انسان کا انجام بتا دیا کہ اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ لفظ "اَوْلٰی" کو چار بار ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے ہلاکت و بربادی زندگی میں بھی ہے، مرنے کے بعد بھی ہے اور جس دن وہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور جب وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیات: ﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴾ [القيامة : ٣٤، ٣٥] ان کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ابوجہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرما دیا۔ [السنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب التفسير، قوله تعالىٰ : ﴿ وجوه يومئذ ......الخ ﴾ : ١١٦٣٨]

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝

"کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بے غرض و غایت نہیں کی ہے، اس نے اسے اپنی اطاعت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے وہ یہ نہ سمجھے کہ اسے اس دنیا میں جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٥ تا ١١٧] "تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔"

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ۝

"کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔"

حشر و نشر کے منکر اس بات کو ناممکن قرار دیتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ ہوں گی اور ان کا محاسبہ ہوگا۔ ان

آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوبارہ زندہ کر کے اس سے حساب لینے کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے پوچھے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں یہ سوچ غلط ہے۔ جس قادر مطلق نے پانی جیسی پتلی چیز کی ایک بوند کو رحم مادر میں جمے ہوئے خون میں بدلنے کے بعد گوشت، ہڈیاں اور تمام اعضا مکمل کر کے روح پھونک کر مرد یا عورت کی صورت والا زندہ انسان بنا دیا، اس کے لیے اسی کی مٹی کو دوبارہ اصل شکل میں لے آنا کیا مشکل ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [السجدة : ۷ تا ۱۱] ”جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔ کہہ دے تمھیں موت کا فرشتہ قبض کرے گا، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝۴۰ ع

”کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟“

یعنی کیا جس ہستی نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا، وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے، کیوں نہیں، وہ یقیناً قادر ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ ﴿ الٓمٓ تَنْزِيْلُ ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۃ : ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴾ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة : ۸۸۰۔ بخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلوة الفجر یوم الجمعة : ۸۹۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ①

”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟“

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ ان کے خیال میں یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان کے خاک ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کیا جا سکے۔ یہاں ایسے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے سوال کیا گیا ہے کہ کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے جب وہ کوئی ایسی چیز ہی نہ تھا جس کا ذکر ہوتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ ان کا جواب ہوگا کہ یقیناً انسان پر ایسا وقت گزرا ہے، تو جب اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے بنا لیا، جب یہ کچھ بھی نہ تھا، بلکہ کہیں اس کا ذکر بھی نہ تھا تو پیدا کرنے کے بعد دوبارہ وہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۞ اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْئًا ﴾ [مریم : ٦٦، ٦٧] ”اور انسان کہتا ہے کیا جب میں مر گیا تو کیا واقعی عنقریب مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟ اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔“

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّ إِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾

''بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو گندے اور حقیر پانی کے ایک مخلوط قطرے سے پیدا کیا ہے۔ "أَمْشَاجٍ" سے مراد وہ مخلوط قطرہ ہے جو مرد اور عورت دونوں کی منی سے بنتا ہے۔ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی منی پیلی اور پتلی ہوتی ہے۔ دونوں کے امتزاج سے آدمی کی تخلیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو احکام و شرائع کا پابند بنایا، تاکہ اسے آزمائے اور دیکھے کہ وہ اپنے رب کا مطیع و فرماں بردار بندہ بنتا ہے، یا نافرمانی کرتا ہے۔ اسے سننے اور دیکھنے کی قوت دی اور عقل سے نوازا، تاکہ وہ خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کے درمیان تمیز کرے۔ اب اس کے اختیار میں ہے کہ وہ راہ ہدایت پر چل کر اللہ کا شکر گزار بندہ بنے، یا اس سے روگردانی کر کے ناشکری کرے اور ہلاکت و بربادی کی راہ پر چل پڑے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ : " أَمْشَاجٍ " کے معنی اختلاط کے ہیں، اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے، جب وہ دونوں جمع ہو کر آپس میں مل جاتے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مرد کا پانی سفید گاڑھا اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان میں سے جو غالب آ جائے یا سبقت کر جائے اسی سے (بچے کی) مشابہت ہوتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب الغسل علی المرأة ...... الخ : ۳۱۱]

إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّ إِمَّا كَفُوْرًا : یعنی ہم نے خیر و شر کے راستے کو واضح کر دیا، اب اس کی مرضی ہے، خواہ شقاوت اختیار کرے یا سعادت، جیسا کہ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے، یا تو وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء : ۲۲۳۔ مسند أحمد : ۳۴۲/۵، ح : ۲۲۹۶۸]

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَ أَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ﴿۴﴾

''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی خبر دی ہے جو اس نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، بیڑیاں اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ إِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحاقة : ۳۰ تا ۳۳] ''اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر

میں، جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کردو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ؀ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ؀ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ؀ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٩ تا ٧٢] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔“

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

”بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی خبر دی ہے جو اس نے مومنین و صالحین کے لیے تیار کر رکھی ہیں، فرمایا کہ ایسے لوگ نہایت لذیذ شراب پییں گے جس میں کافور ملا ہوگا، تاکہ اسے ٹھنڈا کر دے اور اس کی تیزی کو زائل کر دے۔ یہ کافور نہایت ہی لذیذ ہوگا، دنیاوی کافور کی خرابیوں سے پاک ہوگا اور وہ لذیذ شراب کبھی ختم نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ ہمیشہ جاری رہنے والا چشمہ ہوگا، جسے اہل جنت اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق جب اور جہاں چاہیں گے جاری کر لیں گے۔ ادھر ان کا ارادہ ہوگا اور ادھر چشم زدن میں ان کے سامنے جاری ہو جائے گا۔ ” تَفْجِيْرًا “ کے معنی نہر نکالنے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾ [بني إسرائيل : ٩٠] ”اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴾ [الكهف : ٣٣] ”اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔“

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

”جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔“

اہل جنت کو یہ بہت سی نعمتیں اس سبب سے ملیں گی کہ وہ جن اعمال صالحہ کو اپنے اوپر واجب کر لیتے تھے، انھیں ضرور پورا کرتے تھے۔ وہ اپنی نذر پوری کرتے ہیں، یعنی وہ کام ان پر واجب نہیں، لیکن جب وہ اللہ کی رضا کے لیے اسے اپنے آپ پر واجب کر لیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ پھر جو کام اللہ کی طرف سے پہلے ہی واجب ہیں، ان پر کتنے اہتمام

سے عمل کرتے ہوں گے؟ پھر وہ اس دن کے عذاب سے ڈرتے تھے جس کا شر زمین و آسمان کو بھر دے گا اور اسی خوف کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ہر اس برے عمل سے کنارہ کشی کر لی تھی جو قیامت کے دن عذاب کا سبب بنتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کے فعل کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ [الحج : ۲۹] ”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی اطاعت کرے (یعنی اپنی نذر پوری کرے) اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے)۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فی الطاعة ...... الخ : ٦٦٩٦]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں (یعنی میرے صحابہ)، پھر جو ان کے قریب ہیں (یعنی تابعین)، پھر جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)۔“ حدیث کے راوی عمران کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا، پھر فرمایا: ”پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے، خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں رہے گا، وہ بغیر گواہی طلب کیے گواہی دیں گے اور ان میں موٹاپا عام ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب إثم من لا یفی بالنذر : ٦٦٩٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو (دھوپ میں) کھڑے دیکھا۔ آپ نے اس کا حال پوچھا، تو لوگوں نے کہا، یہ شخص ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا، نہ بات کرے گا (نہ کھائے پیے گا، بلکہ) روزہ رکھے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس سے کہو کہ بات کرے، سائے میں آئے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك ...... الخ : ٦٧٠٤]

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾

”اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔“

مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانا ان اہم ترین مواقع میں سے ہے جہاں صدقہ کرنے کا حق ہے، کیونکہ مسکین وہ

ہے جس کی کمائی سے اس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، یتیم اس سے بھی عاجز ہے، کیونکہ اس کا کمانے والا فوت ہو چکا ہے اور وہ کم عمر ہونے کی وجہ سے کمائی نہیں کر سکتا اور قیدی ان سب سے زیادہ عاجز ہے، کیونکہ اسے کسی چیز کا اختیار ہی نہیں، وہ مکمل طور پر دوسروں کے رحم و کرم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسیروں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ابرار کی صفت بیان فرمائی کہ وہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا: ”نماز (کی حفاظت کرو) اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔“ [ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ : ١٦٢٥ـ السنن الكبرىٰ للنسائي : ٧١٠٠ـ مسند أحمد : ١١٧/٣، ح : ١٢١٧٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو صحیح اور تندرست ہو، (تجھے اس مال کو باقی رکھنے کی خواہش بھی ہو، امیری کی تمھیں امید ہو اور (اسے خرچ کرنے کی صورت میں) محتاجی کا ڈر ہو۔“ [بخاري، كتاب الوصايا، باب الصدقة عند الموت : ٢٧٤٨ـ مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة ...... الخ : ١٠٣٢]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب فكاك الأسير : ٣٠٤٦]

اگلی آیت میں فرمایا کہ وہ کھانا کھلاتے ہوئے یہ بات دل میں کہتے ہیں، یا زبان سے انھیں اطمینان دلانے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، تم سے نہ یہ خواہش ہے کہ تم اس کا بدلہ دو اور ہمارے کسی کام آؤ، نہ یہ کہ ہمارا شکریہ ادا کرو اور لوگوں کے سامنے ہماری سخاوت کا ذکر کرو، تا کہ وہ اپنے آپ پر احسان کا بوجھ محسوس نہ کریں۔

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾

”یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہو گا۔“

وہ ابرار لوگ دنیا میں یہ بھی کہتے تھے کہ ہم اپنے رب کی طرف سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو اپنی ہولناکیوں کے سبب بڑا ہی شدید اور ناقابل برداشت ہو گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت ایک ساتھ ہوں گے تو کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! (اس دن) ایسی مصیبت طاری ہو گی کہ کوئی کسی کو نہیں دیکھے گا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا ...... الخ : ٢٨٥٩]

﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا﴾ ⑪

’’پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔‘‘

اللہ تعالیٰ اخلاص اور خوف کے ساتھ مذکورہ اعمال کرنے والے نیک لوگوں کو اس دن کی برائی سے بچا لے گا اور انھیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔ تازگی چہرے کی اور خوشی دل کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القیامۃ : ۲۲، ۲۳] ’’اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ [عبس : ۳۸، ۳۹] ’’کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔‘‘

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ...... الخ : ۴۴۱۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش تشریف لائے کہ چہرۂ اقدس کے خطوط جگمگا رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب القائف : ۶۷۷۰۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب العمل بإلحاق القائف الولد : ۱۴۵۹/۳۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(جو لوگ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے) لیکن ایک شخص بہشت اور دوزخ کے درمیان میں رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہو گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ وہ عرض کرے گا، میرے مالک! میرا منہ دوزخ کی جانب سے پھیر دے، کیونکہ اس کی بدبو نے میری حالت خراب کر دی ہے اور اس کا شعلہ مجھے جلائے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا اگر میں ایسا کر دوں تو پھر تو تو کوئی درخواست نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا، تیری بزرگی کی قسم! (ہرگز) نہیں۔ پھر وہ عہد و پیمان کرے گا، جیسے عہد و پیمان اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا، جب وہ بہشت کی طرف منہ کرے گا تو وہاں کی بہار (تر و تازگی) دیکھ کر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا خاموش رہے گا، پھر عرض کرے گا، اے میرے رب! مجھ کو بہشت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے تو عہد و پیمان کیا تھا کہ تو اور کوئی درخواست نہیں کرے گا۔ وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدبخت نہیں ہونا چاہتا۔ ارشاد ہو گا، اگر میں یہ درخواست بھی پوری کر دوں تو پھر تو اور کوئی درخواست تو نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا، ہرگز نہیں، تیری بزرگی کی قسم! اب کچھ نہیں مانگوں گا۔ پھر جو اللہ کو منظور ہو گا وہ عہد و پیمان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ تو وہاں کی بہار، تر و تازگی اور فرحت دیکھ

کر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ خاموش رہے گا، پھر عرض کرے گا، اے میرے رب! مجھے بہشت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آدم کے بیٹے! تجھ پر افسوس! تو کیسا بدعہد ہے، کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اب تو کوئی اور چیز نہیں مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا (بے شک عہد و پیمان کیا تھا لیکن) اے میرے رب! مجھے اپنی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا اور اس کو بہشت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا، آرزو کر، چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب اس کی سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ بھی تو مانگ، یہ بھی تو مانگ۔ اللہ تعالیٰ خود اس کو یاد دلائے گا۔ جب اس کی سب آرزوئیں پوری ہو جائیں گی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب چیزیں تجھے دیں اور اتنی ہی اور۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰۶]

وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

''اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔''

چونکہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ اللہ کی بندگی کرتے رہے، گناہوں سے پرہیز کرتے رہے، دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہے اور اس کی راہ کی اذیتوں کو برداشت کرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ انھیں جنت دے گا اور پہننے کے لیے ریشم کے کپڑے دے گا، جسے انھوں نے دنیا میں اللہ کا حکم مانتے ہوئے نہیں پہنا تھا۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

''وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔''

یعنی جنت کا موسم نہایت خوشگوار اور معتدل ہوگا۔ اس میں نہ تکلیف دہ گرمی ہوگی نہ سردی، اس کے برعکس جہنم میں شدید گرمی یعنی آگ کا عذاب بھی ہوگا اور شدید سردی کا بھی، بلکہ دنیا میں شدید گرمی اور شدید سردی کی اصل وجہ بھی جہنم ہی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ نے اپنے رب کے پاس شکایت کی اور کہا، اے رب! میرے بعض حصے بعض کو کھا گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس گرمی میں اور ایک سردی میں، تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو تم سخت گرمی محسوس کرتے ہو اور جو تم سخت سردی محسوس کرتے ہو۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب مواقیت الصلوۃ : ۵۳۷]

وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

''اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔''

یعنی جنت کے درختوں کے سائے نہایت گھنے اور جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے پھلوں کے خوشے جنتیوں کے

تابع اور ان کی دسترس میں ہوں گے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، غرض جس طرح چاہیں گے توڑ سکیں گے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا تو بھی اسے طے نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۱]

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

''اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔''

جب اہل جنت کو پینے کی خواہش ہوگی تو چھوٹی عمر کے بچے اور خدمت گار چاندی کے برتن لیے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں شیشے کے پیالے ہوں گے اور وہ شیشے چاندی کے بنے ہوں گے، یعنی وہ چاندی شیشے کی طرح صاف و شفاف ہوگی۔ وہ برتن اور پیالے اسی حجم و شکل کے ہوں گے جس کی وہ خواہش کریں گے، نہ اس سے بڑے ہوں گے اور نہ چھوٹے، یعنی ان کے ذوق و خواہش کی پوری رعایت ہوگی، تاکہ پیتے وقت ان کے کام و دہن انتہائی لذت و سرور پائیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے گروہ کے لوگ جو جنت میں جائیں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد جو لوگ جائیں گے ان کے چہرے آسمان پر موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں سے جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے۔ ان میں باہم نہ بغض ہوگا اور نہ حسد۔ ان میں سے ہر ایک کو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ملیں گی، حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا گوشت اور ہڈیوں کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، نہ ان کو کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ ان کی ناک میں آلائش آئے گی اور نہ انھیں تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن ''الوہ'' (یعنی عود ہندی) کا ہوگا اور ان کا پسینا مشک جیسا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة ...... الخ : ۳۲۴۶، ۳۲۵۴]

وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾

''اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔ وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔''

اہل جنت کو جنت میں ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل ملی ہو گی۔ عرب کے لوگ زنجبیل کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے کے لیے اسے شراب میں ملا کر پینا پسند کرتے تھے، یہ زنجبیل ملی شراب جنت میں ایک سلسبیل نامی چشمے سے جاری ہو گی، جس کی شراب نہایت لذیذ ہو گی۔

وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

''اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔''

یعنی جنتیوں کی مجلس میں خدمت کے لیے ایسے لڑکے گردش کرتے رہیں گے جن میں دو وصف نمایاں ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، کیونکہ خدمت کے لیے بڑی عمر کے آدمی کے بجائے بچے زیادہ مستعد اور موزوں ہوتے ہیں اور انھیں خدمت کے لیے کوئی کام کہنے میں حجاب نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ وہ اتنے خوبصورت ہوں گے کہ جب تم انھیں آتے جاتے دیکھو گے تو گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ ان کی خدمت کے لیے ہر طرف پھیلے ہوئے ہونے کو موتیوں کے بکھرنے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ لڑکے کوئی الگ مخلوق ہو گی جو اللہ تعالیٰ اہل جنت کی خدمت کے لیے پیدا فرمائے گا، یا جنتیوں کے اپنے لڑکے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ ''اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔'' [الطور : ٢٤]

وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾

''اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ جب جنت اور اہل جنت پر نگاہ ڈالیں گے تو وہاں لاتعداد نعمتیں اتنے وسیع و عریض علاقے میں پھیلی ہوئی دیکھیں گے کہ جس کی وسعتوں کا آپ اندازہ نہیں لگا پائیں گے۔ ہر جنتی کے لیے الگ الگ خوبصورت محلات و قصور، سرسبز و شاداب باغات، لذیذ ترین میوہ جات، بہتی نہریں، چہچہاتے پرندے اور خوب صورت حوریں ہوں گی اور ان کے ارد گرد پھیلے ہوئے غلمان ہوں گے، جو خدمت کے لیے ان کے اشاروں کے منتظر رہیں گے اور ان تمام نعمتوں سے بڑی نعمت اہل جنت کو یہ ملے گی کہ ان کا رب ان سے راضی ہو گا۔ انھیں اس کا قرب حاصل ہو گا اور وہ جنت سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے گروہ کے لوگ جو جنت میں جائیں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد جو لوگ جائیں گے ان کے چہرے آسمان پر

موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں سے جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے۔ ان میں باہم نہ بغض ہوگا اور نہ حسد۔ ان میں سے ہر ایک کو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ملیں گی، حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا گوشت اور ہڈیوں کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، نہ ان کو کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ ان کی ناک میں آلائش آئے گی اور نہ انھیں تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن "الوہ" (یعنی عود ہندی) کا ہوگا اور ان کا پسینا مشک جیسا ہوگا۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة ...... الخ : ۳۲٤٦، ۳۲٥٤]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو آدمی جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "جا جنت میں داخل ہو جا، میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس گنا زیادہ۔" [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ...... الخ : ٦٥٧١]

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

"ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہوگا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔"

اہل جنت ایسے لباس زیب تن کیے ہوں گے جو سبز باریک ریشم کے بنے ہوں گے اور کچھ دوسرے دبیز ریشم کے بنے ہوں گے اور وہ چاندی کے کنگن پہنے ہوں گے۔ اہل جنت کو ان کا رب ایک دوسری قسم کی شراب بھی پلائے گا، جو نہایت پاک ہوگی، یعنی وہ نہ دنیا کی شراب کی مانند ناپاک ہوگی اور نہ اس میں کسی قسم کی کثافت و کدورت ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ [الحج : ۲۳] "بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔"

سیدنا عبد اللہ بن قیس اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(جنتوں میں) دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب چاندی کا ہے اور دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے سونے کا ہے۔" [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ، إلى ربها ناظرة ﴾ : ٧٤٤٤]

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

''بلاشبہ یہ تمھارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمھاری کوشش ہمیشہ قدر کی ہوئی ہے۔''

یعنی جب اہل جنت ان تمام نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان سے لطف اندوز ہونے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمھارے ایمان وتقویٰ کا بدلہ ہے اور تمھارے عمل صالح کو اللہ نے ضائع نہیں کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحاقة : ٢٤] ''کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٣] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔''

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

''یقیناً ہم نے ہی تجھ پر یہ قرآن اتارا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔ اور اپنے رب کا نام صبح اور پچھلے پہر یاد کیا کر۔ اور رات کے کچھ حصہ میں پھر اس کے لیے سجدہ کر اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور اسے آپ نے نہیں گھڑا ہے، جیسا کہ مشرکین آپ پر اتہام دھرتے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے رب کی پیغامبری کی ذمہ داری کو قبول کیجیے اور اسے بے کم و کاست لوگوں تک پہنچائیے۔ مشرکین قریش میں سے ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ جیسے گناہ گاروں اور ولید بن مغیرہ جسے نافرمانوں اور ناشکروں کی بات نہ مانیے اور اپنی دعوت کو لے کر آگے بڑھتے رہیے۔ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے، تسبیح و ذکر میں مشغول رہیے اور ہاتھ پھیلا کر اس کے سامنے گریہ وزاری کیجیے۔ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھیے اور دیر تک اپنے رب کی پاکی بیان کرتے رہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [ق : ٤٠] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بني إسرائيل : ٧٩] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ [المزمل : ١ تا ٤] ''اے کپڑے

میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹنے لگتے۔ میں عرض کرتی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف فرما دی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ...... الخ ﴾ : ٤٨٣٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔“ [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم : ١١٦٣]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”صرف دو آدمی ہی قابل رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔“ [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه ...... الخ : ٨١٥]

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

”یقیناً یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔“

کفارِ مکہ اور دیگر کافروں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ لوگ دنیا کے عارضی فائدوں کو پسند کرتے ہیں اور انھی کے حصول کے لیے ان کی ساری تگ و دو ہے جبکہ قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کو بھول بیٹھے ہیں۔ دنیا کی طرف ایسی دوڑ لگا رہے ہیں کہ آخرت کی طرف پیچھے مڑ کر دیکھتے بھی نہیں، گویا کہ دنیا کے حصول ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور انھیں موت نہیں آئے گی۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود: ١٥، ١٦] ”جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔“

وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا : قیامت کو بھاری دن اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بہت ہولناک دن ہو گا، جیسا کہ

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸

''ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ہم نے ان (کے اعضا) کا بندھن مضبوط باندھا اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا۔''

یعنی ہم نے ان کے اعضا کا بندھن مضبوطی سے باندھا ہے، ہڈیوں اور پٹھوں کے جوڑ نہایت مضبوط بنائے ہیں، یعنی یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقل کے خلاف سمجھتے ہیں، لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ ہم نے ہی انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، ان کے نرم و نازک رگ و ریشے، گوشت پوست، جوڑوں اور ہڈیوں کو مضبوطی سے باندھ دیا تو ہم دوبارہ انھیں کیوں زندہ نہیں کر سکتے ؟ ہم تو جب چاہیں انھیں ختم کر کے ان کی جگہ ان جیسے اور لوگ لا سکتے ہیں تو ان کا بنانا ہمیں کیا مشکل ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۳۳] ''اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [إبراهيم : ۱۹، ۲۰] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر ہرگز کچھ مشکل نہیں۔''

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۲۹ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰

''یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کر لے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے عبرتوں اور نصیحتوں سے بھری ہوئی اس سورت کے آخر میں فرمایا کہ مذکورہ بالا آیتیں عبرتوں سے پر

ہیں، اب جو چاہے ایمان و بندگی کی راہ پر چل کر اپنے رب کو راضی کر لے، تاکہ آخرت میں سرخرو ہو اور عذاب نار سے بچ جائے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگو! صراطِ مستقیم پر چلنے کی تمھاری مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت دینا چاہے گا اور تمھیں خیر کی توفیق دے گا، تبھی تم اس راہ پر چل سکو گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [التکویر : ۲۹] ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا، جو قبیلہ جہینہ کی ایک عورت ہیں، بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم اللہ کا شریک بناتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں اور تم کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھایا کریں تو اس طرح کہا کریں: ''کعبہ کے رب کی قسم!'' اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس طرح کہے ''جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔'' [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبۃ : ۳۸۰۴]

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع

''وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالم لوگ، اس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

فرمایا کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے، اس کی مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہو سکتا اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : یہاں ظالموں سے مراد مشرک ہیں، کیونکہ سب سے بڑے ظالم وہی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

سورۃ المرسلٰت مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم منیٰ کی ایک غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ پر سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ اتنے میں ایک سانپ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے مار دو۔'' ہم لوگ اسے قتل کرنے کے لیے دوڑے، لیکن وہ بھاگ گیا، تو آپ نے فرمایا: ''وہ تمھاری برائی سے بچا لیا گیا، جس طرح تم اس کی برائی سے بچا لیے گئے۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب ما یقتل المحرم من الدواب : ۱۸۳۰۔ مسلم، کتاب السلام، باب قتل الحیات وغیرھا : ۲۲۳٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے انھیں سورۂ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا، بیٹا! تم نے یہ سورت پڑھ کر مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، آپ نے اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا تھا۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب القراءۃ فی المغرب : ۷٦۳۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصبح : ٤٦۲]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾

''قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو جانے پہچانے معمول کے مطابق چھوڑی جاتی ہیں! پھر جو تند ہو کر تیز چلنے والی ہیں! اور جو (بادلوں کو اٹھا کر) پھیلا دینے والی ہیں! خوب پھیلانا۔ پھر جو (انھیں) پھاڑ کر جدا جدا کر دینے والی ہیں! پھر جو (دلوں میں) یاد (الٰہی) ڈالنے والی ہیں! عذر کے لیے، یا ڈرانے کے لیے۔ بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہو

کر رہنے والی ہے۔"

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ صفات والی ہواؤں میں زبردست شہادت ہے کہ قیامت، جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، ضرور آنے والی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہوائیں کبھی نرم رفتار سے چلتی ہیں، کبھی تند و تیز ہو کر آندھیاں بن جاتی ہیں، پھر بادلوں کو اٹھا کر لاتی اور پھیلا دیتی ہیں، پھر ان کے قطعے جدا جدا کر کے بارش برسانا شروع کر دیتی ہیں، لیکن کہیں ایک قطرہ برسائے بغیر آگے گزر جاتی ہیں۔ ہواؤں کے یہ مختلف اطوار کبھی آہستہ چلنا، کبھی تند و تیز آندھی بن جانا، پھر بادلوں کو اٹھانا، انھیں پھیلا کر برسانا اور منتشر کر دینا اور کہیں خوفناک طوفان کی صورت میں عذاب بن کر آنا وغیرہ، یہ سب کچھ دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ ہوائیں اللہ کی طرف توجہ مبذول کرواتی ہیں، کبھی ترغیب کے ساتھ اور کبھی ترہیب کے ساتھ۔ ہوائیں اگر خوش گوار اور نفع بخش ہیں تو اللہ کی نعمت ہیں اور ان کا اثر بندے پر یہ پڑنا چاہیے کہ وہ شکر ادا کرے اور اپنے عمل کی کوتاہی کا عذر پیش کرے اور اگر اس کے برعکس خوفناک طوفان اور بجلیوں کی صورت میں ہیں تو ان کا اثر بندے پر یہ ہونا چاہیے کہ وہ ڈر کر گناہوں سے توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ ان مختلف اطوار والی ہواؤں کو پیدا کرنے والے اور ان کا بندوبست کرنے والے پروردگار کے لیے قیامت برپا کرنا اور تمام فوت شدہ لوگوں کو زندہ کر کے باز پرس کرنا کون سا مشکل کام ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾

"پس جب ستارے مٹا دیے جائیں گے۔ اور جب آسمان کھولا جائے گا۔ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔ اور جب (وہ وقت آ جائے گا) جو رسولوں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔"

جب قیامت واقع ہو جائے گی تو ستارے بکھر جائیں گے اور اپنی روشنی کھو دیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور اس کے اطراف و جوانب جھک جائیں گے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور غبار بن کر فضا میں اڑنے لگیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵] "اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔" اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ [الکہف : ۴۷] "اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔"

اس دن انبیاء و رسل کے لیے مقرر کیا ہوا وقت آ جائے گا، تاکہ ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

’’ (یہ سب چیزیں) کس دن کے لیے مؤخر کی گئی ہیں؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

انبیاء و رسل کے لیے فیصلے کا مقرر کیا ہوا وقت ایک بہت ہی ہیبت ناک اور خطرناک دن تک مؤخر کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب کافروں کو رسوا کیا جائے گا اور وہ شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے، جبکہ اس کے برعکس مومنوں کی تکریم ہوگی اور انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس دن آخرت سے متعلق وہ تمام باتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی جن سے انبیاء اپنی قوموں کو ڈرایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اس فیصلے کے دن کو جھٹلاتے ہیں، ان کے لیے اس دن ہلاکت و بربادی ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [المطففین : ۱۰، ۱۱] ’’اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔‘‘

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹

’’کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر ہم ان کے پیچھے دوسروں کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

قوم نوح سے لے کر فرعون تک کے لوگوں کو اولین فرمایا اور زمانۂ رسول ﷺ اور اس کے بعد کے لوگوں کو آخرین فرمایا۔ پہلے لوگوں کی بربادی کا سبب بھی یہ تھا کہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اس دنیا کی زندگی ہی کو اصل زندگی سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ آخر کار تباہ و برباد ہو گئے، قیامت کے دن ایسے لوگوں پر جو ہلاکت آئے گی، وہ اس دنیاوی بربادی کے علاوہ ہے اور ان کی اصل بربادی کا دن وہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد : ۳۴] ’’ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔‘‘

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴

’’کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی کے ایک قطرہ سے پیدا نہیں کیا؟ ہم نے اس قطرے کو رحم مادر تک پہنچایا، جہاں جا کر وہ قرار پا گیا اور ایک مدت معلوم تک ٹھہرا رہا، یہاں تک کہ وہ ایک مکمل ذی روح بچہ بن کر رحم مادر سے باہر نکل آنے کے قابل بن گیا۔ اللہ نے فرمایا، وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اس قطرۂ منی کو رحم کی تاریکیوں میں مختلف مراحل سے گزارا اور اس میں روح پھونک کر اسے باہر نکالا، وہ برحق اللہ بڑا ہی زبردست قدرت والا ہے اور وہی تمام تعریفوں کا تنہا حق دار ہے۔ اس لیے ہلاکت و بربادی ہے ان مجرموں کے لیے جو اللہ کے قادر مطلق اور علام الغیوب ہونے کا انکار کرتے ہیں، یا اس بارے میں شبہ کرتے ہیں کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا، میں نے تو تجھے اس جیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا ہے۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٢١٠، ح : ١٧٨٦٠۔ ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب النهی عن الإمساك فی الحیوة وتبذیر عند الموت : ٢٧٠٧]

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اور مردوں کو۔ اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمھیں نہایت میٹھا پانی پلانے کے لیے دیا۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض نعمتیں یاد دلائی ہیں، جن کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے رب کا شاکر و ذاکر بندہ بنتا۔ اللہ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے زمین کو تمھارے زندوں اور مُردوں کے لیے جائے سکونت نہیں بنایا ہے؟ تمھارے زندے زمین پر بنے منازل و مساکن میں پناہ لیتے ہیں اور تمھارے مُردہ افراد کو زمین اپنے اندر جگہ دیتی ہے۔ جس طرح محلات و قصور اللہ کی نعمت ہیں، اسی طرح قبریں بھی اللہ کی نعمت ہیں کہ جن میں مُردے دفن کر دیے جاتے ہیں، تاکہ جانور اور دوسری چیزیں ان کی اہانت نہ کریں۔

آگے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے زمین پر بڑے اونچے پہاڑوں کے کھونٹے نہیں گاڑ دیے، تاکہ اس میں حرکت نہ پیدا ہو اور تم اس پر بآسانی زندگی گزار سکو؟ کیا ہم نے تمھیں میٹھا صاف پانی نہیں پلایا؟ ان تمام سوالوں کا جواب ایک ہے کہ ہاں! یقیناً یہ ساری نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ تو پھر اے کافرو! تم کیوں اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو؟ کیوں اس کے رسول اور اس کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو؟ یاد رکھو کہ قیامت کے دن ہلاکت و بربادی ہے ایسے جھٹلانے والوں کے لیے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

لَّا ظَلِيلٍ وَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾

”اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلے سے کسی کام آتا ہے۔ بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

جو لوگ دنیا کی زندگی میں آخرت اور عذابِ نار کو جھٹلاتے تھے، تو قیامت کے دن ان سے جہنم پر مامور فرشتے کہیں گے کہ جس جہنم کی تم تکذیب کرتے تھے اس میں داخل ہو جاؤ۔ تم لوگ جہنم کے دھویں کے اس سائے کی طرف بڑھتے چلے جاؤ جو اوپر اٹھتا چلا گیا ہے اور اوپر جا کر اپنی شدت کی وجہ سے تین مہیب شاخوں میں بٹ گیا ہے۔ وہ سایہ کسی درخت یا دیوار کے سائے کی مانند نہیں ہوگا، جو آدمی کو دھوپ کی تمازت سے بچاتا ہے، اس لیے وہ جہنمی کو آگ کی تمازت سے نہیں بچائے گا۔ وہ آگ ایسی ہوگی جس سے محلات وقصور کی مانند عظیم انگارے چھوٹتے رہیں گے۔ جو اپنی سیاہی اور زردی کی وجہ سے زردی مائل کالے اونٹوں کی مانند ہوں گے، یعنی وہ انگارے نہایت ہی ہیبت ناک ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ [الزمر : ۱۶] ”ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ [الأعراف : ٤١] ”ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہے ان کے لیے جو دنیا میں روزِ آخرت، جنت، جہنم اور اللہ کے رسول اور اس کے قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾

”یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

فرمایا کہ جھٹلانے والے لوگ قیامت کے دن نہ بولیں گے اور نہ انھیں عذر کرنے کی اجازت ہوگی۔ جب کہ قرآن میں دوسرے مقامات پر مذکور ہے کہ وہ اپنے عذر پیش کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ایک طویل دن ہے۔ وقوعِ قیامت کے وقت وہ ہیبت سے بول نہیں سکیں گے، پھر اپنی جانیں بچانے کے لیے جھوٹے عذر پیش کرنے لگیں گے، بلکہ اپنے مجرم ہونے ہی سے انکار کر دیں گے۔ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم نے کبھی شرک نہیں

کیا اور مطالبہ کریں گے کہ ہمارے خلاف کوئی ثبوت ہو تو پیش کیا جائے۔ جب ان کے اعمال نامے پیش ہوں گے، ان کو حق پہنچانے والوں کی شہادتیں پیش ہوں گی اور زبانوں پر مہر لگا کر انھی کے اعضا کی گواہی پیش کر دی جائے گی، تو پھر ان کا بولنا بند ہو جائے گا اور اب اجازت نہیں ہو گی کہ خواہ مخواہ عذر گھڑتے جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴾ [النبا : ۳۷] ’’(اس رب کی طرف سے) جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۵] ’’جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بدبخت ہو گا اور کوئی خوش قسمت۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۱۱] ’’جس دن ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ اپنی طرف سے جھگڑ رہا ہو گا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔‘‘

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾

ع ۲۱

’’یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ تو اگر تمھارے پاس کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ کر لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرمائے گا کہ اس نے اپنی قدرت کے ساتھ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کر دیا ہے، اب اگر تم کوئی چال چل سکتے ہو تو میرے خلاف چلو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو میرے قبضے سے چھڑا سکتے ہو اور میرے حکم سے بچ سکتے ہو تو زور لگا لو، مگر تم ایسا نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۳۳] ’’اے جن و انس کی جماعت! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا نہیں نکلو گے۔‘‘

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! (نہ تو تمھیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

”یقیناً پرہیز گار لوگ اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور پھلوں میں، جس قسم میں سے وہ چاہیں گے۔ مزے سے کھاؤ اور پیو، اس کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو لوگ اللہ کی گرفت سے ڈرتے ہوئے فرائض کو ادا کرتے ہیں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں تو وہ گھنے درختوں کے سایوں میں ہوں گے اور ان درختوں کے درمیان سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ جن پھلوں کی خواہش کریں گے انھیں اپنے سامنے پائیں گے۔ ان کی غایت تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم لوگ دنیا میں کیے گئے اپنے اعمال صالحہ کے بدلے جو چاہو کھاؤ اور پیو اور راحت و آسائش کی زندگی گزارو۔ ہم ڈرنے والوں اور ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارنے والوں کو ایسا ہی اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ بیٹھنے کے لیے سایہ دار مقامات ہوں گے، پینے کے لیے چشمے ہوں اور کھانے کے لیے پھل اور میوے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵، ۱۶]
”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ [الطور : ۱۷ تا ۲۰]
”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۤءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۤءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۤءَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۵]
”اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔“

كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

''(اے جھٹلانے والو!) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو، یقیناً تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔''

مشرکین مکہ سے بطور دھمکی کہا جا رہا ہے کہ اے مجرمو! کھاؤ پیو اور تھوڑے دن کے لیے خوب عیش کرلو، عنقریب تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہو۔ چنانچہ اکثر سردارانِ قریش میدان بدر میں مارے گئے اور قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہوگی ان کے لیے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور روزِ آخرت کو جھٹلاتے ہیں۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ٢٤] ''ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ٧٠] ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔''

ان مشرکین مکہ سے جب کہا جاتا تھا کہ تم لوگ دین حق کو قبول کرلو، اللہ کے لیے نماز پڑھو اور اس کے لیے خشوع و خضوع اختیار کرو، تو ان کی گردنیں اکڑ جاتی تھیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ہلاکت و بربادی ہوگی اس دن ان جیسوں کے لیے جو اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور روزِ آخرت کو جھٹلاتے ہیں۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ع

''پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار قریش نے جب اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے کہ جس کے اللہ کی کتاب ہونے کے دلائل روزِ روشن کی طرح واضح ہیں، تو پھر وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے؟ یعنی اگر وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے تو کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے، یہاں تک کہ موت انھیں آدبوچے گی اور ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو جائیں گے۔ ایک انسان کی اس سے بڑھ کر کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ اس کی موت کفر پر ہو اور مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا جہنم ہو؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲

"کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں؟ (کیا) اس بڑی خبر کے بارے میں؟"

اس سورت میں قیامت کے حق ہونے کے دلائل اور اس کے کچھ احوال بیان کیے گئے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت کے ساتھ ساتھ یہ بتایا کہ ایک دن تمھیں زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور تمام نیک و بد اعمال کی جزا ملنی ہے، تو سننے والوں نے آپس میں سوال شروع کر دیے کہ کیا واقعی قیامت ہو گی؟ آیا یہ ممکن بھی ہے؟ پھر وہ قیامت کس طرح ہو گی؟ وغیرہ، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ : قیامت سے متعلق ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بڑی آفت ہو گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] "وہ تجھ سے

قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾

"وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔"

اس میں اختلاف یہ ہے کہ کوئی تو مانتا ہی نہیں کہ قیامت ہوگی، کوئی شک کا اظہار کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے جسم زندہ نہیں ہوں گے، سب خوشی اور غم روح پر ہی گزرے گا، وغیرہ وغیرہ۔

كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

"ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔"

قیامت کے بارے میں پوچھنے والے وہ کفار تھے جو اس کا انکار کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان دونوں آیتوں میں موجود دھمکی اور شدید وعید صرف کافروں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی روح نکلتے وقت تکذیب قیامت اور انکار توحید وسنت کا انجام اچھی طرح جان لیں گے۔ جب اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے تو انھیں اپنے کفر و انکار کا نتیجہ خوب معلوم ہو جائے گا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾

"کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لوگو! کیا ہم نے تمھارے لیے زمین کو فرش نہیں بنایا ہے، جس پر تم کھیتی باڑی کرتے ہو، آرام سے زندگی گزارتے اور اس پر موجود راستوں پر چل کر دور دراز کے سفر کرتے ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۰] "وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔"

آگے فرمایا کہ کیا ہم نے پہاڑوں کو زمین کے لیے کھونٹا نہیں بنایا، تا کہ اس میں حرکت پیدا نہ ہو اور تم اس پر راحت و سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکو؟ زمین کو ثابت و ساکن رکھنے کے لیے پہاڑوں کی حیثیت وہی ہے جو خیموں کے لیے لکڑیوں کی ہوتی ہے۔ ورنہ زمین اپنے داخلی مادوں میں جوش و خروش کی وجہ سے ہر وقت ہلتی رہتی اور مخلوق اس پر زندگی نہ گزار سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [الرعد : ۳] ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھیں مذکر و مؤنث بنایا ہے، تا کہ تمھارے درمیان انس و محبت پیدا ہو اور زندگی کے مسائل حل کرنے اور نسل انسانی کی افزائش اور اس کی تعلیم و تربیت میں تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ تخلیق انسانی اور ان کا مذکر و مؤنث ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کی حکمت و رحمت کے مظاہر ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

آگے فرمایا کہ ہم نے تمھارے لیے نیند کو راحت و سکون کا سبب بنایا ہے۔ اگر نیند نہ آتی تو آدمی کا بدن تھک کر چور ہو جاتا، اس کا سکون چھن جاتا اور اسے جنون لاحق ہو جاتا۔ نیند اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کے ذریعے سے آدمی کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آ جاتی ہے اور وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ کاروبار حیات میں سرگرم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴾ [الروم : ۲۳] ''اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔''

آخر میں فرمایا کہ ہم نے رات کو تمھارے لیے لباس بنایا ہے، جس طرح لباس آدمی کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے، اسی طرح رات کی تاریکی اسے ڈھانپ لیتی ہے اور اسے سکون و راحت پہنچاتی ہے۔ ہم نے ہی دن کو تلاش معاش کا وقت بنایا ہے، انسان دن کی روشنی میں اپنی اور اپنے بال بچوں کی روزی حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں چلاتا ہے، ایک جگہ

سے دوسری جگہ جاتا ہے اور مشاغل زراعت وتجارت میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ پھر رات آ جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں باری تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کی حکمت ورحمت کے مظاہر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴾ [یونس : ٦٧] "وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔"

وَّ بَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۪ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿۱۶﴾

"اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم چراغ بنایا۔ اور ہم نے بدلیوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔ اور گھنے باغات۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید مظاہر قدرت بیان کرتے ہوئے فرمایا، لوگو! ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں جن کی ساخت بہت ہی محکم اور مضبوط ہے۔ زمانے کی گردش ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ جب سے اللہ نے انھیں بنایا ہے، اب تک ان میں کوئی سوراخ یا شگاف پیدا نہیں ہوا ہے۔ جوں کے توں ہیں اور رہیں گے، یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اللہ کے حکم سے زوال پذیر ہو جائیں گے۔

ہم ہی نے آفتاب کو پیدا کیا ہے جو دنیا والوں کو دن میں روشنی دیتا ہے۔ اس میں تمازت وحرارت ہے، جس کے سبب پھل پکتے ہیں اور دیگر کئی منافع ہیں۔ ہم بادلوں سے موسلا دھار بارش برساتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے سے گیہوں، جو، باجرہ، چاول اور دیگر دانے نکالیں جنھیں انسان کھاتے ہیں اور ان پودوں کو نکالیں جنھیں ان کے مویشی کھاتے ہیں اور گھنے درختوں کو پیدا کریں جن کی ڈالیاں آپس میں گتھی ہوتی ہیں اور جن سے مختلف الانواع پھل پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٩] "اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ

ی یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ ـرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۷] ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی ـت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم ـے کسی مُردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ـ۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

ـی یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ﴿۱۹﴾ وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ﴿۲۰﴾

ـقیناً فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا، تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔ اور آسمان کھولا ـے گا تو وہ دروازے ہو جائے گا۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مخلوق کے درمیان فیصلے کا دن اللہ کی جانب سے سب کے لیے مقرر ہے، اس دن اللہ کے ـے کے مطابق سب اپنے اعمال کا ثواب اور عقاب پائیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اسرافیل دوسرا صور پھونکیں گے، تو ـم روحیں اپنے جسموں میں لوٹ جائیں گی اور لوگ میدانِ محشر کی طرف مختلف جماعتوں اور گروہوں کی شکل میں دوڑ ـیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ ـنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۶ تا ۸] ''سو ان ـے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے ـیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے ـڑا مشکل دن ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں صور پھونکے جانے کی درمیانی مدت چالیس ـگی۔'' لوگوں نے پوچھا، کیا اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ کہا، مجھے معلوم نہیں۔ پوچھا، کیا چالیس مہینے؟ کہا، مجھے خبر نہیں۔ ـچھا، کیا چالیس سال؟ فرمایا، مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید) فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے ـنی برسائے گا اور جس طرح سبزی اگتی ہے ویسے ہی لوگ زمین سے اگیں گے۔ انسان کا تمام بدن گل سڑ جاتا ہے ـوائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے، بعد ازاں اسی ہڈی سے قیامت والے دن لوگ پیدا کیے جائیں گے۔''

ـخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یوم ینفخ فی الصور فتأتون أفواجا ﴾ : ۴۹۳۵۔ مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین ـفختین : ۲۹۵۵]

آسمان پھٹ کر اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے کہ ان میں بے شمار دروازے بن جائیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے اور ہوا میں غبار کی طرح بکھیر دیے جائیں گے، جسے دیکھ کر لوگ سراب تصور کریں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴾ [المزمل : ۱٤] ”جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

”یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔“

اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا اور جہنم کی آگ تیز کر دی جائے گی، جو سرکشوں کے لیے شدید انتظار میں تھی، جو ان کا ٹھکانا بنے گی اور جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جب ایک زمانہ گزرے گا تو دوسرا زمانہ شروع ہو جائے گا اور ان کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس جہنم میں انھیں کوئی ٹھنڈی چیز نہیں ملے گی۔ جو آگ کی گرمی کو کم کر سکے اور نہ کوئی ایسی پینے کی چیز ملے گی جو ان کی پیاس بجھا سکے۔ انھیں پینے کے لیے شدید گرم پانی اور اہل جہنم کے جسموں کی پیپ ملے گی۔ انھوں نے دنیا میں جو جرائم اور برے اعمال کیے تھے، ان کا انھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ ان پر ظلم نہیں کرے گا، بلکہ وہ اپنے حق میں خود ہی ظالم تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴾ [المؤمن : ۱۷] ”آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ﴾ [الأنبیاء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾

فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ ع ۱

"بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔"

انھوں نے اپنے آپ پر ظلم اس طرح کیا تھا کہ انھیں آخرت پر یقین نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ حساب اور جزا و سزا کا کوئی دن آنے والا نہیں، اسی لیے انھوں نے آخرت میں نجات پانے کے لیے کوئی کارِ خیر نہیں کیا، بلکہ ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ہمارے انبیاء جو نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے ان کا انکار کیا۔ لیکن ہم ان کے چھوٹے بڑے گناہوں کو احاطۂ تحریر میں لاتے رہے، اس لیے کہ مجرم آج یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان پر ظلم کر رہے ہیں اور انھیں ناکردہ گناہوں کی سزا دے رہے ہیں۔ ہم تو ایک ایک ذرہ کو ضبطِ تحریر میں لاتے رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ٤٩] "اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان مجرموں سے ان کا ذہنی کرب و الم بڑھانے کے لیے کہے گا کہ اب جہنم کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، اب تو ہم تمھارے عذاب میں اضافہ ہی کرتے رہیں گے۔ اب تمھارے لیے چین و آرام کہاں ہے؟ جب بھی تمھارے چمڑے جل جائیں گے، ہم انھیں بدل دیں گے اور جب بھی آگ دھیمی ہوگی ہم اس کی تیزی کو بڑھا دیں گے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

"یقیناً پرہیزگاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کی خاطر اس کی بندگی کریں گے اور گناہوں سے بچیں گے، وہ نارِ جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتیں پا کر فائز المرام ہوں گے۔ اس جنت میں ان کے لیے انواع و اقسام کے پھل دار درخت ہوں گے، انگوروں کے باغ ہوں گے، نوخیز ہم عمر بیویاں ہوں گی اور نہایت لذیذ شراب سے بھرے پیالے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءً
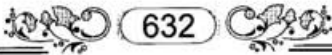
﴿ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الواقعة : ١٧ تا ٢٤] ”ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔ وہ نہ اس سے دردِ سر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔ اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۞ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۞ وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ ۞ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ ۞ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ ۞ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۞ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۞ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ۞ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۞ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۞ عُرُبًا أَتْرَابًا ۞ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴾ [الواقعة : ٢٧ تا ٣٨] ”اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے بستروں میں۔ بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ وہ خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔“

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۞

”وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔“

جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ آدمی کے کان وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ اس کی بات کو جھٹلائے۔ گالی گلوچ اور دنگا فساد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۞ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴾ [الواقعة : ٢٥، ٢٦] ”وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔“

جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۞ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۞ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۞

”تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہوگا۔ (اس رب کی طرف سے) جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔ جس دن

روح اور فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، وہ کلام نہیں کریں گے، مگر وہی جسے رحمان اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔"

یہ ساری نعمتیں ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے ان کے نیک اعمال کا بدلہ ہوں گی اور دراصل یہ سب کچھ ان کے رب کا ان پر احسانِ عظیم ہوگا کہ اس نے انھیں دنیا میں نیک عمل کی توفیق دی، جو اللہ کے فضل و کرم کا بہانہ بنا۔ آگے فرمایا کہ ان کے جس رب نے ان پر یہ احسان کیے، وہی آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے، وہی ان کا نگران و محافظ اور مدبر و کارساز ہے۔ وہ رحمٰن ہے، اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ وہی سب کا پالن ہار ہے۔ وہ شہنشاہِ دو جہاں قیامت کے دن جب مخلوق کا حساب لے گا، تو ساری مخلوق اس کے سامنے اس کی عظمت و جلال سے ایسی مرعوب ہوگی کہ کسی کو اس کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوگی، ایک مدت کے بعد صرف وہ لوگ دوسروں کی شفاعت کے لیے اللہ سے بات کریں گے جنھیں وہ جبار و قہار بات کرنے کی اجازت دے گا، جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا کہ جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے، تو کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے دے اور وہ ٹھیک بات ہی زبان سے نکالے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۹] "اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس دن (یعنی قیامت کے دن) سوائے رسولوں کے کوئی بات نہیں کر سکے گا اور رسول بھی صرف یہ کہیں گے، اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، اے اللہ! مجھے بچانا۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾

"یہی دن ہے جو حق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنا لے۔"

فرمایا کہ جس روزِ قیامت کا ذکر اوپر ہوا ہے اس کا آنا یقینی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے جو شخص اس دن سرخرو ہونا چاہتا ہے، تو وہ اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لا کر گناہوں سے بچے اور عمل صالح کر کے رب العالمین سے قربت حاصل کر لے۔

إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

"بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں

ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم اپنے بندوں کو سورت کے آخر میں پھر تنبیہ کر دی کہ لوگو! ہم نے تمھیں اس عذاب سے ڈرایا ہے جو بالکل قریب ہے، موت آتے ہی وہ گھڑی آ جائے گی اور قیامت بھی قریب ہی ہے، اس لیے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، اس دن ہر آدمی اپنے اچھے اور برے عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور اچھے عمل والے کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا، جبکہ برے عمل والے کو جہنم کی آگ کی طرف۔ تب کافر پر حسرت و یاس کے گہرے بادل چھا جائیں گے، اس کی آنکھیں مارے رعب و دہشت کے پتھرا جائیں گی اور کچھ بھی نہ بن پڑے گا تو کہنے لگے گا، کاش! میں بھی جانوروں کی طرح مٹی ہو گیا ہوتا، تاکہ اس عذاب نار سے بچ جاتا، لیکن ان حسرتوں کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور وہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ : یعنی اس کی زندگی کے تمام اچھے و برے اور پرانے و نئے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ [الکھف : ۴۹] ’’اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ [القیامۃ : ۱۳] ’’اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾

"ان (فرشتوں) کی قسم جو ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچ لینے والے ہیں! اور جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا۔ اور جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا۔ پھر جو آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھ کر۔ پھر جو کسی کام کی تدبیر کرنے والے ہیں!"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان فرشتوں کی قسم، جو کافر انسانوں کی روحوں کو پوری قوت وشدت کے ساتھ نکالتے ہیں! اور ان فرشتوں کی قسم، جو مومنوں کی روحوں کو تیزی اور نرمی کے ساتھ نکالتے ہیں! اور ان فرشتوں کی قسم، جو آسمانوں سے اللہ کے احکام و اوامر لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں! گویا کہ وہ تیرتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم، جو اللہ کی وحی کی طرف لپکتے ہیں اور شیاطین سے سبقت کر کے اسے اللہ کے رسولوں تک بحفاظت پہنچاتے ہیں! تا کہ شیاطین انھیں چوری چھپے سن نہ لیں اور ان فرشتوں کی قسم، جنھیں اللہ تعالیٰ نے عالم بالا و زیریں کے بہت سے کام سپرد کر رکھے ہیں! جیسے بارش برسانا، پودے اگانا، ہواؤں، سمندروں، حیوانات، رحم مادر میں بچوں کی نگہداشت اور جنت و جہنم کا انتظام و انصرام۔ ان پانچوں قسم کے فرشتوں کی قسم! تم دوبارہ ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن آدمی جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے ...... تو ملک الموت اس کے سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ جان! اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل آ، چنانچہ وہ اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہ

نکلتا ہے...... اور جب کافر دنیا سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے...... تو موت کا فرشتہ اس کے بھی سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث جان! اللہ کی ناراضی اور غصہ کی طرف نکل آ۔ اس پر وہ اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (عذاب کے ڈر کی وجہ سے نکلنا نہیں چاہتی) تو وہ اسے اس طرح سختی سے کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے گرم سلاخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٢٨٧، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝

''جس دن ہلا ڈالے گا سخت ہلانے والا (زلزلہ)۔ اس کے بعد ساتھ ہی پیچھے آنے والا (زلزلہ) آئے گا۔''

جب اسرافیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے، تو اس کے زیر اثر تمام مخلوق مر جائے گی، پھر جب وہ دوسرا صور پھونکیں گے تو سارے لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ دونوں صوروں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ پہلے صور کو "الرَّاجِفَةُ" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی خطرناک اور ہیبت ناک چیخ ہو گی کہ جس سے سارا عالم اضطراب میں مبتلا ہو جائے گا اور سب پر ایک کپکپی طاری ہو جائے گی، پھر سب مر جائیں گے۔ دوسرے صور کو "الرَّادِفَةُ" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ پہلے صور کے بعد ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٨] ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔''

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

''کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔''

یعنی اس دن کئی دل ترساں، ہراساں اور خوف زدہ ہوں گے۔ کئی دل اس لیے فرمایا کہ صالح مومن اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٣] ''انھیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔''

کفار کی نظریں مارے خوف و دہشت کے جھکی ہوں گی۔ دلوں اور آنکھوں کا حال بیان کرنے سے ان کی ظاہری اور باطنی پریشانی کی مکمل تصویر سامنے آ گئی۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ

خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾

”یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔“

جو مشرکینِ مکہ بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے، ان کی حالت بیان کی گئی ہے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم لوگ دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، تو وہ حیران ہوتے اور کہتے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ مرنے سے پہلے ہماری جو حالت تھی، مرنے کے بعد دوبارہ پھر اسی حالت میں لوٹا دیے جائیں گے، یعنی زندہ کیے جائیں گے۔ انھوں نے بعث بعد الموت کا مزید مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی، تو کیا وہ دوبارہ جمع کر کے نئے سرے سے ہڈیاں بنا دی جائیں گی؟ اگر بفرضِ محال ایسا ہوگا تو یہ بڑے خسارے کی بات ہوگی، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۳] ”کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۶، ۱۷] ”کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟“

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

”پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کتنے نادان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے، جو خالق ارض و سما ہے، اس بات کو مشکل سمجھتے ہو کہ وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرے۔ ارے! وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی، جس کے بعد تم سب زندہ ہو کر زمین پر ظاہر ہو جاؤ گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ [قٓ : ۴۱ تا ۴۴] ”اور کان لگا کر سن جس دن پکارنے والا ایک قریب جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے، یہ نکلنے کا دن ہے۔ یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان سے پھٹے گی، اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۶ تا ۸] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے

نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔‘‘

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

’’کیا تیرے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔ فرعون کے پاس جا، یقیناً وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ پس کہہ کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! کیا آپ کو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے واقعے کی خبر ہے، جب انھوں نے پاک اور مقدس وادی طویٰ میں اپنے رب کو پکارا، تو ان کے رب نے انھیں بتایا کہ اس کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں اور انھیں صرف اپنی عبادت کا حکم دیا۔ پھر انھیں حکم دیا کہ وہ شاہِ مصر فرعون کے پاس جائیں، جس نے سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے اور اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی پر مجبور کر رہا ہے۔ اس سے کہیں کہ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ تم ظلم و سرکشی اور شرک باللہ سے تائب ہو جاؤ۔ میں تمھیں تمھارے رب کی راہ دکھاتا ہوں، تاکہ تم اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس پر ایمان لا کر فرائض کو بجا لاؤ اور گناہوں سے بچو۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

’’چنانچہ اس نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔ تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، دوڑ بھاگ کرتا تھا۔ پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے اپنے دو بڑے معجزے ید بیضا اور عصائے موسوی کا اظہار کیا۔ ان کی لاٹھی سانپ بن کر زمین پر دوڑنے لگی، لیکن فرعون نے ان کے معجزات کی تکذیب کی، انھیں جادوگر کہا، اللہ کی نافرمانی کی، کبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا اور دل میں ٹھان لی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ معجزوں کا شیطانی سازشوں اور حیلوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گا، پھر اس نے اپنی قوم اور اپنی فوج کو جمع کیا۔ ان کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید باری تعالیٰ کا انکار اور اپنے معبود ہونے کا یوں اعلان کیا کہ لوگو! میں ہی تمھارا سب سے بڑا معبود ہوں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ

وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۵۱ تا ۵۴] ”اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا اے میری قوم! کیا میرے پاس مصر کی بادشاہی نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے تحت نہیں چل رہیں؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ غرض اس نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وزن) کر دیا تو انھوں نے اس کی اطاعت کر لی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔“

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

”تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔“

جب فرعون نے اپنی قوم اور اپنے لشکر کے سامنے اس بات کا اعلان کیا کہ میں ہی تمھارا بڑا معبود ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اس قدر سخت انتقام لیا کہ اسے دنیا میں اس جیسے سرکش اور باغی لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا اور روزِ قیامت بھی وہ نمونۂ عبرت ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴾ [هود : ۹۹] ”اور ان کے پیچھے اس (دنیا) میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ [القصص : ۴۱] ”اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔“

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝

”کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔“

یہاں خطاب قریش کے ان لوگوں سے ہے جو بعث بعد الموت کو نہیں مانتے، فرمایا کہ جو قادر مطلق آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر قادر ہے، جس نے رات اور دن بنائے ہیں، زمین سے پانی کے چشمے جاری کیے ہیں، نباتات پیدا کیے ہیں اور پہاڑوں کو زمین پر جمایا ہے، اس کے لیے تمھیں اور تم جیسوں کو پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بنی نوع انسان! تمھاری تخلیق بڑی بات ہے یا عظیم وقوی اور بلند و بالا آسمان کی؟ جسے اللہ نے بنایا ہے، اسے اونچا اٹھایا اور اسے اتنا مضبوط و محکم بنایا ہے کہ انسانی عقل ہمیشہ سے محوِ حیرت رہی ہے اور رہے گی، جیسا کہ دوسری جگہ

ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴾ [الملك : ۳، ۴] ''وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔''

وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝۳۱ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳

''اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔''

فرمایا کہ اس نے رات کو تاریک بنایا ہے، جس کی تاریکی آسمان و زمین کو ڈھانپ لیتی ہے، جبکہ اس نے آفتاب کی روشنی کے ذریعے سے دن کو ظاہر کیا ہے، تاکہ لوگ اس پر زندگی گزار سکیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر سکیں۔ اسی نے زمین سے چشمے جاری کیے ہیں اور اسی نے زمین سے دانے، پھل، پودے اور درخت اگائے ہیں جو انسانوں اور حیوانات کے کام آتے ہیں۔ جو قادرِ مطلق اللہ مذکورہ بالا اشیاء کی تخلیق پر قادر ہے وہ یقیناً اس کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کر کے انھیں میدانِ محشر میں جمع کرے اور ان کے اعمال کا انھیں بدلہ دے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی ۝۳۴ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝۳۵ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝۳۶

''پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ عظیم ترین آفت رونما ہو جائے گی جس کا نام قیامت ہے اور جس کا کفارِ قریش انکار کرتے ہیں، تو ہر انسان کے سامنے اس کے تمام اعمال پیش کر دیے جائیں گے۔ وہ اپنے ایک ایک عمل کو یاد کرنے لگے گا اور کافر کو یقین ہو جائے گا کہ یہی وہ دن ہے جس کا وہ انکار کرتا تھا۔ اس دن جہنم تمام اہلِ محشر کے سامنے لائی جائے گی، جو جہنمیوں کو اپنا لقمہ بنانے کے لیے اپنے رب کے حکم کی منتظر ہوگی اور جسے دیکھ کر اہلِ جنت اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کریں گے۔ اس کے برعکس اہلِ جہنم کا غم اور نجات سے ناامیدی حد سے تجاوز کر جائے گی، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ضرور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کلام کرے گا

کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ بندہ دائیں دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے، بائیں دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے، پھر اپنے آگے دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نہیں دیکھ پائے گا، جو اس کے چہرے کے سامنے ہوگی۔ سو تم آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ...... الخ : ۱۰۱۶/۶۷]

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

''پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے اس دنیا میں اللہ سے سرکشی کی ہوگی، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہوگی، اس کی ساری کوششیں اسی کے حصول میں رہی ہوں گی اور آخرت کو بھول گیا ہوگا، تو اس دن اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا : یعنی دنیا کو دین سے مقدم اور دین کو مؤخر کر دیا۔ دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے والوں کے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ [التوبة : ۳۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم : ۲، ۳] ''اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

یعنی جس نے اللہ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی ہوگی اور اس ایمان کے ساتھ دنیا میں زندگی گزاری ہوگی کہ اسے اپنے رب کے سامنے میدانِ محشر میں کھڑا ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، پھر اس ایمان کے زیر اثر اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس کی اتباع سے دور رکھا ہوگا، تو اس دن اس کی جائے رہائش جنت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵] ”اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔“

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝

”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔“

فرمایا کہ منکرین قیامت آپ سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ بھاری اور مشکل دن کب آئے گا؟ حالانکہ آپ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔ اس کی آمد کا وقت تو صرف آپ کے رب کو معلوم ہے۔ اسے ہی معلوم ہے کہ وہ سفینہ کب گھاٹ لگے گا؟ جو لوگوں کو ان کی دنیاوی زندگی سے منتقل کر کے اخروی زندگی میں پہنچا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا: ”اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبى صلى الله عليه وسلم ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ و بيان خصاله : ۹]

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝

”تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کا کام پیغام رسانی ہے، آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو قیامت کی آمد کا یقینی وقت بتائیں، اس کا علم تو صرف آپ کے رب کو ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸] ”کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں

اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔"

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

"گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔"

یعنی وہ قیامت جسے یہ بہت دور سمجھ رہے ہیں جب آئے گی تو انھیں ایسے معلوم ہوگا جیسے وہ دنیا میں صرف دن کا پچھلا حصہ یا پہلا حصہ ہی رہے ہیں، یعنی پورا ایک دن بھی نہیں۔

دنیا کی بے حقیقت زندگی کے متعلق ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ۱۱۲ تا ۱۱۴] "فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔"
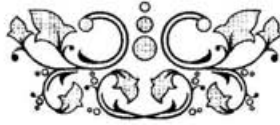
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥ وَ مَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ⑧ وَ هُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ⑩ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫

’’اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا۔ اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے شاید وہ پاکیزگی حاصل کر لے۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پروا ہو گیا۔ سو تو اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر (کوئی ذمہ داری) نہیں کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ اور لیکن جو کوشش کرتا ہوا تیرے پاس آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تو اس سے بے توجہی کرتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیے، یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے قبول کر لے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ان کے اندر دین سیکھنے کی لگن بہت زیادہ تھی۔ وہ آپ ﷺ سے مسائل کی دریافت کے لیے سوال پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سردارانِ قریش کو دعوت دے رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ گئے۔ آپ نے ان کی آمد کو ناپسند کیا اور منہ پھیر لیا اور اس سے بات نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طرف توجہ دینے سے وہ صنادید قریش برا مان جائیں، جن کے سامنے آپ ﷺ ایمان و اسلام کی تشریح فرما رہے تھے۔ آپ کا یہ اعراض دعوتی نقطۂ نگاہ سے مفید نہیں تھا، اس لیے کہ وہ اخلاص و رغبت کے ساتھ

قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے آیا تھا، اس کی خواہش تھی کہ آپ سے علم حاصل کر کے اپنی روح کا تزکیہ کرے، برے اخلاق سے اجتناب کرے اور اخلاق حمیدہ کو اپنائے، یا آپ سے نصیحت کی باتیں سن کر ان سے مستفید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی کہ جو شخص اپنی دولت اور قوم میں اپنے جاہ ومنزلت کی وجہ سے گردن اکڑائے ہوئے ہے اور ایمان و اسلام اور وحی ورسالت کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے، اسی کی طرف آپ لپکے جارہے ہیں اور اسی پر آپ اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اگر وہ متکبر اسلام کو قبول نہیں کرتا اور اس کا تزکیۂ نفس نہیں ہوتا، تو آپ کا کیا نقصان ہو گا؟ آپ کی ذمہ داری تو صرف پیغام رسانی ہے، اس لیے جو کفار اسلام سے اظہار استغنا کرتے ہیں، آپ ان کی فکر نہ کریں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے مزید فرمایا کہ جو شخص خوفِ الٰہی اور تقویٰ کے زیر اثر کوشش کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے، تاکہ آپ اسے دین کی تعلیم دیں اور اسے اپنی پیغمبرانہ نصیحتوں سے نوازیں، تو اس سے آپ نے منہ پھیر لیا ہے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہیں جو کبر وغرور میں مبتلا ہو کر آپ کی باتوں پر دھیان نہیں دے رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کی جانب سے یہ ایک بہت بڑی نصیحت ہے، جس سے جو چاہے اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھا لے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۂ عبس ایک نابینے صحابی ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ ابن ام مکتوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ! مجھے کوئی ہدایت کی بات بتلائیے، جبکہ اس وقت رسول اللہ کے پاس مشرکین میں سے ایک بڑا آدمی بیٹھا تھا، تو آپ ﷺ نے اس صحابی سے اعراض کیا اور اس (مشرک) کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تو میری باتوں میں کوئی حرج معلوم کرتا ہے؟'' اس نے کہا، نہیں! سو اس واقعہ سے متعلق یہ سورت نازل ہوئی۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة عبس : ۳۳۳۱۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۵۱٤، ح : ۳۸۹٦۔ ابن حبان : ۵۳۵]

﴿ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۝١٤ ﴾

''ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔''

ان آیات میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسے اوراق میں لکھا ہوا ہے جن کی عزت کی جاتی ہے، جو بلند شان والے اور پاک ہیں۔ اس سے قرآن مجید کے وہ اوراق مراد ہیں جن میں سے فرشتوں نے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے لکھا اور وہ بھی جن میں قرآن کے کاتب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا اور وہ بھی جن میں ان سے نقل کر کے لکھا گیا اور قیامت تک لکھا جائے گا۔

﴿ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝١٦ ﴾

''ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید لکھنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، خواہ وہ فرشتے ہوں، کاتبین وحی صحابہ ہوں، یا دوسرے لوگ۔ فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت عزت والے اور نہایت نیک ہیں۔ اسی طرح کتابت کے علاوہ اس کا پڑھنا پڑھانا بھی سب سے بہتر اور نیک ہونے کی دلیل ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلم القرآن و علمه : ۵۰۲۷]

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ : امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد صرف فرشتے ہیں، وہ کہتے ہیں، ”سَفَرَةٍ“ کا معنی ہے فرشتے، یہ ”سَافِرٌ“ کی جمع ہے، عرب لوگ کہتے ہیں: ”سَفَرْتُ بَيْنَ الْقَوْمِ“ یعنی میں نے قوم کے لوگوں میں صلح کرا دی، تو جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں، وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوا کرتے ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورة ﴿ عبس ﴾، قبل الحدیث : ۴۹۳۷]

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ : یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بہت کریم، حسین اور شریف ہیں اور اخلاق و افعال کے اعتبار سے بھی بڑے نیکوکار اور مکمل طور پر پاک صاف ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے افعال و اقوال کے اعتبار سے رشد و بھلائی کا پیکر ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کا حافظ بھی ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے (یعنی وہ ان کے ساتھ ہوگا) اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے، پھر بھی وہ اس کے لیے دشوار ہے تو اسے (مایوس نہیں ہونا چاہیے، اسے) دو گنا ثواب ملے گا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، سورة ﴿ عبس ﴾ : ۴۹۳۷۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب فضل الماهر بالقرآن والذی یتتعتع فیه : ۷۹۸]

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

”مارا جائے انسان! وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ اس نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر انسان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اسے کبر و غرور پر کون سی بات ابھارتی ہے؟ کیا اسے اپنی حقیقت معلوم نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا ہے؟ پیدا کرنے کے دوران میں اس کی ہر چیز کا اندازہ مقرر فرمایا کہ اتنی مدت نطفہ رہے گا، پھر علقہ، پھر مضغہ بے روح، پھر جاندار، خوبصورت انسان بنے گا، پھر اس کی ہر چیز اندازے کے ساتھ بنائی، کوئی چیز بے ڈھب نہیں۔ پھر ماں کے شکم ہی میں وہ سب کچھ فرشتے کو لکھوا دیا جو

اس نے زندگی بھر کرنا تھا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا، یعنی ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے لیے خیر و شر کے راستے واضح کر دیے، پھر اسے موت دی جو آخرت کی مصلحت کے تحت ضروری تھی، پھر اسے قبر میں رکھوایا، اگر وہ یہ احسان نہ کرتا تو یہ جانوروں کی طرح زمین پر پڑا رہتا، متعفن ہو کر اللہ کی مخلوق کے لیے باعث آزار بنتا، اس کی بے حرمتی ہوتی، بے پردہ ہوتا اور درندے نوچتے۔

انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰهٰ : ۵۵] ”اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۲ تا ۱۵] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔“

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲

”پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے مختلف ادوار کا ذکر کیا۔ اس ذکر سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جب یہ سب کام میں کرتا ہوں تو میرے لیے کیا مشکل ہے کہ انسان کو دوبارہ پیدا نہ کر سکوں؟ وہ قادر ہے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے سارے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے، سوائے ڈھڈی (یعنی مقعد کے اوپر) کی ہڈی کے، اسی (ڈھڈی کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۱۴۲/۲۹۵۵۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یوم ینفخ فی الصور ﴾ : ۴۹۳۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی وہ پھر نہیں لوٹائے گا، حالانکہ میرے لیے

اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب : ٤٩٧٤]

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

"ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے حکم دیا۔"

یعنی کافر انسان جو سمجھتا ہے کہ اس کے مال و جان پر اللہ کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا ہے، یہ ہرگز درست نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی انسان نے بھی ابھی تک وہ فرائض پورے ادا نہیں کیے جن کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا، حق کا ادا کرنا تو بہت دور ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کسی بھی شخص نے یہ کام پورا نہیں کیا، جس کا اسے حکم دیا گیا تھا (کمی رہ ہی جاتی ہے)۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة عبس، تعليقًا، قبل الحديث : ٤٩٣٧]

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

"تو انسان کو لازم ہے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ کہ بے شک ہم نے پانی برسایا، خوب برسانا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا، ایک عجیب طریقے سے پھاڑنا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے باغات۔ اور پھل اور چارا۔ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اپنے کھانے کے بارے میں غور کرے جسے وہ ہر روز کئی بار کھاتا ہے کہ ہم نے اسے کن مراحل سے گزار کر صالح اور مفید غذا بنایا ہے۔ پہلے ہم نے زمین پر بارش برسائی، پھر اسے زراعت کے قابل بنایا، پھر اس سے مختلف قسم کے دانے اگائے، جیسے گیہوں، جو، باجرا اور دیگر دانے۔ انگور اور سبزیاں اگائیں، جیسے ککڑی اور کھیرے، زیتون اگایا جس کا پھل کھایا جاتا ہے اور جس کا تیل لگایا جاتا ہے، کھجور اگائی جسے تازہ اور خشک کھایا جاتا ہے۔ باغات اگائے جن کے درخت آپس میں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں، نیز دیگر قسم کے پھل اگائے جنھیں آدمی کھاتا ہے اور گھاس اگائی جسے جانور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں ہم نے تمھارے لیے اور تمھارے جانوروں کے لیے پیدا کی ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عظیم قدرت اور یوم آخرت پر ایمان لے آؤ۔ اس کے شکر گزار بندے بنو اور اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرو، نیز انسان کی پیدائش اور اس کی تمام ضروریات کی

چیزوں کو پیدا کرنے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کی دوبارہ پیدائش پر دلیل قائم کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴾ [الواقعة : ۵۷ تا ۷۳] ”ہم نے ہی تمھیں پیدا کیا تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں مانتے؟ تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی تمھارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ اس بات سے کہ تمھاری جگہ تمھارے جیسے اور لوگ لے آئیں اور نئے سرے سے تمھیں ایسی صورت میں پیدا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔ اور بلاشبہ یقیناً تم پہلی دفعہ پیدا ہونے کو جان چکے ہو تو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت نمکین بنا دیں، پھر تم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ پھر کیا تم نے دیکھی وہ آگ جو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی اسے مسافروں کے لیے ایک نصیحت اور فائدے کی چیز بنایا ہے۔“

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝۳۳ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝۳۴ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝۳۵ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ۝۳۶

”پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت آجائے گی، جس کے صور کی آواز اتنی تیز اور کرخت ہوگی کہ لوگوں کے کان بہرے ہو جائیں گے، تو رعب و دہشت کے مارے ہر آدمی اپنے حال میں پریشان ہوگا اور ہر ایک کو اپنی نجات کی ایسی فکر لاحق ہوگی کہ وہ انتہائی قریبی رشتہ داروں کو بھی میدانِ محشر میں دیکھ کر راہِ فرار اختیار کرے گا۔ اس ڈر سے بھاگے گا کہ کہیں وہ اس سے کسی حق کا مطالبہ نہ کر دے، یا اس لیے کہ کوئی اس کی پریشانی اور بے چینی کو نہ دیکھ لے، یا

اس لیے کہ اسے معلوم ہوگا کہ آج کوئی اس کے کام نہیں آئے گا، تو پھر اس کی طرف التفات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُبَصَّرُوْنَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ [المعارج : ۸ تا ۱٤] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔''

شفاعت سے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس کا ماحاصل یہ ہے کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا، تو لوگ شفاعت کے لیے کئی انبیاء کے پاس جائیں گے، لیکن ہر نبی ایک ہی جواب دے گا: ''میرا رب عزوجل آج اتنا زیادہ غصے میں ہے کہ اتنا پہلے کبھی غصے میں نہیں آیا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غصے میں آئے گا، نفسی، نفسی، نفسی (یعنی آج مجھے تو اپنی جان کی فکر لاحق ہے، پتا نہیں میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا) تم میرے علاوہ کسی اور نبی کے پاس جاؤ۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدًا شكورًا﴾ : ٤٧١٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝

''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

یعنی وہ ایسی پریشانی و مشغولیت میں ہوگا جس کی وجہ سے وہ کسی اور کی طرف توجہ نہ دے سکے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، بغیر ختنہ کی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: '' (اے عائشہ!) اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا، اس بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا۔''

[بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (میدانِ محشر میں) ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کی حالت میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔'' ایک عورت نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) تو کیا لوگ (یعنی مرد اور عورتیں) ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بی بی! ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۷] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا

دے گی۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ عبس : ۳۳۳۲]

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

’’کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔‘‘

اس دن لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، جو نیک بخت ہوں گے اور جن کے لیے رب العالمین جنت کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہرے مارے خوشی کے دمک رہے ہوں گے اور اس کے برعکس جن بدبختوں کے لیے رب العالمین جہنم کا فیصلہ کر دے گا، ان کے چہروں پر حسرت و یاس کی وجہ سے ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔ یہ بدترین انجام ان لوگوں کا ہوگا جنھوں نے کفر و سرکشی اور فسق و فجور کی زندگی گزاری ہوگی اور بغیر توبہ کیے اسی حال میں موت نے انھیں آ دبوچا ہوگا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القیامۃ : ۲۲، ۲۳] ’’اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔‘‘

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [الغاشیۃ : ۲ تا ٤] ’’اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔‘‘

سورۃ التکویر مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ کی تلاوت کر لے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۷، ح : ۴۸۰۵۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ﴿ إذا الشمس کورت ﴾ : ۳۳۳۳۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۵۷۶، ح : ۸۷۱۹]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔''

یعنی سورج، اس کی شعاعوں اور اس کی روشنی کو لپیٹ دیا جائے گا اور وہ بالکل بے نور ہو جائے گا۔ چاند کا بھی یہی حال ہوگا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ دیے جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر : ۳۲۰۰]

وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲

''اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔''

ستارے بکھر جائیں گے، ان کی روشنی ختم ہو جائے گی اور وہ بے نور ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴾ [الانفطار : ۲] ''اور جب ستارے بکھر کر گر جائیں گے۔''

وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾

''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اندر گاڑ رکھا ہے اور زمین میں وہ قوت رکھی ہے جو انھیں باندھ کر رکھے ہوئے ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے وہ قوت ختم ہو جائے گی اور یہ جامد پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ذرہ ذرہ ہو کر بادلوں کی طرح چل پڑیں گے، حتیٰ کہ سراب کی طرح ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ [النبا : ۲۰] ''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔''

وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾

''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔''

لوگ شدت رعب وخوف سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں سے غافل ہو جائیں گے، جو عربوں کے نزدیک سب سے اچھی اور قیمتی دولت ہوتی ہے، تو پھر دوسری چیزوں سے ان کی غفلت کا کیا حال ہو گا؟ یعنی لوگ نہایت پریشان اور بدحال ہوں گے، انھیں اپنی جان کے بچاؤ کے سوا کسی چیز کی فکر نہیں ہو گی۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾

''اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔''

شدت زلزلہ اور ٹوٹ پھوٹ کے زیر اثر زمین پر پائے جانے والے تمام وحشی جانور اپنے چھپنے کی جگہوں سے نکل کر مارے رعب و دہشت کے اکٹھے ہو جائیں گے اور انسانوں کے قریب آ کر پناہ لینے کی کوشش کریں گے، پھر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۸] ''اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن تم ضرور حق داروں کے حقوق ادا کرو گے، حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا (یعنی اگر ایک سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کو مارا ہو گا تو اسے اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا)۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲]

وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶

”اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔“

سمندروں کے بھڑکائے جانے کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زمین کے نیچے جو بے پناہ حرارت اور آگ ہے، جو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کی صورت میں کبھی کبھی ظاہر ہوتی رہتی ہے، وہ اللہ کے حکم سے سمندروں کو بھڑکا کر بھاپ بنا کر اڑا دے گی۔ پھر پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی گہرائی ختم ہو کر زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی جو آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسوں کا مرکب ہے، ان میں سے ایک جلانے والی اور دوسری جلنے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی عجیب قدرت ہے کہ ان دونوں کو ملا کر آگ بجھانے والا پانی بنا دیا ہے۔ قیامت کے وقت اللہ کے حکم سے ان دونوں کا ملاپ ختم ہو جائے گا اور وہ اپنے اصل کی طرف لوٹ کر بھڑکانے اور بھڑکنے لگیں گی، جس سے سمندروں کا یہ بے حساب پانی چشم زدن میں اڑ جائے گا، بہر حال اللہ کا حکم ہو گا تو سمندر آگ سے بھڑکنے لگیں گے۔

وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷

”اور جب جانیں ملائی جائیں گی۔“

یہاں سے دوسرے نفخہ کے بعد کے حالات ہیں۔ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں، پہلی یہ کہ جانیں جسموں کے ساتھ ملائی جائیں گی تو سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعة : ۴۹، ۵۰] ”کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔“

دوسری یہ کہ جانوں کی قسمیں بنائی جائیں گی، نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور بروں کو بروں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴾ [الصافات : ۲۲] ”اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔“ دوسری تفسیر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر ﴿ إذا الشمس كورت ﴾، بعد الحدیث : ۴۹۳۷]

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹

”اور جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی؟“

بعض قبائل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کے گھر بچی پیدا ہوتی تو عار سے بچنے کے لیے اسے زندہ در گور کر دیتے۔ یہ ایک بہت بڑا مجرمانہ فعل تھا کہ جس کا وہ اپنی شدید جہالت و نادانی کے سبب ارتکاب کرتے تھے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن شدید غضب ناک ہوگا اور شدتِ غیظ وغضب کی وجہ سے ان کی طرف سے منہ پھیر لے گا۔ پھر ان زندہ درگور کی گئی بچیوں سے پوچھے گا کہ ان ظالموں نے تمھیں کس جرم کی پاداش میں زندہ درگور کر دیا تھا؟ لڑکیوں کو زندہ زمین میں درگور کر دینے کے دو اسباب تھے، مفلسی اور بدنامی ورسوائی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣١] ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“ رسوائی کے سلسلہ میں قتل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ؀ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ٥٨، ٥٩] ”اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔“

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی (یعنی ان کے ستانے) کو، بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینے کو اور دینے سے انکار کرنے اور لینے کے لیے تیار رہنے کو تم پر حرام کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے قیل وقال (یعنی تمھاری فضول باتوں) کثرت سوال اور مال کے ضائع کرنے کو بھی ناپسند کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الاستقراض، باب ما ینھی عن إضاعة المال …… الخ : ٢٤٠٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ان لڑکیوں (کی پیدائش) سے آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر وہ صبر کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔“ [ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات : ١٩١٣]

سیدہ جزامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل (بیوی سے مباشرت کے وقت مادہ منویہ کو باہر گرانے) سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ تو خفیہ طریقے کا دفن کرنا ہی ہے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وعید کی زد میں آتا ہے: ﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ﴾ [التکویر : ٨] ”جب زندہ دفن کی گئی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وھی وطئ المرضع وکراھة العزل : ١٤٤٢/١٤١]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر ایک کی طرف سے ایک گردن آزاد کرو۔“ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو اونٹوں والا ہوں (یعنی ان کے بارے میں کوئی حکم دیجیے)، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کرو۔“ [السنن الکبریٰ للبیھقی : ١١٦/٨، ح : ١٦٤٢٤۔ کشف الأستار عن زوائد البزار : ٧٨/٣، ح : ٢٢٨٠۔ طبرانی کبیر : ٣٣٧/١٨، ح : ٨٦٣]

وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾

''اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔''

قیامت کے دن لوگوں کے اعمال نامے حساب کے لیے کھول کر ان کے سامنے رکھ دیے جائیں گے اور ہر شخص اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٤] ''اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکهف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾

''اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔''

اس دن آسمان اپنی جگہوں سے اس طرح الگ کر دیے جائیں گے جس طرح مذبوح جانوروں کے چمڑے ادھیڑ دیے جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴾ [الأنبياء : ١٠٤] ''جس دن ہم آسمان کو کاتب کے کتابوں کو لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔'' اس کے بعد عالم بالا سب کے سامنے آشکارا ہو جائے گا۔

وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾

''اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔''

اس دن جہنم کی آگ اللہ کے دشمنوں کے لیے پوری طرح تیز کر دی جائے گی، جبکہ جنت اہل تقویٰ سے قریب کر دی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴾ [قٓ : ٣١] ''اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' صحابہ نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''وہ آگ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس

کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر (گرم) ہے۔" [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

"ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔"

یہ جواب ہے، یعنی مذکورہ بالا امور واقع ہوں گے تو اس وقت ہر شخص جان لے گا جو اس نے عمل کیے اور آج کے اس دن کے لیے کیا لے کر آیا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ﴾ [آل عمران : ٣٠] "جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔" اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ [القيامة : ١٣] "اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔"

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

"پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو چلنے والے ہیں، چھپ جانے والے ہیں! اور رات کی جب وہ جانے لگتی ہے! اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے! بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان ستاروں کی قسم، جو دن کے وقت چھپ جاتے ہیں! یہ ستارے آفتاب و مہتاب کے ساتھ چلتے رہتے ہیں اور آفتاب کی روشنی کے وقت چھپے رہتے ہیں۔ رات کی قسم! جب وہ دن کو پیچھے چھوڑ کر آگے آ جاتی ہے اور ہر چیز پر اپنی سیاہ چادر ڈال دیتی ہے، صبح کی قسم! جس کی روشنی پھیلتی جاتی ہے، یہاں تک کہ پورا دن نکل آتا ہے، بے شک وہ قرآن جو انسان کے سامنے بعث بعد الموت کا عقیدہ پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش کرتا ہے، اسے اللہ کے معزز و مکرم رسول جبریل امین نے اپنے رب کی جانب سے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیا ہے، وہ جبریل امین جنھیں ان کے رب نے ایسی زبردست قوت عطا کی ہے کہ کوئی انسان یا جن ان کے پاس موجود وحی ان سے نہ چھین سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی نقص و اضافہ کر سکتا ہے۔ وہ روح الامین فرشتہ عرش والے کے نزدیک بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اور آسمان میں رہنے والے سبھی ان کی بات مانتے ہیں اور وہ اپنے رب کی وحی اور اسرارِ رسالت کے بڑے ہی امانت دار ہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾: یعنی اس قرآن کو ایک عالی مقام فرشتے نے پہنچایا ہے جو بہت ہی شریف، حسن خلق کا پیکر اور مجسم حسن و جمال ہے اور وہ جبریل علیہ السلام ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرة : ۹۷] ''کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔''

﴿ذِيْ قُوَّةٍ﴾: وہ قوت والے ہیں، یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہیں اور گرفت اور فعل کے اعتبار سے بھی شدید ہیں۔ ایک اور مقام پر جبریل علیہ السلام کی قوت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ﴾ [النجم : ۵، ۶] ''اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے۔''

﴿مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾: یہ جبریل علیہ السلام کی صفت امانت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول جبریل کا تزکیہ فرما رہا ہے، یعنی وہ احکام الٰہی اور آیات ربانی کو بے کم و کاست رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔ اسی لیے انھیں روح الامین بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ [الشعراء : ۱۹۲ تا ۱۹۵] ''اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔''

وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝

''اور تمھارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے۔''

اے اہل مکہ! تمھارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے، دیوانہ تو کجا صاحب عقل و ہوش اور ذی علم اشخاص بھی اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے اور اے اہل مکہ! تمھارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معزز و مکرم فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام کو آسمان کے صاف و شفاف کنارے پر دیکھا بھی ہے، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے نہ صرف کلام الٰہی کو پڑھا ہے، بلکہ انھیں افق پر ان کی اصل شکل میں دیکھا بھی ہے۔ اس سے مراد وہ پہلی رؤیت ہے جو بطحا میں ہوئی تھی اور جس کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [النجم : ۵ تا ۱۰] ''اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔ اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔ پھر اس نے

وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ تک وحی بند رہنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی، تو آپ نے اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اس سے ڈر گیا اور واپس آ کر کہا: ((زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ)) (مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ : ﴿ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ۱ تا ۵] پھر تو وحی کا سلسلہ تیز اور متواتر ہو گیا۔“ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی .... الخ : ۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۶۱]

دوسری رؤیت کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ [النجم : ۱۳ تا ۱۶] ”حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔ جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔“

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝۲۴

”اور وہ غیب کی باتوں پر ہرگز بخل کرنے والا نہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ انھیں غیب کی جو بات بتاتا ہے وہ اسے اپنے پاس ہی نہیں رکھ لیتے بلکہ امت تک پہنچا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تمھیں یہ بتائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ پر نازل ہونے والی کوئی بات چھپائی ہے، تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ [المائدۃ : ۶۷] ”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ یأیہا الرسول بلغ ما أنزل إلیک من ربک ﴾ : ۴۶۱۲]

وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝۲۵

”اور وہ ہرگز کسی مردود شیطان کا کلام نہیں۔“

یعنی تمھارا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کاہن ہیں اور قرآن کسی مردود شیطان کا کلام ہے، جسے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھاتا رہتا ہے۔ شیاطین تو جھوٹے اور گناہ گار لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ الصادق الامین پر کیسے نازل ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾

[الشعراء : ۲۲۱ تا ۲۲۳] ”کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴾ [الشعرآء : ۲۱۰ تا ۲۱۲] ”اور اسے لے کر شیاطین نہیں اترے۔ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تو سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔“

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

”پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ یہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔“

اے اہل قریش! تم نے میرے نبی اور میرے قرآن پر جتنے اتہامات دھرے، سب کی نفی ہو چکی اور سب کی تردید کی جا چکی، اس کے بعد بھی اگر تم حق کو قبول نہیں کرتے تو تمھارے لیے ضلالت و گمراہی کے سوا کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اس لیے تم ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ اور حق کو قبول کر لو، قرآن پر ایمان لے آؤ جو سارے عالم کے لیے عبرت و موعظت کا خزانہ ہے، لیکن اس خزانے سے وہی مستفید ہوگا جو راہِ حق پر چلنا چاہے گا اور اس حق کو وہی قبول کرتا ہے اور اس راہ پر وہی چلتا ہے جسے اللہ اپنی مرضی سے اس کی توفیق دیتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ : سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا، جو قبیلہ جہینہ کی ایک عورت ہیں، بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم اللہ کا شریک بناتے ہو اور تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں اور تم کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھایا کریں تو اس طرح کہا کریں: ”کعبہ کے رب کی قسم!“ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس طرح کہے ”جو اللہ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔“ [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبة : ۳۸۰۴]

سورۃ الانفطار مکیۃ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴾، ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴾ اور ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ پڑھ لے۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۲۷، ح : ۴۸۰۵۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿ إذا الشمس كورت ﴾ : ۳۳۳۳۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۵۷۶، ح : ۸۷۱۹]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾

”جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر کر گر جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔ اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی۔ ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور جب ستارے گر کر بکھر جائیں گے اور جب کھارے سمندروں کا پانی میٹھے دریاؤں کے پانی سے مل جائے گا، یعنی زمین اتنی شدت کے ساتھ ہلے گی اور ایسا مہیب زلزلہ واقع ہوگا کہ ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور زمین پر موجود پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جائے گا۔ قبریں الٹ دی جائیں گی اور تمام مردے زندہ ہو کر اوپر آ جائیں گے۔ فرمایا کہ جب یہ حادثات ظہور پذیر ہوں گے، تو اس وقت ہر آدمی یقینی طور پر جان لے گا کہ اس نے دنیا میں کیسے اعمال کیے تھے؟ نیک آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا عمدہ زادِ آخرت اپنے لیے آگے بھیج دیا تھا اور گناہ گار کو بھی خوب معلوم ہو جائے گا کہ کن گناہوں کے ارتکاب کے سبب اسے آج ذلت و رسوائی

اور ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ [القیامة : ۱۳] ''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکهف : ۴۹] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے بعد ازاں بھی لوگ فائدہ اٹھائیں، یا وہ صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج طلوع ہو چکا تھا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پیر تھے۔ انھوں نے گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنی ہوئی تھیں اور اپنی تلواریں اپنی گردنوں میں حمائل کی ہوئی تھیں۔ یہ تمام لوگ قبیلہ مضر سے تھے۔ ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت کو متغیر کر دیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، پھر باہر آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا، چنانچہ اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ شروع فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔'' پھر سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحشر : ۱۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔'' اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی، جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ کسی نے اشرفی دی، کسی نے درہم، کسی نے ایک صاع گیہوں اور کسی نے ایک صاع کھجور دینا شروع کیے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو

لے آؤ۔“ ایک انصاری ایک وزنی تھیلی، جسے وہ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، لے آئے، پھر تو لوگوں نے لگا تار جو کچھ دستیاب ہوا، لانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ کا اداس چہرہ کھل اٹھا اور مثل سونے کے چمکنے لگا، تب آپ نے فرمایا: ”جو بھی اسلام میں کسی کارِ خیر کو شروع کرے تو اسے اپنے عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو لوگ (اس کی دیکھا دیکھی) اس کے بعد وہ عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اسے ملتا ہے اور اس سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے (اور خلاف شرع) طریقے کو جاری کرے اس پر اسے اپنا گناہ بھی ملتا ہے اور ان لوگوں کا گناہ اسے ملتا ہے جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) وہ برا کام کرتے ہیں اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة ...... الخ : ۱۰۱۷۔ مسند أحمد : ۴/ ۳۵۸، ۳۵۹، ح : ۱۹۱۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے کافی مال چھوڑا ہے، لیکن وصیت نہیں کی ہے، تو کیا اگر اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو یہ اس کی طرف سے کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت : ۱۶۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ (ضرور) صدقہ کرتی، تو اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ [مسلم، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت : ۱۰۰۴، بعد الحدیث : ۱۶۳۰]

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

”اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔“

یہاں خطاب ان فاسق و فاجر انسانوں سے ہے جو دنیا میں معصیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ تو اپنی فطرت سے منحرف ہو گیا ہے اور اپنے اس رب کی نافرمانی کر رہا ہے، جو عظیم و جلیل اور کامل و قادر ہے۔ جس نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ تمھیں کامل الخلقت انسان بنایا ہے، عقل و حواس اور اپنی گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ تم کچھ بھی نہیں تھے تو اس نے تمھیں ایک نطفۂ حقیر سے پیدا کیا۔ کان، آنکھ اور عقل جیسی نعمت دی، ہاتھ اور پاؤں دیے، سینے میں دھڑکتا ہوا دل دیا اور ہر طرح سے ایک کامل آدمی بنایا۔ اس کا کمالِ

قدرت دیکھو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا بنایا، کسی کو لمبا اور کسی کو پست قد بنایا اور پھر تم میں سے کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث بنایا۔ یہ سب اس کی قدرت کی کاری گری اور اس کی کمال صناعی ہے۔ ان ساری چیزوں کا تقاضا ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی نہ کرو، ہر دم اسی کی بندگی میں لگے رہو اور کسی حال میں بھی اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ : یعنی اس رب کریم کے بارے میں کس چیز نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا جس نے تجھے ٹھیک ٹھیک حالت میں، نہایت اچھے توازن اور اعتدال کے ساتھ، خوبصورت قد و قامت اور حسین و جمیل شکل و صورت میں پیدا فرمایا۔ سیدنا بسر بن جحاش قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر تھوکا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز (نطفے) سے پیدا کیا ہے، یہاں تک کہ جب میں نے تجھے ٹھیک (پیدا) کر دیا اور تجھے اعتدال میں رکھا، تو تو دو چادروں کے درمیان (تکبر کرتا ہوا)، چلنے لگا، تاہم بالآخر تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے۔ تو نے خوب دولت جمع کی اور پھر (میری راہ میں) دینے سے باز رہا، یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو تو کہنے لگا، میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟'' [مسند أحمد : ۲۱۰/٤، ح : ۱۷۸٦۰۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهى عن الإمساك فى الحياة والتبذير عند الموت : ۲۷۰۷]

فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا، اے اللہ کے رسول! میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے، وہ سیاہ فام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''کس رنگ کے؟'' اس نے کہا، سرخ رنگ کے، فرمایا: ''ان میں سے کوئی سفید سیاہی مائل بھی ہے؟'' اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''بھلا اس رنگ کا بچہ (سرخ نر اور مادہ کے درمیان) کیسے پیدا ہو گیا؟'' کہنے لگا، شاید اس کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو (یعنی اپنی نسل کے کسی بہت پہلے کے اونٹ پر یہ پڑا ہو گا)۔ آپ نے فرمایا: ''اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی ممکن ہے یہی ہو۔'' [بخاری، كتاب الطلاق، باب إذا عرض بنفي الولد : ۵۳۰۵۔ مسلم، كتاب اللعان : ۱۵۰۰]

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

''ہرگز نہیں، بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔''

فرمایا، اے انسان! حقیقت یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جو تمھیں تمھارے رب کی جانب سے دھوکے میں ڈالے اور تمھیں

تمھاری فطرت سے منحرف کر دے، بلکہ تمھارے رب کے بے پایاں احسانات تو تمھاری اس جانب راہنمائی کرتے ہیں کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ ضرور اٹھائے جاؤ گے، تاکہ تمھارے نیک و بد اعمال کا تمھیں بدلہ دیا جائے، لیکن تم محض کبر و عناد کی وجہ سے بعث بعد الموت اور روزِ قیامت جزا و سزا کا انکار کرتے ہوئے کفر و ظلم اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ ہم نے تمھارے اعمال کی گنتی اور ان کا ریکارڈ رکھنے کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو تمھارے ایک ایک عمل کو لکھ رہے ہیں۔ تم پوشیدہ یا ظاہر میں جو کچھ اچھے یا برے اعمال کرتے ہو، وہ فرشتے ان سب کو جانتے ہیں۔ تمھارے کسی قول و عمل سے غافل نہیں ہیں اور وہ سارے نیک و بد اعمال روزِ قیامت اچانک تمھارے سامنے آ جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۱۷، ۱۸] ”جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہنس دیے، آپ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں بندے کی اس گفتگو سے ہنس رہا ہوں جو وہ اپنے رب سے کرے گا۔ بندہ کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائے گا، کیوں نہیں۔ بندہ کہے گا، تو اب پھر میں اپنے نفس پر (کسی کی گواہی) نہیں مانتا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تو تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ چنانچہ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ وہ گواہی دیں۔ اب اس کے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ پھر جب بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ (اپنے اعضا سے) کہے گا، تمھارے لیے ہلاکت و بربادی ہو، چلو (مجھ سے) دور ہو جاؤ، میں تمھارے ہی لیے تو جھگڑا کر رہا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۶۹]

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝

”بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ اور بے شک نافرمان لوگ یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔ وہ اس میں جزا کے دن داخل ہوں گے۔ اور وہ اس سے کبھی غائب ہونے والے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کریں گے، گناہوں سے اجتناب کریں گے اور صلاح و تقویٰ

کی زندگی اختیار کریں گے، وہ جنت کی نعمتوں کے مستحق بنیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کے اوامر کی مخالفت کریں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں وہ جزا و سزا کے دن ڈال دیے جائیں گے۔ اس کی گرمی، اس کا عذاب اور اس کی سختی جھیلتے رہیں گے، نہ مریں گے اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ وہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوں گے مگر اس سے پہلے قبر میں بھی انھیں آگ کا عذاب دیا جاتا ہے، جیسے آل فرعون کے متعلق فرمایا: ﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ [المؤمن : ۴۵، ۴۶] ''اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ جو آگ ہے، وہ اس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝

''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔''

روزِ قیامت کی ہیبت ناکی اور سختی بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ اس دن کی سختی و ہیبت ناکی کو پوری طرح نہیں جانتے، حالانکہ یہ تو وہ چیز ہے جس کا صحیح علم حاصل کرنا نہایت ہی اہم ہے۔ اس کی خطرناکی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے ہرگز کام نہیں آئے گا۔ اس دن اللہ کے سوا کوئی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ [المؤمن : ۱۶] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [سبا : ۴۲] ''سو آج تمھارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم کیا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱۴] تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: ''اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے بنی عبد المطلب! میں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے تمھیں نہیں بچا سکتا، البتہ تم (آج) میرے مال میں سے جو چاہو مجھ

سے مانگ لو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۲۰۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنی ہاشم ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو، اے بنی عبد المطلب ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو، اے (میری بیٹی) فاطمہ ! تو بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لے، کیونکہ میں (روزِ قیامت) اللہ تعالیٰ سے تمھارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں (یعنی اگر وہ تمھیں عذاب دینا چاہے تو میں تمھیں بچا نہیں سکتا)، البتہ تم مجھ سے جو رشتہ داری رکھتے ہو میں اسے جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمھارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۲۰٤]

سورۃ المطففین مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫﴿۲﴾ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾

''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی ہے، جو ناپ تول میں لوگوں کے ساتھ بے ایمانی کرتے ہیں۔ ان کے لینے کا پیمانہ اور ہوتا ہے، اور دینے کا اور جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پیمانے کو خوب بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناپ تول کرتے وقت آدمی کو پورا دینا چاہیے اور جب لوگوں کو دیتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ پیمانہ لبالب نہ ہو اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح پیمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی دیگر آیتوں میں بھی پورے ناپ تول کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۵] ''اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴾ [الرحمٰن : ۹] ''اور

انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ ماپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے، تاہم بعد ازاں جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾ [المطففین : ۱] "بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔" تو پھر انھوں نے ناپ تول درست کر لیا۔ [ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التوقی فی الکیل والوزن : ۲۲۲۳۔ السنن الکبرىٰ للنسائی : ۵۰۸/۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "اے مہاجرین کی جماعت ! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے (تو تمھیں اس کی سزا ضرور ملے گی) اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (بری چیزیں) تم تک پہنچیں، (وہ یہ کہ) جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں، اور جب بھی وہ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں، تو ان کو قحط سالی، روز گار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔" (ان کے علاوہ تین برائیوں کا اور ذکر کیا)۔ [ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔ مستدرک حاکم : ۵۳۹/۴، ح : ۸۶۲۳]

أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۵﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶﴾

"کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔"

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا صفت کے ساتھ متصف لوگوں کو دھمکی دی ہے کہ کیا انھیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ اپنی قبروں سے زندہ اٹھائے جائیں گے؟ قیامت کے خطرناک اور مہیب دن میں یہ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ رب العالمین کے سامنے نہایت ہی ذلت و انکسار کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور اپنے بارے میں اس کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ : قیامت کا دن بہت بڑا اور سخت دن ہوگا، جیسا کہ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "قیامت کے دن سورج مخلوق کے قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مسافت تک ہوگا۔ تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ پسینا ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک اور بعض کو وہ لگام کی طرح لگام ڈالے ہوگا۔" نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ کی طرف اشارہ کیا۔ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة یوم القیامة...... الخ : ۲۸۶۴]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن سورج ایک میل تک (مخلوق کے) قریب ہو جائے گا اور اس کی گرمی کی شدت بہت بڑھا دی جائے گی۔ اس کی وجہ سے کیڑے مکوڑے اس طرح ابلیں گے جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق اس گرمی میں اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ پسینا ان میں سے کچھ کی پنڈلی تک پہنچا ہوگا، کچھ کے جسم کے درمیان (یعنی کمر) تک اور کچھ کو پسینا لگام ڈالے ہوئے ہوگا۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۵۴، ح : ۲۲۲۴۸۔ اتحاف المهرة لابن حجر : ۶/ ۲۴۶، ح : ۶۴۳۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر سونے اور چاندی والے کے لیے جو اس سونے اور چاندی سے اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی اور پھر ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو اس کے لیے ان کو دوبارہ تپایا جائے گا، ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی (یہ عمل بار بار ہوتا رہے گا)۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة : ۹۸۷]

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت : ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففين : ٦] اس کی تفسیر میں فرمایا: ”(لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے) یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے آدھے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔“ [بخاری، كتاب الرقاق، باب قول الله تعالٰى ﴿ ألا يظن أولئك أنهم مبعوثون ...... الخ ﴾ : ٦٥٣١۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة يوم القيامة ...... الخ : ٢٨٦٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز (میدان حشر میں) کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء : ٧٦٦]

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱

”ہرگز نہیں، بے شک نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً دائمی سخت قید کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ دائمی سخت قید کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔“

یعنی یہ بات ہرگز نہیں کہ تم جس طرح چاہو اللہ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہوئے ماپ تول میں کمی کرتے رہو اور وہ وقت ہی نہ آئے کہ تم سے اس ظلم سے متعلق باز پرس ہو۔ نہیں! بلکہ نافرمان لوگوں کا اعمال نامہ ”سِجِّيْنٌ“ میں ہے، یہ ”سِجْنٌ“ سے مبالغ کا صیغہ ہے جس کا معنی قید خانہ ہے، یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں ہمیشہ جہنم میں رہنے والوں

کے نام اور ان کے عمل محفوظ ہیں، گویا یہ دائمی قید والوں کا رجسٹر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود "سِجِّيْنٍ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ کہ وہ ایک واضح لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی کمی بیشی یا رد و بدل نہیں ہو سکتا کہ کوئی نام داخل کر دیا جائے یا مٹا دیا جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس دن اللہ، اس کی آیتوں اور روزِ قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہوگی، یا انھیں جہنم کی وادیٔ ویل میں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ : "وَيْلٌ" سے مراد تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔ بہز بن حکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حکیم) نے اپنے والد (معاویہ بن حمیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ویل (وادیٔ جہنم یا تباہی) ہے اس شخص کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں۔ ویل (یعنی ہلاکت) ہے اس کے لیے! ویل (یعنی ہلاکت) ہے اس کے لیے۔" [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب التشدید فی الکذب : ۴۹۹۰۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء من تکلم بالکلمة لیضحك الناس : ۲۳۱۵۔ مسند أحمد : ۵/۵، ۶، ح : ۲۰۰۷۷]

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

"اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، روزِ قیامت کی تکذیب وہی شخص کرتا ہے جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والا اور انواع و اقسام کے جرائم و معاصی کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ کہہ کر انکار کر دیتا ہے کہ یہ تو گزشتہ قوموں کے قصے اور افسانے ہیں، یہ وحی الٰہی نہیں ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [النمل : ۶۷، ۶۸] "اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور نکالے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں۔"

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

"ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔"

یہاں لفظ "كَلَّا" اس زعم باطل کی تردید ہے کہ قرآن کریم گزشتہ قوموں کے قصے اور واقعات ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ تو اللہ کی برحق اور کھلی کتاب ہے، جس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا روحانی امراض کے لیے شفا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر و معاصی نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، جس کے سبب وہ معرفت حق سے محروم ہو گئے ہیں۔ گناہ

کا خاصہ ہے کہ اگر بار بار کیا جائے اور توبہ نہ کی جائے تو پورے دل کو گھیر لیتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے، باز آ جائے اور (اللہ سے) بخشش کی درخواست کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اگر مزید گناہ کر لے تو سیاہی کا نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ ہوتے ہوتے دل سیاہ ہو جاتا ہے) یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں (اس فرمان میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففين : ١٤] ”ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ٣٣٣٤۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٤۔ مسند أحمد : ٢٩٧/٢، ح : ٧٩٧١]

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷

”ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ پھر بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں یقیناً داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

یہ کافر جو کہتے ہیں کہ اگر قیامت ہوئی بھی تو دنیا کی طرح وہاں بھی پروردگار کی نوازشیں ہم ہی پر ہوں گی، تو ان کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ انھیں تو پروردگار کے قریب تک نہیں آنے دیا جائے گا، بلکہ وہ حجاب میں رکھے جائیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس دن نافرمان اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہوں گے اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نظر آئے گا۔ اگر دیدار الٰہی کے منکروں کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نظر نہیں آئے گا، تو یہ آیت بے معنی ہو جاتی ہے۔ دوسری جگہ صریح الفاظ میں فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝۲۲ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ٢٢، ٢٣] ”اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔“ نافرمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ پھر وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا، یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب اس جھٹلانے کا مزہ چکھو۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝۱۸ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝۱۹ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۲۰ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۱

”ہرگز نہیں، بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ بہت ہی اونچے لوگوں کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔“

فرمایا کہ نیک لوگ ہرگز ناکام و نامراد نہیں ہوں گے۔ نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں ہوں گے۔ اے رسول! آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا چیز ہے؟ وہ ایک رجسٹر ہے، جس میں نیک لوگوں کے اعمال ناموں کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اس مقدس کتاب کا مشاہدہ صرف مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾

''بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ انھیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔''

جن اہل تقویٰ اور اہل خیر کے نامۂ اعمال ''مقام علیین'' میں ہوں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں نعمتوں والی جنت میں جگہ دے گا اور وہ گاؤ تکیے پر ٹیک لگائے آرام کریں گے۔ ان کا رب انھیں جن نعمتوں سے نوازے گا اور جو عزت بخشے گا، وہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر دل ہی دل میں نہایت خوش ہوں گے اور ان بیش بہا نعمتوں کی وجہ سے خوشی کے آثار ان کے چہروں پر عیاں ہوں گے۔ انھیں خالص شراب پلائی جائے گی، جس میں تلچھٹ کا نام ونشان نہیں ہوگا اور وہ شراب خالص ایسے برتنوں میں ہوگی جو سربمہر ہوں گے، یعنی پہلے انھیں کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا اور وہ مہر مشک کے ذریعے سے لگائی گئی ہوگی۔ اس مٹی کی مانند جس کے ذریعے سے شیشوں اور برتنوں کو سربمہر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی ان نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، انھیں اس کی اطاعت و بندگی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

''اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی۔ جو ایک چشمہ ہے، جس سے مقرب لوگ پییں گے۔''

اس شراب طہور کی تیاری میں جنت کے ''تسنیم'' نامی چشمے کا صاف و شفاف پانی ملا ہوگا اور وہ پانی اللہ کے ان مقرب بندوں کے لیے خاص ہوگا جو جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے جرم کیے، ان لوگوں پر جو ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ مجرموں اور کافروں کے بارے فرما رہا ہے کہ وہ دنیا میں مومنوں پر ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے کہ ان پر کیا پاگل پن سوار ہے کہ دنیا کی نقد لذتوں کو چھوڑ کر کل کی ان دیکھی خیالی لذتوں کے وعدوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۲] ''ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۹ تا ۱۱۱] ''بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنا لیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔''

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾

''اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔''

یعنی اللہ کے یہ نیک بندے جب مکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں ان کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ کبر و غرور میں آ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ جب اپنی مجلسوں سے اٹھ کر اپنے گھروں اور بال بچوں کی طرف چلتے تھے تب بھی مومنوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان کی عیب جوئی کرتے تھے اور خوب چٹخارے لیتے تھے۔ مشرکین قریش جب مسلمانوں کو دیکھتے تو ان کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آبا و اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور محمد (ﷺ) کا دین قبول کر کے راہِ حق سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حالانکہ وہ مجرم لوگ ان مومنوں کے محافظ و نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے کہ ان کے اعمال پر نظر رکھتے اور ان کی ہدایت و گمراہی کی گواہی دیتے۔

﴿ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾

''سو آج وہ لوگ جو ایمان لائے، کافروں پر ہنس رہے ہیں۔ تختوں پر (بیٹھے) نظارہ کر رہے ہیں۔ کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں مومنوں کا مذاق اڑانے کا بدلہ قیامت کے دن کافروں اور مجرموں کو یہ ملے گا کہ مومن لوگ ان کی ذلت و رسوائی دیکھ کر خوش ہوں گے اور گاؤ تکیے پر بیٹھے اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور اس عذاب الیم کو بھی دیکھ رہے ہوں گے جس میں مجرم مبتلا ہوں گے۔ تب رب ذوالجلال مومنوں کو مخاطب کرکے کہے گا، کیا اب تم نے دیکھ لیا ہے کہ ہم نے کافروں کو ان کے کفر و ظلم اور ان کے دیگر برے اعمال کا کیسا بدلہ دیا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۸ تا ۱۱۱] ''فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ تو تم نے انھیں مذاق بنا لیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بے شک میں نے انھیں آج اس کے بدلے جو انھوں نے صبر کیا، یہ جزا دی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔''

سورۃ الانشقاق مکیۃ

ابو رافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی تو انھوں نے سورۃ: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ کی قراءت کی اور سجدہ کیا، میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہوئے اس سورت میں سجدہ کیا تھا، لہٰذا میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن و سنتها، باب من قرأ السجدة فی الصلوة فسجد بها : ۱۰۷۸]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

”جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اس کا حق ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔“

فرمایا کہ آسمان اپنے رب کا حکم سنتے ہی پھٹ جائے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، ستارے بکھر جائیں گے اور شمس و قمر کی روشنی غائب ہو جائے گی، زمین تیزی کے ساتھ ہلنے لگے گی، اس پر موجود پہاڑ، مکانات اور دیگر تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی اور زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُہَا رَبِّیۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَیَذَرُہَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰی فِیۡہَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ﴾ [طٰہٰ : ۱۰۵ تا ۱۰۷] ”اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انھیں ایک چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی ابھری جگہ۔“

زمین اپنے تمام خزانوں اور مُردوں کو باہر نکال پھینکے گی اور ان سے بالکل خالی ہو جائے گی۔ اس کے اندر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا اور زمین اپنے رب کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گی۔ اسے ایسا ہی کرنا تھا، اس لیے کہ رب العالمین کے حکم سے سرتابی کون کر سکتا ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا ﴾ [الزلزال : ۱، ۲] ”جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال باہر کرے گی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناتے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے

جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الترغیب فی الصدقة قبل أن لا یوجد من یقبلها : ۱۰۱۳]

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶

’’اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھاری زندگی جہد و عمل سے عبارت ہے، تم جب تک زندہ رہو گے دن رات کوئی نہ کوئی کام کرتے رہو گے، چاہے وہ کام اچھا ہو یا برا اور ساتھ ہی ساتھ تمھاری ہر سانس تمھیں موت سے قریب کرتی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک دن تمھاری موت آ جائے گی اور تم اپنے خالق حقیقی سے جا ملو گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اے انسان! مرنے کے بعد تم اپنے عمل سے ضرور ملو گے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹

’’پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔‘‘

فرمایا کہ اس دن جن نیک بختوں کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، تو رب العالمین ان کا حساب آسان کر دے گا، ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔ وہ اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب کے پاس خوشی کے ساتھ آئیں گے۔ اس لیے کہ انھیں جہنم سے آزادی کا پروانہ مل چکا ہو گا اور جنت میں حوروں، اپنی نیک بیویوں اور صالح اولاد کے ساتھ جا ملیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ [الحآقة : ۱۹ تا ۲۴] ’’سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہو گا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔‘‘

آسان حساب کا مطلب یہ ہے کہ کرید کرید کر حساب نہیں ہو گا، فقط اعمال نامہ پیش ہو گا، غلطیاں بھی سامنے لائی جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے معاف فرما دے گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص سے حساب لیا جائے گا وہ (تو ضرور) ہلاک ہو گا۔‘‘ میں نے کہا، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، کیا

اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴾ [الانشقاق : ۷، ۸] ''پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ صرف پیشی ہے (جس میں) لوگ صرف پیش کیے جائیں گے اور وہ جس سے حساب میں پڑتال کر لی گئی، وہ تو ہلاک ہو گیا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فسوف یحاسب حساباً یسیرًا ﴾ : ۴۹۳۹۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إثبات الحساب : ۲۸۷۶]

جن بندوں پر اللہ کی نظر عنایت ہو گی ان کے آسان حساب کی ایک صورت وہ ہو گی جسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''تم میں سے ایک (بندہ) اپنے رب کے قریب ہو گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اپنی رحمت میں لے لے گا) پھر فرمائے گا، کیا تو نے فلاں فلاں (گناہ کا) کام کیا؟ وہ کہے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ اس سے (گناہوں کا) اقرار کروائے گا اور پھر فرمائے گا، میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ ڈالا، سو آج میں تمھیں وہ گناہ معاف کرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه : ۶۰۷۰]

آسان حساب کی ایک صورت یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا تھوڑی نیکی کا ثواب بہت زیادہ عطا فرما دے گا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی امت کے ایک آدمی کے گناہوں کے حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ننانوے (۹۹) دفتر کاغذ کے ایک پرزے کے مقابلے میں ہلکے ہو جائیں گے، جس پر «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ» لکھا ہو گا۔ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فیمن یموت وهو یشهد أن لا إله إلا الله : ۲۶۳۹]

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ؕ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ۚ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ؕ

''اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

یعنی جن بدبختوں کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ان کی پیٹھ کی طرف سے دیے جائیں گے، رب العالمین ان سے شدید ناراض ہو گا اور شدت غضب کی وجہ سے ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ ان بدبختوں کو جب اپنی حرماں نصیبی کا یقین ہو گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان کے لیے جہنم کا فیصلہ کر دیا گیا ہے، تو دھاڑیں مار مار کر میدانِ محشر میں روئیں گے اور کہیں گے، ہائے ہماری ہلاکت و بربادی! پھر وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جہنم دنیا کی زندگی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوب عیش پرستی کرتے تھے۔ انھوں نے قیامت اور جنت وجہنم کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ بعث بعد الموت اور اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر حساب دینے سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سراسر غلطی پر ہو، تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ تمھارا رب تمھارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے، وہ تمھیں ضرور ان کا بدلہ دے گا اور تم ضرور جہنم رسید ہو گے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو اس حالت میں لایا جائے گا گویا وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے۔ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔ ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ اب ہے۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٩، ٢٨٥٠]

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

”پس نہیں، میں شفق کی قسم کھاتا ہوں! اور رات کی اور اس چیز کی جسے وہ جمع کرتی ہے! اور چاند کی، جب وہ پورا ہوتا ہے! کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں شفق کی قسم کھاتا ہوں! اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو وہ جمع کر لیتی ہے! اس سے مراد انسان اور جانور ہیں، جو رات کے وقت اپنے اپنے مکانات، باڑوں اور گھونسلوں میں جمع ہو جاتے ہیں، ان سب کی قسم کھاتا ہوں اور چاند کی قسم کھاتا ہوں! جب وہ پورا ہو جائے۔ یہ تمام قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ باور کرانا چاہا ہے کہ موت کے بعد تم ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہو جاؤ گے، بلکہ بلاشبہ تم کئی احوال و اطوار سے گزرو گے۔ موت کے بعد تم دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں اکٹھے کیے جاؤ گے، پھر تمھارا حساب ہو گا اور تم اپنے نیک و بد اعمال کا بدلہ دیے جاؤ گے، پھر جنت یا جہنم تمھارا ٹھکانا بنے گا۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تم منزل بمنزل سفر زندگی طے کرو گے، کبھی تمھاری کچھ حالت ہو گی اور کبھی کچھ حالت ہو گی۔ زندگی کے حالات بدلتے رہیں گے، کبھی بچپن، کبھی جوانی، کبھی بڑھاپا، کبھی صحت، کبھی مرض، کبھی خوشی و راحت، کبھی رنج و تکلیف، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ [الانشقاق : ۱۹] ”کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے۔“ یعنی تم کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے اور کہا کہ یہاں مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کہ آپ کو کامیابی رفتہ رفتہ

حاصل ہوگی)۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لتر کبن طبقًا عن طبق ﴾ : ٤٩٤٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (آپ نے فرمایا): ''صبر کرو، کیونکہ تم پر جو دور بھی آتا ہے تو اس کے بعد آنے والا دور اس سے بھی برا ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔'' [بخاری، کتاب الفتن، باب لا یأتی زمان إلا الذی بعدہٗ شر منہ : ۷۰٦۸]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے، بالکل برابر برابر، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! پہلوں سے (آپ کی) مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اگر وہ نہیں تو) پھر اور کون؟'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود و النصاریٰ : ۲٦٦۹]

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ : شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو افق آسمان پر مغرب کے وقت نظر آتی ہے۔ مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے تک رہتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مغرب کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج غروب ہو جائے (اور اس وقت تک رہتا ہے) جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ٦١٢/١٧٤]

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝

''تو انھیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔''

جب قیامت کا آنا یقینی ہے، اس دن نیک و بد اعمال کی جزا و سزا یقینی ہے اور جنت و جہنم وہم و خیال نہیں، بلکہ امر واقع اور موجود ہیں، تو پھر ان مشرکین قریش کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو جاتے؟ انھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو رب العالمین کے لیے عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے سجدے میں نہیں گرتے؟

سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے جب سورۃ: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ پڑھی تو اس میں سجدۂ (تلاوت) کیا۔ میں نے کہا، اے ابوہریرہ! کیا میں نے تمھیں سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (تم نے یہ سجدہ کیوں کیا ہے؟) انھوں نے فرمایا، اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی سجدہ نہ کرتا۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن و سنتھا، باب سجدۃ ﴿ إذا السماء انشقت ﴾ : ۱۰۷٤]

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝

''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔''

یعنی کافروں کی تو عادت ہی یہ ہے کہ وہ حق کو جھٹلاتے، اس سے عناد رکھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں کفر و افترا پردازی، بغض و حسد اور کبر و غرور نے گھر کر لیا ہے، جس کے سبب اللہ نے انھیں ایمان کی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

''پس انھیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان متکبر کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے، البتہ ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پورے اجر و ثواب سے نوازے گا اور انھیں جنت دے گا، جس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ : یعنی انھیں نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک منادی (جنتیوں کو مخاطب کر کے) اعلان کرے گا کہ اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، تم زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم خوشحال رہو گے کبھی بدحال نہیں ہو گے۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۴۳] ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب في دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

سورۃ البروج مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُ

وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

’’قسم ہے برجوں والے آسمان کی! اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے! اور حاضر ہونے والے کی اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے! مارے گئے اس خندق والے۔ جو سراسر آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب وہ اس کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس پر جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، گواہ تھے۔ اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔ وہ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آسمان کی قسم جس میں شمس و قمر اور نجوم و کواکب کی منازل پائی جاتی ہیں، جن میں وہ اپنے خالق کی مقرر کردہ نہایت دقیق تنظیم و ترتیب کے مطابق چلتے رہتے ہیں اور ان سے سرمو انحراف نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٦١] ’’بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔‘‘

آگے فرمایا کہ اس روزِ قیامت کی قسم، جس میں اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے صادر کرنے کا وعدہ کیا ہے! اور جو پورا ہو کر رہے گا۔ تمام مذکورہ بالا چیزوں کی قسم! کہ اصحاب اخدود اللہ کی لعنت کے مستحق بن گئے کہ جنھوں نے ایک بہت بڑی آگ سلگائی اور ان مومنوں کو اس کے پاس لے آئے جنھوں نے شرک سے تائب ہو کر توحید کی دعوت قبول کر لی اور ان سے کہا یا تو تم دوبارہ کافر ہو جاؤ یا تمھیں اس آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ تو انھوں نے کفر کے بجائے آگ میں ڈالا جانا قبول کر لیا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مشرک اتنے سخت دل تھے کہ اس آگ کے کنارے بیٹھ کر مومنوں اور مومنات کے جسموں کے جلنے کا نظارہ کرتے تھے۔ ان کافروں کے نزدیک ان مومنوں کا جرم اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور تمام تعریفوں کا تنہا سزاوار ہے اور جو آسمانوں اور زمین کا تنہا مالک اور بادشاہ ہے۔ جو اپنے بندوں کے ہر قول و عمل پر مطلع ہے، آسمانوں اور زمین کے درمیان ایک ذرہ بھی اس کے علم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور وہ یقیناً قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ : سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پچھلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں (اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے تو) مجھے کوئی بچہ سونپ دو، تا کہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس

کے پاس ایک لڑکا بھیجا اور وہ اسے جادو کی تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک راہب (کا گھر) پڑتا۔ لڑکا اس کے پاس بیٹھتا اور اس کا کلام سنتا تو اس کو بھلا لگتا۔ جب لڑکا جادوگر کے پاس جاتا تو اس راہب کے پاس سے ہو کر اور اس کے پاس بیٹھ کر جاتا۔ پھر جب جادوگر کے پاس پہنچتا تو وہ اسے (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا۔ اس نے راہب سے اس کی شکایت کی تو اس نے اسے کہا کہ جب تو جادوگر سے ڈرے تو اسے کہہ دیا کر کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں (کی مار) سے ڈرے تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ چنانچہ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا کہ (ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا رہا اور دوسری طرف اللہ کا کلام اور اس کا دین سیکھتا، پھر) ایک دن وہ کیا دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست و ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اور اس نے لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ آیا راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا، اے اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے، تو تو اس جانور کو (اس پتھر سے) ہلاک کر دے، تاکہ لوگ (اس بلا سے نجات پائیں اور وہ) گزر سکیں۔ پھر اس نے پتھر پھینکا تو پتھر لگتے ہی وہ جانور ہلاک ہو گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جب بچے نے جا کر راہب کو اس واقعہ کی خبر دی تو اس نے کہا، پیارے بچے! آج تو مجھ سے افضل ہے۔ تیرا رتبہ یہاں تک پہنچا جو میں دیکھتا ہوں۔ اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہو گی، اگر تیری آزمائش ہوئی تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔ اب یہ لڑکا (اللہ کے حکم سے) اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی۔ وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا، اگر تو مجھے شفا دے دے تو میں یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ اس نے کہا، (شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے) میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ہے، اگر آپ اس پر ایمان لانے کا وعدہ کریں تو میں اس سے دعا کروں گا، وہ آپ کو شفا دے دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لایا، بچے نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ نے اسے شفا دے دی۔ اب وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا، جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے (متعجب ہو کر) اس سے پوچھا، تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ وزیر نے کہا، ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اس پر وہ اسے طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا، حتیٰ کہ اس نے اس بچے کے بارے میں بتا دیا۔ اس نے اسے بلوایا اور کہا، اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے کہ اندھوں کو بینا اور کوڑھی کو تندرست کرنے لگے ہو اور بڑے بڑے کام کرنے لگے ہو۔ اس نے کہا، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو صرف اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اب اسے بھی پکڑ لیا اور طرح طرح کی سزائیں دینا شروع کیں، یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اب راہب کو بلا کر اس نے کہا کہ تو اسلام چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرے سے اسے سر کے

درمیان سے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اس کے بعد اپنے درباری کو بلایا اور اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا، بادشاہ نے اس کے سر کی مانگ پر آرا رکھا اور اسے بھی دو ٹکڑوں میں کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر اس نوجوان کو لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ تو بھی اس دین سے پھر جا، مگر اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر (اسے اپنا دین چھوڑنے کو کہیں) اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو اچھا، ورنہ وہیں سے اسے نیچے لڑھکا دیں۔ وہ لوگ اسے لے گئے اور جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: «اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ» ”اللہ! جس طرح چاہے تو مجھے ان سے نجات دے۔“ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی تو لڑھک گئے، تاہم بچہ بچا رہا۔ وہ وہاں سے اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا، تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا، میرے اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ اب اس نے کچھ اور سپاہی بلائے اور ان سے بھی یہی کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر کے بیچ میں لے جاؤ، اگر اپنے دین سے پھرے تو ٹھیک، ورنہ سمندر کے بیچ میں اسے ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ یا اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا۔ تو وہ کشتی الٹی ہو گئی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے (صرف وہ بچہ ہی زندہ رہا)۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ میرے رب نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر بچے نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ کام نہ کرے جو میں تجھے کہوں، اگر تو نے وہ کام کر لیا جو میں تجھے کہوں تو تو مجھے قتل کر لے گا، ورنہ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔ بادشاہ نے پوچھا، وہ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا، تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، پھر مجھے کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور ” بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ “ ”اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے) کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک، اگر تو ایسے کرے گا تو مجھے قتل کر لے گا۔ تو بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا اور اس لڑکے کو کھجور کے تنے پر سولی دی، پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر کہا: ” بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ “ ”میں اس اللہ کے نام سے (یہ تیر مارتا ہوں) جو اس بچے کا رب ہے۔“ اور تیر مارا، تو وہ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا، اس نے اپنا ہاتھ تیر لگنے کی جگہ رکھا اور شہید ہو گیا۔ (اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا) اب لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے۔ تو کسی نے بادشاہ سے کہا، کیا تو اسی بات سے ڈرتا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ ڈر تو سچ بن کر سامنے آ چکا ہے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو بادشاہ نے راستوں کے کناروں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا، سو خندقیں کھود دی گئیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی گئی، اب اس بادشاہ نے کہا کہ جو اس (لڑکے کے) دین سے نہ پھرے اسے ان خندقوں میں پھینک دو۔ تو لوگوں

نے ایسا ہی کیا، اتنے میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کا ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا، وہ عورت آگ میں گرنے سے ہچکچائی تو اس (دودھ پیتے) بچے نے کہا، اے ماں! تو صبر کر، یقیناً تو سچے دین پر ہے۔" [مسلم، کتاب الزھد، باب قصة أصحاب الأخدود والساحر والراهب والغلام : ۳۰۰۵۔ مسند أحمد : ۱۷/٦، ۱۸، ح : ۲۳۹۸۷]

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿۱۰﴾

"یقیناً وہ لوگ جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، پھر انھوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب اخدود کا انجام بیان فرمایا ہے، جنھوں نے اللہ پر ایمان لانے والے اس کے نیک بندوں اور بندیوں کو آگ میں ڈال دیا اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کا عذاب دے گا اور مومنوں کو آگ میں جلانے کے سبب انھیں جہنم کے دوہرے عذاب میں مبتلا کرے گا، یعنی پہلے انھیں جہنم میں زمہریر یعنی شدید ترین ٹھنڈک کے ذریعے سے عذاب دیا جائے گا، پھر وہ آگ کے عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿۱۱﴾

"بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس آیت کریمہ میں ان مومنوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے جو آگ میں ڈال دیے گئے تھے اور اللہ کا یہ وعدہ ہر دور میں اس کے تمام نیک بندوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیا، ان کو اللہ ایسی جنتیں دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہی وہ عظیم کامیابی ہے جس کے برابر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ انھیں جہنم سے نجات مل جائے گی اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] "پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔"

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾

''بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ظالموں اور سرکشوں کے لیے آپ کے رب کی گرفت بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو مشرکین قریش نبی کریم ﷺ اور صحابہ کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی شدید گرفت کرے گا۔ اس لیے کہ ان جیسے ظالموں کو اللہ بڑا ہی شدید عذاب دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے مگر جب اس کی گرفت فرماتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔''
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾

''بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور (وہی) دوبارہ پیدا کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے ظالموں کی گرفت کرنا کوئی بڑی بات نہیں، اس لیے کہ وہ بے پایاں قدرت کا مالک ہے، وہ جب بھی کوئی چیز چاہتا ہے پلک جھپکتے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ اس کی قدرت بے پایاں کا مظہر یہ بھی ہے کہ وہ نا صرف ہر چیز کو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، بلکہ اسے ہلاک کرنے کے بعد وہ جب چاہے گا اسے دوبارہ وجود میں لے آئے گا۔ کوئی چیز اس کی مشیت کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ''یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾

"اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔ کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال کے ذکر کے ساتھ ہی اس کی صفت رحمت کا تذکرہ ہے۔ فرمایا کہ وہی اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا، وہ اپنے مخلص بندوں سے بڑی محبت کرنے والا ہے اور وہ عرش پر مستوی شہنشاہِ دو جہاں ہے، وہ عظمت و کبریائی والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی نہیں جو اس کی مرضی کی راہ میں حائل ہو۔ اس لیے وہ جب چاہتا ہے کافروں اور سرکشوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے مخلص بندوں کی مدد کرتا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾

"کیا تیرے پاس ان لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ جو فرعون اور ثمود تھے۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ ان کے پیچھے سے (انھیں) گھیرنے والا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اور صبر و شکیبائی کی تلقین کی جا رہی ہے کہ آپ کو فرعونیوں اور قوم ثمود کے عناد اور ان کی سرکشی کی خبر دی جا چکی ہے اور ان کے پاس بھیجے گئے رسولوں کے صبر و ضبط کی بات بھی بتائی جا چکی ہے کہ انھوں نے ہر تکلیف برداشت کی اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، اس لیے آپ بھی صبر کیجیے اور میرا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہیے اور یہ جان لیجیے کہ جو لوگ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے ان کا انجام انھی فرعونیوں اور قوم ثمود کی طرح ہلاکت و بربادی ہوگا۔

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کی قوم کے کفار حق کو جھٹلانے میں فرعونیوں اور قوم ثمود سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کہ روشن دلائل آ جانے کے بعد بھی اپنے کفر و شرک پر اصرار کر رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ وہ ان کے کارہائے بد کو ایک ایک کر کے لکھ رہا ہے، ان کی کوئی حرکت اور ان کا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں ہے، وہ لوگ ہر وقت اور ہر حال میں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اس سے بھاگ کر ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

"بلکہ وہ ایک بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس تختی میں (لکھا ہوا) ہے جس کی حفاظت کی گئی ہے۔"

اگر ان کا جھٹلانا اس خیال سے ہے کہ یہ کلامِ الٰہی نہیں، یا اس میں شیطان کا کچھ دخل ہے تو ان کی یہ بات بھی غلط ہے، بلکہ یہ بڑی شان والا قرآن ہے۔ اس لوحِ محفوظ سے اتارا گیا ہے جس کی فرشتوں کے ذریعے سے حفاظت کی جاتی ہے۔ کسی شیطان کا اس میں دخل نہیں ہو سکتا اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر انھیں شبہ ہے تو وہ بھی اس جیسا کوئی کلام بنا کر لے آئیں۔ جب یہ نہیں کر سکتے تو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کیا شبہ رہ گیا؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۙ۝ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ۙ۝ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۙ۝ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۙ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ؕ۝ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ۙ۝ وَ تَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴾ [الواقعة : ۷۵ تا ۸۲] "پس نہیں! میں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی قسم کھاتا ہوں! اور بلاشبہ یہ یقیناً ایسی قسم ہے کہ اگر تم جانو تو بہت بڑی ہے۔ کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ پھر کیا اس کلام سے تم بے توجہی کرنے والے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔"

سورة الطارق مكية

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کی تلاوت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معاذ! کیا تم (لوگوں کو) فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمھیں یہ کافی نہ تھا کہ تم ﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴾، ﴿ وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ﴾ اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟" [السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب التفسیر، باب سورة الطارق : ۵۱۲/۶، ح : ۱۱۶۶۴]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ۝۱ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ۝۲ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ۝۳ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ۝۴

"قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی! اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ نہیں کوئی جان مگر اس کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔"

قسم کسی بات کی تاکید کے لیے اٹھائی جاتی ہے اور عموماً اس بات کی شہادت ہوتی ہے جس کے لیے قسم اٹھائی گئی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور چمک دار ستارے کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ ہر جان کے اوپر ایک حفاظت کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور ستاروں کا یہ عظیم الشان سلسلہ جو بغیر کسی سہارے کے قائم ہے اور جس میں کوئی خرابی یا حادثہ پیش نہیں آتا، اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ جس قادر مطلق نے ان کی حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے وہی ہر جان کی بھی حفاظت کر رہا ہے۔ ہر چیز کا اصل محافظ وہی ہے، اگر وہ ایک لحہ کے لیے اپنی توجہ ہٹا لے تو سب کچھ فنا ہو جائے۔ جس طرح اس نے شیطانوں سے آسمانوں کی حفاظت ستاروں کے ذریعے سے کی ہے، اسی طرح آفات سے حفاظت کے لیے ہر شخص پر باری باری آنے والے فرشتے مقرر کیے ہیں۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ : ستارے کا نام طارق اس لیے رکھا ہے کہ وہ رات کو نظر آتا ہے اور دن کو چھپ جاتا ہے، اس کی تائید ایک حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جسے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص (سفر سے واپسی پر) رات کے وقت (اچانک) اپنے گھر میں آئے۔[بخاري، كتاب النكاح، باب لا يطرق أهله ليلاً …… الخ : ٥٢٤٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق …… الخ : ١٨٣/ ٧١٥، بعد الحديث : ١٩٢٨]

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ۝

”پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک وہ اسے لوٹانے پر قادر ہے۔ جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ تو اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔“

ایک مقرر وقت تک انسان کی ذات کی حفاظت اور اعمال کی نگہداشت یوم حساب کے لیے ہے۔ اگر اسے اپنا دوبارہ زندہ کیا جانا محال معلوم ہوتا ہے تو اپنی پیدائش پر غور کر لے کہ کس چیز سے ہوئی ہے؟ ایک اچھلنے والے پانی سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پانی جیسی مائع چیز پر صورت گری کر کے کسی نمونے کے بغیر ایک کامل انسان پیدا کر دیا، جس میں مکمل اعضائے جسم، حیات، قوت، عقل اور ادراک سب کچھ موجود ہے، تو یقیناً وہ اس انسان کو اس کی مٹی سے دوبارہ پہلی صورت میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ بتاؤ انسان کو پانی سے بنانا مشکل ہے یا اسی کی خاک سے دوبارہ بنا دینا؟ انسان کو اپنی تخلیق کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ جس اللہ نے اسے حقیر منی کے ایک قطرے سے پیدا کیا ہے، جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے کے درمیان سے نکلتا ہے، وہ یقیناً اس پر قادر ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کرے اور میدانِ محشر میں جمع

کر کے اس کے کرتوتوں کا اس سے حساب لے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں یوں بیان فرمایا ہے کہ وہ رب ذوالجلال جو تمام انسانوں کا نگران و محافظ ہے، وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ بعث ونشور اور حساب کتاب اس دن ہوگا جب دلوں کی تمام چھپی باتیں ظاہر کر دی جائیں گی۔ لوگوں کے صحیح اور غلط عقائد اور نیتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی اور کافر انسان کے پاس نہ خود کوئی قوت ہوگی جس کے ذریعے سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکے اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا جو آگے بڑھ کر اسے عذاب سے نجات دلا سکے۔ اس کی بے بسی انتہا کو پہنچی ہوگی اور انتہائی بے چارگی میں اپنے برے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ : یعنی قیامت کے دن دلوں کے بھید ظاہر اور نمایاں کر دیے جائیں گے اور پوشیدہ چیزیں آشکارا اور چھپی ہوئی باتیں مشہور ہو جائیں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲۸٤] ''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمھارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جو شخص دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت انھی کاموں کے لیے ہوگی (اسے اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا)۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة : ٥٤ ـ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : إنما الأعمال بالنية : ١٩٠٧]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر عہد شکن و دغا باز کی پیٹھ پر قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم : ٦١٧٨ ـ مسلم، كتاب الجهاد، باب تحريم الغدر : ١٧٣٥/١٥]

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ : یعنی قیامت کے دن نہ تو انسان کے اپنے ہی نفس میں کوئی قوت ہوگی اور نہ باہر ہی سے کوئی اس کا مددگار ہوگا۔ اس لیے نہ تو وہ خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکے گا اور نہ کوئی اور اسے اس عذاب سے بچانے کی طاقت رکھے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴾ [الانفطار : ۱۹] ”جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔“

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

”قسم ہے آسمان کی جو بار بار بارش برسانے والا ہے! اور زمین کی جو پھٹنے والی ہے! کہ بے شک یہ یقیناً ایک دوٹوک بات ہے۔ اور یہ ہرگز مذاق نہیں ہے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صداقت وحقانیت پر اس آسمان کی قسم کھائی ہے جس سے وہ انسانوں اور دیگر حیوانات کی زندگی اور بقا کے لیے بارش بھیجتا رہتا ہے اور اس زمین کی قسم کھائی ہے جس میں وہ مختلف الانواع پودے اگاتا رہتا ہے، یعنی آسمان سے بار بار برسنے والی بارش اور اس کی نمی سے بیج کو اگا کر باہر لے آنے والی زمین شاہد ہے کہ تمھارے دوبارہ زندہ کیے جانے والی بات دوٹوک ہے۔ قیامت کے دن تم بھی اسی طرح زندہ ہو کر زمین سے نکل آؤ گے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو نفخوں کے درمیان چالیس (سال) کا فاصلہ ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے اور انسان کے سارے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ڈھڈی (یعنی مقعد کے اوپر) کی ہڈی ہے، اسی (ڈھڈی کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے قیامت والے دن اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک قرآن کریم اس کا کلام ہے جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرتا ہے اور برملا اعلان کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور قیامت کی آمد امر یقینی ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی باطل اور لغو کلام نہیں ہے کہ جس کی کوئی غرض و غایت نہ ہو۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

”بے شک وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں، ایک خفیہ تدبیر۔ اور میں بھی خفیہ تدبیر کرتا ہوں، ایک خفیہ تدبیر۔ سو کافروں کو مہلت دے، مہلت دے انھیں تھوڑی سی مہلت۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کو جھٹلانے اور حق کو مٹانے کے لیے خفیہ تدبیریں کر رہے ہیں اور میں خفیہ طور پر ان کے توڑ کے لیے ان سے بھی بڑی تدبیر کر رہا ہوں۔ آپ نہ ان کی مخالفت سے گھبرائیں اور نہ جلد عذاب کی دعا کریں، میرے کہنے پر انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔ آخر انھوں نے میرے ہی پاس آنا ہے، پھر میں جانوں اور یہ جانیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴾ [لقمان : ۲۴] ”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“

﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴾ : یعنی میں ان کی تدبیروں اور سازشوں کا توڑ کرتا رہتا ہوں اور میں انھیں ناکام کر دیتا ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [النمل : ٥٠ تا ٥٢] ”اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَ مَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴾ [فاطر : ١٠] ”جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیر کرتے ہیں ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کی خفیہ تدبیر ہی برباد ہوگی۔“

سورۃ الاعلیٰ مکیۃ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آئے، انھوں نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا، پھر عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بیس ساتھیوں کو لے کر آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہوئے، یہاں تک کہ چھوٹے بچے اور بچیاں بھی پکار اٹھے کہ یہ ہیں اللہ کے (سچے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جو (ہمارے پاس) تشریف لائے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی سورت ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾ اور اس جیسی اور سورتیں یاد کر لی تھیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿ سبح اسم ربك الأعلى ﴾ : ٤٩٤١]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تو نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾، ﴿ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا ﴾ اور ﴿ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟“ [بخاری، کتاب الأذان، باب من شکا إمامه إذا طول : ٧٠٥۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القراءة في العشاء : ٤٦٥]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾ اور ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ سورتوں کو دونوں عیدوں اور جمعہ کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور اگر جمعہ والے دن عید ہوتی تو بھی عید اور جمعہ دونوں کی نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھتے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلوة الجمعة : ۸۷۸۔ مسند أحمد : ۲۷۷/٤، ح : ۱۸٤۷۱]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز وتر میں رسول اللہ ﷺ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾، ﴿ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ [مسند أحمد : ۱۲۳/٥، ح : ۲۱۱۹۹۔ أبو داؤد، کتاب الوتر، باب ما یقرأ فی الوتر ؟ : ۱٤۲۳۔ ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی ما یقرأ به فی الوتر : ٤٦۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝

”اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب کی پاکی بیان کریں، اعلان کریں کہ باری تعالیٰ اولاد، بیوی اور شریک سے پاک ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور نہ اس کا کوئی ہم نام ہے۔ اس کا نام کسی گندی جگہ پر نہ لیا جائے اور جب بھی اس کا نام لیا جائے تو عزت و احترام کے ساتھ، کیونکہ وہ اپنی مخلوقات سے ارفع و اعلیٰ ہے اور وہ ہر چیز پر قاہر و غالب ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾ [الواقعة : ۷٤] نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے تم اپنے رکوع میں کرو“ (یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾ [الأعلی : ۱] نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”اسے اپنے سجدے میں کرو (یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو)۔“ [أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده : ۸٦۹۔ ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوات، باب التسبیح فی الرکوع والسجود : ۸۸۷]

الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝

”وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ اور وہ جس نے چارا اگایا۔ پھر اس نے اسے سیاہ کوڑا کرکٹ کر دیا۔“

اس ارفع و اعلیٰ رب کی ایک صفت یہ ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا اور ہر مخلوق کو اس کے حسب حال

مناسب شکل وصورت دی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب حکیم وعلیم باری تعالیٰ کی صناعی اور کاری گری ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

آگے فرمایا کہ اس ذاتِ بابرکت نے ہر چیز کے متعلق اندازہ لگا کر پہلے لکھ دیا کہ وہ کیا کرے گا، اس کا رزق، عمر، سعادت یا شقاوت سب کچھ لکھ دیا۔ اسی کا نام تقدیر ہے اور ہر مخلوق کے لیے جو کچھ مقدر فرمایا اسے پانے کے لیے اس کی راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ وہ اس کے متعین زمان ومکان میں اسے پا کر رہتا ہے۔ باری تعالیٰ نے زمین میں مختلف قسم کی گھاس پیدا کی جو جانوروں کے لیے چارا بنتی ہے، وہ ہری گھاس کچھ دنوں کے بعد اپنی تروتازگی کھو دیتی ہے اور خشک ہو کر ایسی ہلکی پھلکی اور سیاہ ہو جاتی ہے کہ ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی : یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر مخلوق میں سے ہر ایک کو بہت احسن شکل وصورت میں پیدا کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ [الانفطار : ٦ تا ٨] ”اے انسان ! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔“

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی : یعنی اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا تھا: ﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴾ [طٰه : ٥٠] ”کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اور تب اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیهما وسلم : ٢٦٥٣]

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝

”ہم ضرور تجھے پڑھائیں گے تو تو نہیں بھولے گا۔“

فرمایا کہ اے میرے نبی ! آپ کو بشارت دی جاتی ہے کہ جو قرآن کریم جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ پر نازل ہوتا ہے، اسے آپ ہرگز نہیں بھولیں گے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ابدی کلام ہے، جسے رہتی دنیا تک باقی رہنا ہے، تاکہ انسانیت اس سے راہنمائی حاصل کرے۔ ابتدائے اسلام میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اسے یاد کر لینے کے لیے جلدی کرتے، تو اللہ نے آپ کو اطمینان دلایا کہ یہ قرآن آپ کے دل پر نقش ہو جائے گا، آپ اسے ہرگز

نہیں بھولیں گے، اس لیے آپ جلدی نہ کیجیے اور نہایت سکون و اطمینان سے اسے سنتے رہیے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ [القيامة : ١٦، ١٧] ”تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ﴾ [طٰهٰ : ١١٤] ”اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف اس کی وحی پوری کی جائے۔“

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ؕ

”مگر جو اللہ چاہے۔ یقیناً وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔“

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : یعنی ہم آپ کو جو پڑھائیں گے آپ اسے نہیں بھولیں گے، مگر جس بات کو اللہ تعالیٰ اٹھانا چاہے گا تو اسے اگر آپ چھوڑ دیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا﴾ [البقرة : ١٠٦] ”جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے جو طول میں اور سخت وعیدوں میں سورۂ توبہ کے برابر تھی، پھر میں اسے بھول گیا، مگر اتنی بات یاد رہی کہ (اس میں تھا): « لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ » ”اگر آدمی کے لیے مال و دولت کی دو وادیاں ہوتیں، تب بھی وہ تیسری وادی ڈھونڈتا اور (حقیقت یہ ہے کہ) آدمی کا پیٹ صرف مٹی ہی بھرے گی۔“ اور ہم ایک سورت اور پڑھتے تھے اور اس کو مسبحات میں سے ایک سورت کے برابر سمجھتے تھے، میں وہ بھی بھول گیا ہوں، مگر اس میں سے یہ آیت یاد ہے : « يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِيْ أَعْنَاقِكُمْ فَتُسْأَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ » ”اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، تو وہ تمھاری گردنوں میں لکھ دی جاتی ہے، گواہی کے طور پر کہ اس کا تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثا : ١٠٥٠]

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى : یعنی باری تعالیٰ سے کوئی بات مخفی نہیں ہے، وہ ظاہر و پوشیدہ سب کچھ جانتا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت کس امر میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ [الرعد : ١٠] ”برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ

اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳] ”اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہے، تمھارے چھپے اور تمھارے کھلے کو جانتا ہے اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔“

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝۱۳

”اور ہم تجھے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔ عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور اس سے علیحدہ رہے گا جو سب سے بڑا بدنصیب ہے۔ وہ جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہو گا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کو یہ بشارت بھی دی جاتی ہے کہ جو شریعت اسلامیہ آپ کو دی گئی ہے اس کی بنیاد سہولت و آسانی پر ہے، اس میں تکلیف مالا یطاق والی کوئی بات نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ”اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾ [الانشراح : ۵، ۶] ”پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔“

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى : یعنی جہاں نصیحت نفع دے، وہاں نصیحت کریں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے پھیلانے میں یہ ادب ملحوظ رہے کہ نا اہل کو علم نہ سکھایا جائے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تو لوگوں سے ایسی حدیثیں بیان کرے جو ان کی عقل میں نہ آئیں تو بعض لوگوں میں فتنہ ہوگا (یعنی وہ گمراہ ہو جائیں گے، اس لیے ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق بات کرنی چاہیے)۔ [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ۵/۱۴]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں سے ایسی بات کرو جسے وہ سمجھ سکتے ہوں، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی جائے۔ [بخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم ...... الخ، قبل الحديث : ۱۲۷]

آگے فرمایا، اے میرے نبی! آپ لوگوں کے سامنے اللہ کی شریعت اور اس کی آیتوں کو بیان کرتے رہیے، چاہے اس سے سارے لوگ نفع اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ آپ کا کام تو دین کی تبلیغ کرتے رہنا ہے۔ جو لوگ اس سے نفع اٹھائیں گے وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے برائیوں سے بچیں گے اور اچھائیوں کی طرف سبقت کریں گے اور جو اس سے نفع نہیں اٹھائیں گے وہ شریعت اسلامیہ اور آپ کی نصیحتوں سے دوری اختیار کریں گے، جس کے نتیجے میں وہ قیامت کے دن جہنم
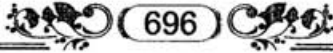
کی خطرناک آگ میں ڈال دیے جائیں گے، جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔ جس میں جہنمی کو نہ موت آئے گی اور نہ وہ زندہ رہے گا، یعنی ہر وقت دردناک عذاب میں مبتلا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ [فاطر : ۳٦] ”نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾ [إبراھیم : ١٦، ١٧] ”اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہوگا کہ اسے حلق سے اتارے اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت سخت عذاب ہے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اصل جہنمی ہیں انھیں نہ تو موت آئے گی اور نہ (کارآمد) زندگی ملے گی اور وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ارادہ کریں گے انھیں اللہ تعالیٰ آگ میں موت دے دیں گے اور جب آگ انھیں کوئلہ بنا دے گی، تو پھر سفارش کرنے والے جائیں گے تو (ہر سفارش کرنے والا) آدمی (اپنے) اپنے واقف کار کو لے آئے گا، تو وہ نہر حیات میں ڈال دیے جائیں گے، یا جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔“ (پھر) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم درخت کو نہیں دیکھتے کہ پہلے سبز ہوتا ہے، پھر زرد، یا (فرمایا) پہلے زرد ہوتا ہے اور پھر سبز۔“ یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گویا جنگل میں رہے ہیں۔ [مسند أحمد : ۵/۳، ۱۱، ح : ۱۱۰۲۲، ۱۱۰۸۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعۃ و إخراج الموحدین من النار : ۱۸۵]

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

”بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوگیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پس نماز پڑھی۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مومن بندے کو کامیابی و کامرانی کی خبر دی ہے جو اپنے نفس کو شرک و معاصی سے پاک کرتا ہے، ہر وقت اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے اور عمل صالح کرتا رہتا ہے، بالخصوص نماز کی پابندی کرتا ہے جو ایمان کی کسوٹی ہے۔ یہاں فوز و فلاح سے مراد جہنم سے نجات اور جنت میں داخل ہونا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ”پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴾ [الشمس : ۷ تا ۱۰] ”اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا

جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔“

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾

”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“

گزشتہ آیات میں فرمایا کہ کامیابی ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں، اپنے رب کو یاد کرتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ لوگ دنیا کی فانی لذتوں کو اخروی نعمتوں پر ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ آخرت کی نعمتیں بہتر اور لازوال ہیں۔ یہ باتیں صحائف ابراہیم اور صحیفہ موسیٰ یعنی تورات میں بھی مذکور ہیں۔ یہ آیت اسی طرح ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴾ [النجم : ٣٦ تا ٤٢] ”یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔ اور یہ کہ بے شک تیرے رب ہی کی طرف آخر پہنچنا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهيم: ٣] ”وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو دنیا کا طلب گار بنا، اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جو آخرت کا طلب گار بنا، اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، چنانچہ تم باقی رہنے والی (آخرت) کی خاطر ختم ہو جانے والی (دنیا) کو نقصان پہنچاؤ۔“ [كتاب الزهد لابن أبي عاصم، ح : ١٦١۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٨٤٩/٢/٧، ح: ٣٢٨٧]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! آخرت (کے مقابلے) میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اس انگلی (یعنی شہادت والی انگلی) کو سمندر میں ڈبوئے پھر دیکھے کہ وہ کس چیز کے ساتھ لوٹتی ہے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ٢٨٥٨]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾ اور ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ سورتوں کو دونوں عیدوں اور جمعہ کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور اگر جمعہ والے دن عید ہوتی تو بھی عید اور جمعہ دونوں کی نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھتے۔[مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلوة الجمعة : ۸۷۸۔ مسند أحمد : ۲۷۷/٤، ح : ۱۸٤۷۱]

ضحاک بن قیس بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ کے ساتھ اور کون سی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم : ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة : ۸۷۸/٦۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱

’’کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے قیامت کے بعض احوال بیان کیے ہیں، فرمایا، اے میرے نبی! آپ کے پاس قیامت سے متعلق یقینی خبریں آ گئی ہیں۔ قیامت کو لفظ ’’الْغَاشِيَةِ‘‘ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کی ہولنا کی بڑی وسیع ہو گی اور سب پر چھا جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴾ [الدهر : ۷] ’’جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہو گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾[الحج : ۱، ۲]

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے

والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿۲﴾

''اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔''

جو لوگ دنیا میں دین حق کا انکار کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت و رسوائی کے مارے جھکے ہوں گے، وہ بہت ہی شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے اور آگ میں انھیں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا۔ وہ جہنم کی زنجیروں اور بھاری بیڑیوں میں بندھے ہوں گے، وہ نہایت ہی مشکل میں ہوں گے اور ان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ [المعارج : ٤٤] ''ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ﴿۳﴾

''محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔''

وہ عمل کرنے والے اور عمل کرتے کرتے تھک جانے والے ہوں گے۔ وہ عبادت شاقہ کرتے ہوں گے، بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہوں گے، بڑے بڑے وظیفے پڑھتے ہوں گے، چلے کاٹتے ہوں گے، نفس کشی کرتے ہوں گے، الا اللہ کی ضربیں لگاتے ہوں گے، ساری ساری رات جاگتے ہوں گے۔ اس کے باوجود قیامت کے روز ان کے چہرے جھکے ہوں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے معتدل طریقے پر عمل نہیں کیا ہوگا اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل نہیں کرتا اس کے عمل قبول نہیں ہوتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد : ٣٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی ﷺ کی بیویوں کے گھروں کی طرف آئے اور آپ کی عبادت کا حال پوچھنے لگے، جب ان کو (آپ کی عبادت کے بارے میں) بتایا گیا تو انھوں نے گویا (رسول اللہ ﷺ کی) اس عبادت کو (اپنے لیے) کم خیال کیا۔ کہنے لگے، کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ ؟ (ہم کو آپ سے کیا نسبت) آپ کی تو اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ (جذبات میں آ کر) ان میں سے ایک کہنے لگا، میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا، میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، کبھی بن روزے کے نہیں رہوں گا۔ تیسرا کہنے لگا، میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا:

’’کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو سن لو، اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جو شخص میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح ...... الخ : ۵۰۶۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کے اس کی امت میں حواری اور اصحاب نہ ہوں، جو اس کے طریقے پر چلتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہو جاتے تھے جو زبان سے جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور ان کاموں کو کرتے تھے جن کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو کوئی ایسے لوگوں سے ہاتھ سے لڑے وہ مومن ہے، جو کوئی زبان سے لڑے وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی دل سے ان لوگوں کو برا سمجھے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ۵۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے تو انھیں حوض سے روک دیا جائے گا، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں شروع کر دیں؟ یہ لوگ الٹے قدموں دین سے پھر گئے تھے۔‘‘
[بخاري، كتاب الرقاق، باب الحوض : ۶۵۸۵]

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷

’’گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔‘‘

بدنصیب اہل کفر قیامت کے دن شدید گرم آگ میں جلتے رہیں گے، جو انھیں ہمہ وقت ہر جانب سے گھیرے رہے گی اور انھیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴾ [الكهف : ۲۹] ’’اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝۲۴ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴾ [النبا : ۲۴، ۲۵] ’’نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝۵۵ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعة : ۵۵، ۵۶] ’’پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی

مہمانی ہے۔‘‘

جہنمیوں کا کھانا ایک کانٹے دار درخت کا خشک پھل ہوگا جو نہایت بدبودار، نہایت بدشکل، نہایت بدمزہ اور نہایت زہریلا ہوگا۔ اسے اہل حجاز ’’ضریع‘‘ کہتے ہیں، اسے اونٹ بھی نہیں کھا پاتا۔ اس کھانے سے نہ ان کے جسم فربہ ہوں گے اور نہ ان کی بھوک ہی ختم ہوگی، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٥١ تا ٥٣] ’’پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔‘‘

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝

’’کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنی کوشش پر خوش۔ بلند جنت میں ہوں گے۔ وہ اس میں بے ہودگی والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔‘‘

اس دن خوش قسمت اہل جنت کے چہرے گوناگوں نعمتوں کے زیر اثر شاداب اور دمکتے ہوئے ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں انھوں نے جو نیک اعمال کیے ہوں گے، انھیں یاد کر کے وہ نہایت شاداں و فرحاں ہوں گے۔ اپنے رب کی بنائی ہوئی بلند و بالا جنتوں میں آرام کریں گے اور وہاں وہ کوئی فضول اور لغو بات نہیں سنیں گے کہ جس سے ان کی آسائش متاثر ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ : یعنی ان کے چہروں سے مسرت و شادمانی جھلکتی ہوگی اور یہ ان کی سعی و کوشش اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے انھیں حاصل ہوگی، وہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ٢٢، ٢٣] ’’اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔‘‘

لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً : یعنی وہ اس جنت میں کوئی ایک بھی لغو کلمہ نہیں سنیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ٢٥، ٢٦] ’’وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴾ [الطور : ٢٣] ’’جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔‘‘

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ أَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾

''اس میں ایک بہنے والا چشمہ ہے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں۔ اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور قطاروں میں لگے ہوئے گاؤ تکیے ہیں۔ اور بچھائے ہوئے مخملی قالین ہیں۔''

جنت میں ایسی نہریں ہوں گی جنھیں اہل جنت اپنی مرضی سے جہاں اور جب چاہیں گے جاری کر لیا کریں گے اور وہاں اہل جنت کے لیے اونچے عالی شان بستر لگے ہوں گے، جن پر لیٹے ہوئے وہ جنت کی دیگر نعمتوں کا نظارہ کرتے رہیں گے۔ ان کے سامنے سونے اور چاندی کے پیالے ہوں گے، جو انواع و اقسام کی لذیذ شرابوں سے بھرے ہوں گے۔ ان کے لیے ریشم و دیباج کے بنے تکیے بستروں اور رہائش کی جگہوں پر قطار در قطار لگے ہوں گے، جن پر وہ جب چاہیں گے ٹیک لگا کر آرام کریں گے اور ہر طرف بیش بہا قالین بچھے ہوں گے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

''تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے۔ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بعث بعد الموت اور جنت و جہنم کے منکر ہیں، کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اس نے اونٹ کو کیسی عجیب شکل میں پیدا کیا ہے اور کس طرح اسے انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے کہ وہ اس کا دودھ پییں، اس پر سواری کریں اور اس کا گوشت کھائیں؟ کیا وہ لوگ آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس نے اسے بغیر ظاہری ستونوں کے قائم کر رکھا ہے اور اسے شمس و قمر اور کواکب کے ذریعے سے زینت بخشی ہے؟ کیا وہ لوگ پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر میخ گاڑ رکھی ہے اور کس طرح اس نے زمین کو پھیلا دیا ہے، تاکہ اس کے بندے اس پر بآسانی زندگی گزار سکیں، اس پر چل پھر سکیں، کھیتی باڑی کر سکیں، مکانات بنا سکیں اور دیگر امور زندگی کو پورا کر سکیں۔ باری تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے یہ مظاہر ذی ہوش انسانوں کو اس ایمان و ایقان پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ قادر مطلق گلی سڑی ہڈیوں کو جمع کر کے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، تو تب ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کہیں سے کوئی باہر کا عقل مند شخص آ کر سوال کرے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جواب سنیں۔ چنانچہ ایک دن ایک بادیہ نشین آیا اور کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا کہ آپ

فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' وہ کہنے لگا، یہ بتایئے! آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، ان پہاڑوں کو کس نے گاڑا؟ اور ان میں کس نے یہ فائدے کی چیزیں پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے پوچھا، تو آپ کو قسم اس اللہ کی، جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور ان پہاڑوں کو گاڑ دیا! یہ بتایئے کہ کیا اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے کہا کہ آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے کہا، آپ کو اس اللہ کی قسم، جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' کہنے لگا، آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس آدمی نے پھر کہا، آپ کو بھیجنے والے اللہ کی قسم! کیا یہ بھی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ فرمایا: ''ہاں!'' اس آدمی نے کہا کہ آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کے روزے بھی فرض ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس آدمی نے کہا کہ آپ کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس آدمی نے کہا، آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم میں سے اس پر اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج فرض ہے جو اس تک جانے کی طاقت رکھے۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔'' اس نے یہ سب سنا تو یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس اللہ واحد کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہ میں ان چیزوں میں کوئی اضافہ کروں گا اور نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب السؤال عن أرکان الإسلام : ۱۲۔ بخاری، کتاب العلم، باب القرائۃ والعرض علی المحدث : ۶۳]

فَذَكِّرْ ۟ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ ع

''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان کی ذمہ داری یاد دلائی ہے کہ آپ کا کام محض تبلیغ و دعوت ہے، آپ اسے پورا کرتے رہیے، کسی کو ایمان لانے اور راہِ راست اختیار کرنے پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾

[قٓ : ٤٥] ”ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی دعوت توحید جس شخص تک پہنچ گئی اور اس نے اسلام قبول نہ کیا، بلکہ کفر و سرکشی کی راہ اختیار کی، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ہم انھیں قیامت کے دن شدید عذاب میں مبتلا کریں گے، وہ ہم سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ موت کے بعد انھیں ہر حال میں ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ اس دن ہم دنیا میں ان کے کیے کا ان سے حساب لیں گے اور اس کا انھیں بدلہ چکائیں گے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی گواہی دیں، تو جب انھوں نے ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی گواہی دے دی تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچا لیا، سوائے اس (کلمے) کے حق کے اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ٢١، ٢٢] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ٣٥ / ٢١ ـ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الغاشية : ٣٣٤١]

سورة الفجر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴

”قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی! اور جفت اور طاق کی! اور رات کی جب وہ چلتی ہے!“

اللہ تعالیٰ نے ابتدائی چار آیتوں میں چار چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلی چیز فجر ہے جس سے مراد اکثر لوگوں کے نزدیک فجر کا وقت ہے، دوسری چیز ”دس راتیں“ ہیں، اس سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن مراد ہیں۔ تیسری چیز ”شفع“ اور ”وتر“ ہے۔ اس سے وہ تمام مخلوقات مراد ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے جوڑا یا مفرد پیدا کیا ہے۔ چوتھی چیز ”رات“ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے یہاں قسم کھائی ہے، جو چلتی رہتی ہے، یہاں تک کہ گزر جاتی ہے اور پھر لوٹ کر آتی ہے۔ رات اور دن

کی یہ گردش اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ مذکورہ بالا قسموں کا جواب قسم محذوف ہے یعنی مذکورہ بالا چیزوں کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ : ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی عبادت ان دس دنوں میں کی گئی عبادت سے افضل نہیں۔“ لوگوں نے پوچھا، کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ”وہ بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو مال و جان لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔“ [بخاري، كتاب العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق : ٩٦٩]

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو یعنی ننانوے نام ہیں، جس نے انھیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور وہ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الدعوات، بابٌ : لله مائة اسم غير واحدة : ٦٤١٠ـ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في أسماء الله ...... الخ : ٢٦٧٧]

هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝

”یقیناً اس میں عقل والے کے لیے بڑی قسم ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ قسموں کی عظمت کا احساس دلایا ہے اور کہا ہے کہ جو بھی صاحب عقل آدمی ہو گا وہ جان لے گا کہ یہ عظیم قسم ہے اور جس بعث بعد الموت کی یقین دہانی کے لیے یہ قسمیں کھائی گئی اس کی آمد میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔“

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ کیا آپ نے قرآن کریم میں مذکور تاریخی جھروکوں سے جھانک کر نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قومِ عاد کا کیا حال بنایا، جن کا لقب ”ارم“ تھا؟ ان لوگوں کے جسم بہت لمبے چوڑے ہوتے تھے اور انھیں اللہ نے بڑا قوی اور تنومند بنایا تھا۔ وہ لوگ جسمانی قوت و جبروت میں دوسری قوموں سے بہت بڑھے ہوئے تھے اور عزت و شرف میں بھی اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتے تھے، اس لیے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جب ہود علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا تو انھوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کفر کی راہ اختیار کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی تند و تیز آندھی سے ان کو ہلاک کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ

﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴾ [الشعراء : ١٢٣ تا ١٢٩] ''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار بناتے ہو؟ اس حال میں کہ لاحاصل کام کرتے ہو۔ اور بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو، شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔''

انھی میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا، مگر انھوں نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی اور قوم عاد کو نہایت تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٧، ٨] ''اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو توان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

<u>اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ١٥] ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟''

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩

''اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا) جنھوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! آپ نے قوم ثمود کا حال نہیں دیکھا جنھیں ہم نے بڑا ہی قوی بنایا تھا، جو پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکان بناتے تھے۔ ان کی ہدایت و راہنمائی کے لیے ہم نے اپنے بندے صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ انھوں نے انھیں اللہ کی طرف بلایا اور ایمان کی دعوت دی تو انھوں نے ان کی دعوتِ توحید و ایمان کا انکار کر دیا۔ چنانچہ انجام کار ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣

''اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا)۔ وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے۔ پس انھوں نے ان میں بہت زیادہ فساد پھیلا دیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔''

اللہ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ نے فرعون کا حال نہیں دیکھا جس نے زمین میں سرکشی کی اور اللہ کے بندوں کو قتل کیا اور انھیں نوع بہ نوع عذاب سے دوچار کیا۔ جو شخص اس کی نافرمانی کرتا اور وہ اسے قتل کرنا چاہتا تو اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں لوہے کی کھونٹیاں ٹھونک دیتا تھا اور پھر اسے قتل کر دیتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٢٧] ''اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔''

جب اس کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی اور اس کے خلاف حجت تمام ہو گئی تو اللہ نے اسے سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴾ [الحاقة : ٩، ١٠] ''اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹ جانے والی بستیوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔''

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ ﴿۱۴﴾

''بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے۔''

اس آیت میں فرمایا کہ آپ کا رب ہر کافر و سرکش کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے اور ان کے اعمال بد کو اکٹھا کر رہا ہے، تاکہ انھیں دنیا میں سزا دے اور آخرت میں انھیں جہنم رسید کرے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ ﴿۱۶﴾

''پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی۔ اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔''

یعنی اکثر و بیشتر لوگوں کی نگاہوں میں دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے، وہ آخرت سے یکسر غافل ہوتے ہیں۔ اسی لیے

اللہ تعالیٰ جب انھیں مال و جائداد دے کر آزماتا ہے، تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے قول و عمل کے ذریعے سے اللہ کا شکر ادا کریں اور اس کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے جھک جائیں، خوشی میں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور اترانے لگتے ہیں۔ لوگوں سے کہنے لگتے ہیں کہ ہم اللہ کے نزدیک باعزت ہیں، اسی لیے تو اس نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے۔ انھیں یہ بات سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ رب العالمین انھیں آزما رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انھیں بطور آزمائش فقر و فاقہ سے دو چار کر دیتا ہے، تو وہ فوراً شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ اللہ نے محتاجی میں مبتلا کر کے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

”ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور تم میراث کھا جاتے ہو، سب سمیٹ کر کھا جانا۔ اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔“

یعنی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جسے ہم نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے، وہ ہمارا چہیتا ہے اور ہر وہ آدمی جس پر ہم نے روزی کا دروازہ تنگ کر دیا ہے، اسے ہم نے ذلیل کر دیا ہے، بلکہ دونوں ہی حالتوں میں مقصود بندوں کو آزمانا ہے کہ کون صابر و شاکر بنتا ہے اور کون ناشکری و بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھی انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھاری فکر و نظر کی جو خرابی اوپر بیان کی گئی ہے اس سے بڑھ کر قبیح تمھارا یہ عمل ہے کہ تمھیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر دوسروں کے لیے بھلائی سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ تمھاری خود غرضی اور مادہ پرستی کا عالم یہ ہے کہ تم یتیموں کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ انھیں تم اپنا مال کیا دو گے، تم تو ان کا مال بھی کھا جاتے ہو اور فقرا و مساکین کو کھانا کھلانے کی تم ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دلاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ تم مال سے شدید محبت کرتے ہو، اسی لیے تو اسے تجوریوں میں تہ بہ تہ جما کر رکھتے ہو اور غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور بے کسوں پر خرچ نہیں کرتے ہو۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ : اس آیت میں درحقیقت یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔“ آپ نے (اس منظر کشی کے لیے) درمیان والی اور شہادت والی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ۶۰۰۵۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في من ضم يتيماً : ۵۱۵۰]

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔“

”کَلَّا“ یعنی تمھیں ہرگز ایسے نہیں کرنا چاہیے، بلکہ وہ وقت سامنے رکھنا چاہیے جب قیامت کے پہلے نفخہ کے ساتھ زمین ہموار چٹیل میدان بنا دی جائے گی اور رب العالمین اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سامنے آ جائے گا اور ظہور قیامت میں ادنیٰ سا بھی شائبہ نہیں رہے گا۔ آسمانوں پر موجود تمام فرشتے اپنے رب کے حضور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قطار اندر قطار کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دن فرشتے جہنم کو زنجیروں کے ذریعے سے کھینچ کر مخلوق کے سامنے لائیں گے۔ اس دن ہر آدمی دنیا میں کیے گئے گناہوں کو یاد کرے گا اور اپنے رب کی اطاعت و بندگی اور اعمال صالحہ میں سستی اور تقصیر کا سوچ سوچ کر حسرت و ندامت میں ڈوب جائے گا اور اپنے آپ سے کہے گا، اے کاش! میں نے اپنی اس آخرت کی زندگی کے لیے دنیا میں اچھے کام کیے ہوتے، لیکن ان حسرتوں اور ندامتوں کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ [الفرقان : ۲۷، ۲۸] ”اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ﴾ [النازعات : ۳٤ تا ۳٦] ”پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔“

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو دوزخ کو کھینچ رہے ہوں گے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸٤۲]

يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝

”کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔“

یعنی اگر وہ گناہ گار ہوگا تو ماضی میں کیے ہوئے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے گا اور اگر اطاعت گزار ہوگا تو وہ یہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اس نے کچھ اور نیکیاں بھی کی ہوتیں، جیسا کہ سیدنا محمد بن ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) : ”اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس (قیامت کے) دن اپنی اس عبادت کو

حقیر جانے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں (ایک بار پھر) لوٹا دیا جائے، تاکہ وہ اور زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکے۔" [مسند أحمد : ۱۸۵/٤، ح : ۱۷٦٦۸]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص سے اللہ بات کرے گا اور اللہ اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے اعمال کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو (ادھر بھی) اسے سوائے اپنے اعمال کے اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔ تو تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دوزخ سے بچے، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (اللہ کے راستہ میں دے کر) سہی۔" [بخاري، كتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب : ٦٥٣٩ـ مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ...... الخ : ۱۰۱٤/٦٧]

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾

"پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔"

قیامت کے دن اہل کفر کے لیے عذاب اور قید و بند کی سختی بیان کی گئی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انھیں ایسا سخت عذاب دے گا جس کی نظیر انھوں نے دنیا میں نہیں دیکھی ہوگی۔ انھیں آگ کی زنجیروں کے ذریعے سے باندھ کر چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴾ [الحاقة : ۳۰ تا ۳۷] "اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۳] "اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

"اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو راضی ہے، پسند کی ہوئی ہے۔ پس میرے (خاص) بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہوں گے اور انھوں نے نیک عمل کیا ہوگا، ان کا انجام اس دن اچھا ہوگا۔ انھیں رب العالمین آواز دے گا کہ اے پاکیزہ روح! جس نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا، اس سے محبت کی اور اس کی اطاعت و بندگی کے ذریعے سے سکون و اطمینان حاصل کیا، تو آج اس کے جوار میں چلی جا، درآں حالیکہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں سے راضی ہے اور وہ اب تجھ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہوگیا۔

اے پاکیزہ روح! تو آج میرے ان بندوں میں شامل ہو جا کہ جنھیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی حزن و ملال اور تو ان کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ [النساء: ٦٩، ٧٠] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔“

سورۃ البلد مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲

”نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں! اور تو اس شہر میں رہنے والا ہے۔“

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس میں اس وقت، جب اس سورت کا نزول ہوا، نبی کریم ﷺ کا قیام تھا۔ آپ کا مولد بھی یہی شہر تھا، یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مولد و مسکن کی قسم کھائی۔

دوسری آیت کے دو معانی ہیں۔ اگر ”حِلٌّ“ کا معنی ”رہنے والا“ کیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں، بحالیکہ آپ اس میں قیام پذیر ہیں، یعنی یہ شہر خود بھی بڑی فضیلت والا ہے، لیکن اس کی فضیلت اس لحاظ سے دو چند ہوگئی ہے کہ آپ اس میں قیام پذیر ہیں۔ اگر اس آیت کا معنی یہ کیا جائے ”اور تیرے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے“ تو پھر اس آیت میں آپ کو فتح و کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے کہ عنقریب آپ بحیثیت فاتح

داخل ہوں گے اور مشرکین میں سے کچھ کو قتل کریں گے اور کچھ کو قید کر لیں گے۔ یہ استثنائی حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ مکہ نہ آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال بنایا گیا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کر دی تھی جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں لڑنا جائز نہیں تھا، میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے لڑنا جائز ہوا تھا۔ اس کے بعد اب پھر اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے اس کی حرمت قیامت تک کے لیے قائم ہو گئی۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یحل القتال بمکۃ ...... الخ : ۱۸۳٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ...... الخ : ۱۳٥۳]

سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے، لوگوں نے اسے حرمت نہیں بخشی، لہٰذا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ مکہ میں خون ریزی کرے اور وہاں کے درخت کاٹے، پھر اگر کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ کے قتال سے رخصت کی دلیل لے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی، تم کو اجازت نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت لوٹ کر ویسی ہی ہو گئی ہے جیسی کل تھی۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ .... الخ : ۱۳٥٤]

سیدنا عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ یہ فرما رہے تھے: ''(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر اور افضل ہے اور اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں (کبھی) نہ نکلتا۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ : ۳۹۲٥۔ ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل مکۃ : ۳۱۰۸]

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝

''اور جننے والے کی قسم! اور اس کی جو اس نے جنا! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں جننے والے ماں باپ اور ان کے جنم دیے ہوئے بچے کی قسم کھائی ہے۔ ماں باپ کو اولاد کے حصول کی جستجو سے لے کر ان کی پرورش تک جن مصائب سے گزرنا پڑتا ہے اور ان کے جنم دیے ہوئے بچے پر حالت نطفہ سے لے کر ولادت تک، پھر ولادت سے بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک جو کچھ گزرتا ہے وہ سب کچھ اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ اس تمام عرصے میں وہ شروع سے آخر تک سختیاں اور مصیبتیں ہی جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی بیماری میں گرفتار ہے، کبھی رنج میں، کبھی فقر و فاقہ میں، کبھی کسی اور فکر میں۔ اگر کبھی کسی خوشی یا راحت کا کوئی لمحہ آتا بھی ہے تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی

مصیبت ضرور ہوتی ہے۔ کوئی اور نہ ہو تو اس کے زوال کا فکر ہی اسے مکدر کرنے کے لیے کافی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین پر) ایک مربع شکل بنائی اور پھر اس کے بیچ میں ایک لکیر کھینچی، جو مربع شکل سے باہر نکل گئی، پھر اس لکیر کے اردگرد کئی چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اور پھر فرمایا: ''یہ (مربع کے اندر) جو لکیر ہے یہ آدمی (کے مثل) ہے اور یہ مربع شکل جو اسے گھیرے ہوئے ہے اس کی موت ہے اور یہ لکیر جو مربع شکل کے باہر چلی گئی ہے اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں آفات ہیں۔ اگر ایک آفت سے بچ گیا تو دوسری نے آ دبوچا، اگر اس سے بھی بچ گیا تو تیسری نے دبوچ لیا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب في الأمل و طوله : ٦٤١٧]

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝

''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال برباد کر ڈالا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟''

جن سختیوں اور مصیبتوں میں آدمی زندگی بسر کرتا ہے، ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنی حقیقت کو پہچانتا اور اس میں عجز و انکسار کا جذبہ پیدا ہوتا، لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ اکڑفوں دکھاتا ہے اور سمجھتا ہے مجھ پر کون قابو پا سکتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ۝ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴾ [القیامة : ۳۱ تا ۴۰] ''سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا۔ یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تیرے لائق یہی ہے، پھر یہی لائق ہے۔ کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟''

اگلی آیت میں فرمایا کہ دین حق کی مخالفت یا جاہلانہ رسوم و رواج میں روپیہ لٹانے کو بڑا کمال سمجھتا ہے اور اسے فخریہ بیان کرتا ہے۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ جب وہ فخر و ریا کے لیے مال لٹا رہا تھا تو کسی نے اسے نہیں دیکھا؟ یقیناً ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَیۡنَیۡنِ ۙ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ هَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿ۚ۱۰﴾

’’کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔‘‘

اس نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی اس سے پوچھنے والا ہے؟ حالانکہ جن آنکھوں سے وہ دیکھ رہا ہے وہ ہم نے بنائی ہیں۔ زبان اور ہونٹ جن سے ڈینگیں مار رہا ہے وہ بھی ہم نے پیدا کیے ہیں، پھر ہم نے اسے خیر و شر کے راستے کا شعور بھی عطا فرمایا ہے۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے آنکھیں عطا کرنے والا خود ہی نہ دیکھ رہا ہو؟ اور اسے زبان اور ہونٹ دینے والا اسے پوچھ بھی نہ سکتا ہو؟ اور خیر و شر کا شعور عطا کرنے والا اس سے اس شعور کے استعمال کے متعلق باز پرس نہ کرے؟ اس آیت کی نظیر حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ﴾ [الدھر : ۲، ۳] ’’بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔‘‘

فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ﴿۫ۖ۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾

’’پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال کی جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ اسے ناحق اڑاتا، بلکہ یہ تھا کہ وہ بلندیاں جو سخت جدوجہد سے حاصل ہوتی ہیں، انھیں سر کرنے کے لیے مشکل گھاٹی میں بے دریغ گھس جاتا۔ مگر اس نے اس مشکل گھاٹی میں گھسنے کی جرأت نہیں کی۔ مال دار کے لیے مشکل گھاٹی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کسی کی گردن سے طوقِ غلامی اتار پھینکنے میں اس کی مدد کرنا ہے، یعنی اسے خرید کر آزاد کر دینا، یا جزوی طور پر اس کام میں اس کی مدد کرنا ہے۔

فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ : ’’عقبہ‘‘ گھاٹی، دو پہاڑوں کے درمیان دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔ جس طرح اس میں سے ہو کر گزرنا اور اس کو پار کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح غلام کو آزاد کرنا اور بھوکے رشتہ دار یتیم یا خاک نشیں غریب کو کھانا کھلانا دشوار ہوتا ہے، بخل انسان کو ان کاموں میں مال خرچ کرنے سے باز رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴾ [التغابن : ۱٦، ۱۷] ’’اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنۡ یَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا فَیُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ

نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۷، ۳۸]
''اگر وہ تم سے ان کا مطالبہ کرے، پھر تم سے اصرار کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمھارے کینے ظاہر کر دے گا۔ سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے، جو لوہے کے دو کرتے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں۔ خرچ کرنے والا جب کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ کرتا پھیل جاتا ہے اور لمبا چوڑا ہو کر سارا بدن ڈھانپ لیتا ہے، یہاں تک کہ انگلیوں کی پوریں بھی چھپ جاتی ہیں اور کرتا (لمبا ہونے کی وجہ سے) قدموں کے نشانات بھی مٹا دیتا ہے۔ لیکن بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ کر رہ جاتا ہے، وہ اس کو کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب مثل البخیل و المتصدق : ۱۴۴۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب مثل المنفق و البخیل : ۱۰۲۱]

فَكُّ رَقَبَةٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی اولاد اپنے والد کا بدلہ نہیں دے سکتی، سوائے اس کے کہ اسے غلامی کی حالت میں پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔'' [مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد : ۱۵۱۰]

ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ ہمیں ایک ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی اور وہم نہ ہو۔ تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے اسلام کی حالت میں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے اسے بھی جنت میں داخل فرما دے گا اور جو شخص اللہ کے راستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا روزِ قیامت اس کے لیے نور ہو گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک تیر پھینکا، خواہ وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا، تو اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور جس نے ایک مومن گردن کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے میں اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرما دے گا اور جس نے اللہ کے راستے میں (کسی چیز کا) ایک جوڑا خرچ کیا تو بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ ان میں سے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے داخل فرما دے گا۔'' [مسند أحمد : ۳۸۶/۴، ح : ۱۹۴۵۶۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله عزوجل : ۳۱۴۴]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک تو

اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد (ﷺ) پر ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دوہرا ثواب ملے گا۔" [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... الخ : ۱۵٤]

علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے میں اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔" سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ میں یہ حدیث سن کر علی بن حسین کے پاس گیا (اور ان سے یہ حدیث بیان کی) تو علی بن حسین اپنے اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے جسے انھوں نے عبد اللہ بن جعفر سے ہزار دینار کے بدلے خریدا تھا، سو اسے آزاد کر دیا۔ [بخاری، کتاب العتق، باب فی العتق و فضله ...... الخ : ۲۵۱۷۔ مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق : ۱۵۰۹/۲٤]

أَوْ إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

"یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔"

یعنی جب لوگ سخت قحط سالی میں مبتلا ہوں، شدید بھوک سے دو چار ہوں اور کھانا نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو رہے ہوں، تو اس وقت کسی یتیم رشتہ دار کو، یا کسی نہایت غریب و نادار مسکین کو کھانا کھلانا۔ یوں تو قحط اور بھوک کے وقت کسی بھی یتیم کو کھانا کھلانا ثواب کا کام ہے، لیکن جو یتیم رشتہ دار بھی ہو، اس کی خبر گیری کرنا مزید اجر کا باعث ہے، جیسا کہ سیدنا سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے (یعنی اس کا صرف ایک ثواب ہے) جبکہ رشتے داروں کو (صدقہ) دینا دو نیکیاں ہیں، صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔" [مسند أحمد : ٤/۲۱٤، ح : ۱۷۸۹۰۔ ابن ماجه، کتاب الزکوة، باب فضل الصدقة : ۱۸٤٤۔ ترمذی، کتاب الزکوة، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة : ٦٥٨]

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾

"پھر (یہ کہ) ہو وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی۔ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔"

جنت کی راہ میں واقع دشوار گھاٹی کو عبور کرنے کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ طالبانِ جنت اللہ پر صدق دل سے

ایمان لاتے اور اپنے اعضا و جوارح کے ذریعے سے عمل صالح کرتے ہیں، اللہ کی بندگی اور دعوت الی اللہ کی راہ میں انھیں جو صعوبتیں لاحق ہوتی ہیں ان پر صبر کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و رحمت کی نصیحت کرتے ہیں۔ جو لوگ مذکورہ بالا پانچوں باتوں پر عمل پیرا ہوں گے، وہی گھاٹی عبور کر جائیں گے، جہنم سے نجات پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ : یعنی ان مومنوں میں داخل ہوا جو نیک عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ان کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الرحمة : ۴۹۴۱۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الناس : ۱۹۲۴]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تبارك و تعالٰی : ﴿ قل ادعوا اللہ أو ادعوا الرحمٰن ...... الخ ﴾ : ۷۳۷۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال ...... الخ : ۲۳۱۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے (یعنی ان کی تکریم نہ کرے) وہ ہم میں سے نہیں۔“ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی الرحمة : ۴۹۴۳۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان : ۱۹۲۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے عمارت کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تھامے رہتا ہے (گرنے نہیں دیتا)۔“ پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کر لیا (یعنی ملا لیا)۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضًا : ۶۰۲۶]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱۵

”اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی ہوئی ہوگی۔“

یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کریں گے، ایمان نہیں لائیں گے، عمل صالح نہیں کریں گے اور جذبۂ رحمت سے محروم ہونے کے باعث اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کریں گے، تو وہ بدبختوں میں سے ہوں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں ان کے داخل ہو جانے کے بعد اس کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے اور وہ اس سے کبھی نہیں نکل پائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴾ [الھمزة : ۸، ۹] ”یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔“

سورة الشمس مكية

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تو نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟“ [بخاری، كتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول : ۷۰۵۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء : ٤٦٥]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰

”قسم ہے سورج کی! اور اس کی دھوپ کی! اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے! اور دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کر دے! اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے! اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا! اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا! اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا۔ اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آفتاب کی اور زمین پر اس کی ضیا باریوں کی قسم! جس کے سبب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے۔ ماہتاب کی قسم! جب وہ چودھویں رات کو غروب آفتاب کے بعد ماہِ کامل بن کر طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف اس کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ دن کی قسم! جب وہ آفتاب کو پورے طور پر ظاہر کر دیتا ہے، تاریکی رخصت ہو جاتی

ہے اور رات کے پردے میں چھپی تمام چیزیں آشکارا ہو جاتی ہیں۔ رات کی قسم! جب وہ آفتاب کو چھپا دیتی ہے یا آفاقِ عالم کو یا زمین کو ڈھانپ لیتی ہے۔ آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم! یا زمین اور اس کے بنانے والے کی قسم! زمین کو اللہ نے ہر چہار جانب پھیلا دیا ہے، تاکہ اس کی مخلوقات اس پر زندگی گزار سکے۔ انسان اور اس کے پیدا کرنے والے کی قسم! جس نے اسے بہترین شکل و ہیئت میں پیدا کیا، پھر اس کے لیے خیر و شر کو بیان کر دیا، تاکہ نیک عمل کرے اور گناہ سے بچے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا : یعنی جس نے اسے صحیح، برابر اور سلیم الفطرت پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۰] ”پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات هل يصلى عليه ...... الخ : ۱۳۵۸۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ...... الخ : ۲۶۵۸]

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھوں نے انھیں دین سے ورغلا دیا۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا ...... الخ : ۲۸۶۵]

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا : یعنی اللہ تعالیٰ نے نیک اور بد دونوں راستے بتائے اور سمجھا دیا کہ نیک راستہ اختیار کرنے کے کیا فوائد ہیں اور برا راستہ اختیار کرنے کے کیا نقصانات ہیں۔

ابو الاسود دیلی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یہ بتایئے کہ لوگ آج جس چیز کے لیے عمل کر رہے ہیں اور مشقت اٹھا رہے ہیں، کیا یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا (اللہ کے ہاں) فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر میں اسے لکھ دیا گیا ہے، یا یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ آگے (آخرت کے روز) ہونے والا ہے اس چیز کے مطابق جو ان کے رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں اور اس دلیل و حجت کے مطابق جو ان پر قائم کی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ وہ معاملہ ہے جس کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے (یعنی ہر چیز کے متعلق تقدیر میں فیصلہ ہو چکا ہے)۔ تو انھوں نے کہا، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ میں یہ بات سن کر بہت زیادہ گھبرا گیا اور میں نے کہا کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کی

ملکیت ہے، وہ جو کام بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا، جبکہ بندوں سے پوچھا جائے گا۔ تو انھوں نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، میں نے آپ کی عقل کا اندازہ لگانے کے لیے آپ سے یہ سوال پوچھا تھا۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی، اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ لوگ آج جس چیز کے لیے عمل کر رہے ہیں اور مشقت اٹھا رہے ہیں، کیا یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کا (اللہ کے ہاں) فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر میں اسے لکھ دیا گیا ہے۔ یا یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ آگے (روزِ قیامت) ہونے والا ہے اس چیز کے مطابق جو ان کے رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں اور اس دلیل و حجت کے مطابق جو ان پر قائم کی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے (یعنی جو ہونا تھا وہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے)۔'' اس نے عرض کی، تو اے اللہ کے رسول! پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جسے اللہ نے دو مرتبوں (یعنی جنت و جہنم) میں سے کسی ایک کے لیے پیدا کیا ہو تو وہ اسے اس کے لیے عمل کی توفیق دے دیتا ہے اور کتاب اللہ میں اس بات کی تصدیق بھی موجود ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ [الشمس : ۷، ۸] ''اور نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا! پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیز گاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی .... الخ : ۲۶۵۰۔ مسند أحمد : ۴۳۸/۴، ح : ۱۹۹۵۸]

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا : یعنی یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا اور یقیناً وہ ناکام و نامراد ہو گیا، جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا » ''یا اللہ! میں عاجزی، سستی، بڑھاپے، بزدلی، کنجوسی اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے، تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جائے۔'' راویٔ حدیث سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا ہمیں سکھائی اور ہم تمھیں سکھاتے ہیں۔ [مسند أحمد : ۳۷۱/۴، ح : ۱۹۳۲۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیة : ۲۷۲۲]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

"(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ جب اس کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا۔ تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو)۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے انھیں ان کے گناہ کی وجہ سے پیس کر ہلاک کر دیا، پھر اس (بستی) کو برابر کر دیا۔ اور وہ اس (سزا) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قومِ ثمود نے اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کو سرکشی و بغاوت کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب قومِ ثمود کی طلب کے مطابق صالح علیہ السلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر پہاڑ سے ایک اونٹنی نکال دی، تو صالح علیہ السلام نے انھیں نصیحت کی کہ کوئی آدمی اسے ایذا نہ پہنچائے، یہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گی جائے گی، لیکن انھوں نے صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی اور بد بخت قدار بن سالف نے ان کے ایما پر اونٹنی کو قتل کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کے سبب پوری قوم کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے ایک فرد بھی نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے ان کی ہلاکت و بربادی کے سبب کسی کا خوف نہیں ہے، اس لیے کہ وہ سب کا مالک اور سب کا رب ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب و قاہر ہے۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا : یعنی قبیلے کا سب سے بڑا بد بخت، اس سے مراد قدار بن سالف ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، یہ قومِ ثمود کا سردار تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ [القمر : ۲۹] "تو انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا، سو اس نے (اسے) پکڑا، پس کونچیں کاٹ دیں۔"

یہ آدمی اپنی قوم میں بڑا معزز اور سردار تھا، اس کی بات مانی جاتی تھی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا اور اس آدمی کا ذکر فرمایا، جس نے اس کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: "﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ [الشمس : ۱۲] "جب اس کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا۔" پھر فرمایا: "اس (اونٹنی) کو مارنے کے لیے ایک شخص اٹھا جو بد خلق، زور آور اور ابو زمعہ کی طرح اپنی قوم میں بڑا طاقتور تھا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿والشمس وضحٰھا﴾ : ۴۹۴۲۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۵]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تو نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾، ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴾ اور ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ﴾ (جیسی چھوٹی سورتوں) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟“ [بخاری، کتاب الأذان، باب من شکا إمامه إذا طول : ۷۰۵۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی العشاء : ٤٦٥]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَ النَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْأُنْثٰى ﴿۳﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾

”قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو! اور اس کی جو اس نے پیدا کیا نر اور مادہ! بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! رات کی قسم! جب وہ اپنی تاریکی کے ذریعے سے دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور دن کی قسم! جب وہ پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی سارے عالم کو منور کر دیتی ہے اور نر و مادہ کی قسم! کہ تمھارے اعمال اور تمھاری کوشش مختلف ہوتی ہے، کچھ تو نیکیاں ہوتی ہیں جو تمھاری سعادت و نیک بختی کا سبب بنتی ہیں اور کچھ گناہ اور معاصی ہوتے ہیں جو تمھاری ہلاکت و بربادی کا سبب ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ﴾ [السجدۃ : ۱۸] ”تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۲۱] ”یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا

مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔“

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾

”پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“

یعنی جس شخص میں بھلائی کے یہ تین جامع وصف ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے فراخ دل ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی اور ہر حرام کام سے بچتا ہے اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے کو اور اس کی نازل کی ہوئی ہر بات کو سچ مان کر اس کا تابع ہو جاتا ہے، تو اس کے اس میلان اور رجحان کے مطابق ہم بھی اس کے لیے نیکی اور جنت کے راستے پر چلنا آسان کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۳ تا ۳۵] ”اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ تاکہ اللہ ان سے وہ بدترین عمل دور کر دے جو انھوں نے کیے اور انھیں ان کا اجر ان بہترین اعمال کے مطابق دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

﴿ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾

”اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“

یعنی جس میں شر کے یہ تین جامع وصف ہیں کہ وہ بخل کرتا ہے، اخروی انجام اور حلال و حرام کی پروا ہی نہیں کرتا اور سب سے اچھی بات یعنی اللہ کے ایک ہونے اور اس کی نازل کردہ باتوں کو جھٹلاتا ہے، تو ہم بھی اسے اس کی خواہش کے مطابق اس راستے پر چلنے دیتے ہیں جو مشکلات و مصائب کا راستہ ہے اور جہنم کی طرف لے جانے والا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۳۲] ”پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے سر جھکایا اور چھڑی کے ساتھ زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کر دیں، پھر آپ نے فرمایا: ''سنو! تم میں سے ہر ایک کی اور ہر جان کی جگہ جنت اور دوزخ میں لکھ دی گئی ہے اور اس کا خوش بخت اور بد بخت ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے۔'' ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسا کر کے بیٹھ رہیں اور عمل چھوڑ دیں؟ کیونکہ ہم میں سے جو آدمی نیک بخت لوگوں میں سے ہوگا تو وہ ضرور نیک بخت لوگوں والے کام کرے گا اور ہم میں سے جو آدمی بدبختوں میں سے ہوگا تو وہ ضرور برے لوگوں والے کام ہی کرے گا۔ آپ نے فرمایا: ''عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، اگر وہ نیک بختوں میں سے ہے تو اس کے لیے نیک بختوں والے کام آسان کیے گئے ہیں اور اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کے لیے برے لوگوں والے عمل آسان کیے گئے ہیں۔'' پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [اللیل : ۵ تا ۱۰] ''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر ...... الخ : ۱۳۶۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الأدمی ...... الخ : ۲٦٤٧]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! ہمیں ہمارے دین کے متعلق بتائیے، گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں، آپ بتائیے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، آیا اس مقصد کے لیے کرتے ہیں، جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئی اور اس کے متعلق تقدیر جاری ہو چکی، یا اس مقصد کے لیے جو آگے ہونے والا ہے (اور پہلے سے اس کی نسبت کچھ طے نہیں پایا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس مقصد کے لیے عمل کرو جسے لکھ کر قلم سوکھ گئی اور تقدیر جاری ہو چکی۔'' سراقہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر عمل کرنے والے کو اس عمل کی توفیق دے دی جاتی ہے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الأدمی ...... الخ : ۲٦٤٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دن جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا (اچھا) بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کا مال تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فأما من أعطى و اتقى ...... الخ ﴾ : ۱٤٤٢۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کے ساتھ تین چیزیں (قبرستان میں) جاتی ہیں، پھر دو لوٹ آتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ سو اس کے گھر والے اور اس کا مال تو لوٹ آتے ہیں جبکہ اس کا عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹٦۰]

وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ۝۱۱

''اور اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا جب وہ (گڑھے میں) گرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص بخل کی وجہ سے ہماری راہ میں مال خرچ نہیں کرے گا، طلب رضائے الٰہی کی کوشش نہیں کرے گا اور ہماری راہ میں خرچ کردہ مال کے عوض اچھے بدلے کا یقین نہیں رکھے گا، تو جب وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا، اس وقت وہ مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا اور اسے سر کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾ [الھمزۃ : ۱ تا ٤] ''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾ [التکاثر : ۱ تا ٦] ''تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لوگے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔ کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔''

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۫ۖ۝۱۲ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ۝۱٤ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ؕ۝۱٦

''بلاشبہ ہمارے ہی ذمے یقیناً راستہ بتانا ہے۔ اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں یقیناً آخرت اور دنیا ہے۔ پس میں نے تمھیں ایک ایسی آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تو راہِ حق کی طرف ان کی راہنمائی بھی کی۔ چنانچہ اس نے ابتدائے آفرینش سے انبیاء مبعوث کیے، کتابیں نازل فرمائیں، عقل و خرد سے نوازا اور حق و باطل کے درمیان تمیز کی قوت

سے نوازا۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ آخرت اور دنیا کی تمام چیزوں کا وہی تنہا مالک ہے اور وہی ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے، ساری مخلوق عاجز و درماندہ ہے اور محتاج وفقیر ہے۔ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے دنیا و آخرت کی کوئی بھی بھلائی صرف اسی سے مانگنی چاہیے اور طغیان و سرکشی کرنے والے کو اس کے عقاب و عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

آگے فرمایا کہ لوگو! میں تمھیں جہنم کی اس آگ سے ڈرائے دے رہا ہوں جو ہمیشہ بھڑکتی رہے گی، کبھی سرد نہیں پڑے گی۔ اس میں نہایت بدنصیب آدمی داخل ہوگا، جو رب العالمین کے دین حق کی تکذیب کرے گا اور کفر وعناد کے سبب اس سے روگردانی کرے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے اس سے انکار کر دیا۔'' لوگوں نے پوچھا، بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرنے والا ہے؟ فرمایا: ''جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۰]

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى : سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھیں آگ سے ڈراتا ہوں، میں تمھیں آگ سے ڈراتا ہوں۔'' (یہ بات آپ نے اتنی بلند آواز سے کہی کہ) اگر کوئی آدمی بازار کے آخری کنارے پر بھی تھا تو اس نے سن لی اور جب آپ منبر پر بیٹھ کر کوئی بات کہتے تو (اتنی بلند آواز سے کہتے کہ) بازار والے اسے سن لیتے۔ [مسند أحمد : ۲۷۲/۴، ح : ۱۸٤۲۹۔ ابن حبان : ٦٤٤۔ مستدرك حاكم : ۲۸۷/۱، ح : ۱۰۵۸]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا کہ جس کے دونوں قدموں تلے انگارا رکھ دیا جائے گا اور اس سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١۔ مسند أحمد : ۲۷۱/۴، ح : ۱۸٤۲۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے، جن کے باعث اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا، جس طرح ہنڈیا جوش کھا رہی ہو، باوجودیکہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے، لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۳/۳٦٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری یہ آگ جسے بنو آدم جلاتے ہیں جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! (یہ اگرچہ اس کا سترواں حصہ

ہے لیکن پھر بھی) یہی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جہنم کی آگ اس سے انہتر حصے زیادہ شدید ہے اور ان میں سے ہر حصے کی گرمی اتنی ہے جتنی اس دنیا کی آگ کی ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن جہنمیوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خوشحالی دیکھی تھی؟ اور کیا تو کبھی آسودہ حال رہا تھا؟ تو وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (میں نے کبھی کوئی خوشحالی نہیں دیکھی تھی اور نہ میں کبھی آسودہ حال رہا تھا)۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنیا فی النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

''اور عنقریب اس سے وہ بڑا پرہیز گار دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ حالانکہ اس کے ہاں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر (وہ تو صرف) اپنے اس رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے (دیتا ہے) جو سب سے بلند ہے۔ اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''

اس بھڑکتی ہوئی آگ سے وہ مومن بچا لیا جائے گا، جو اپنے رب سے غایت درجہ ڈرتا ہوا زندگی گزارے گا اور اپنے نفس کو بخل اور دیگر معاصی سے پاک کرنے کے لیے اپنا مال بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا رہے گا۔ وہ بندۂ مومن اپنا جو مال بھی خرچ کرتا ہے، وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے کرتا ہے، ایسا نہیں کہ کوئی شخص اس پر احسان کیے ہوئے ہوتا ہے کہ جس کا بدلہ چکانے کے لیے وہ اپنا مال اسے دیتا ہے اور جب ایسی بات ہے کہ وہ محض اپنے رب کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے تو اسے اپنے رب کی طرف سے ایسا بدلہ ملے گا جس سے وہ خوش ہو جائے گا، یعنی رب العالمین اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

کئی ایک مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ سورۂ لیل کی آخری پانچ آیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، حتیٰ کہ بعض نے اس پر تمام مفسرین کا اجماع بیان کیا ہے۔ یہ آیات کریمہ بطور خاص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہ بھی ہوئی ہوں تو پھر بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان میں داخل ہیں، بلکہ ان آیات کے عموم کے ساری امت میں بڑھ کر مصداق ہیں۔ آپ صدیق تھے، متقی اور پرہیز گار تھے، پیکر جود و سخا تھے، آپ نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے بے حد و حساب درہم و دینار خرچ کیے۔ لوگوں میں سے کسی کا آپ کے اوپر احسان بھی نہ تھا کہ آپ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے مجبور ہوں، بلکہ تمام قبیلوں کے سادات و رؤسا آپ کے

زیر بار احسان تھے، اسی لیے تو خاندانِ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے دن کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ ہوتا، جس کا بدلہ میں ابھی تک چکا نہیں سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔ اس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں اس سے بات کی تھی۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة ......الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، عن المسور بن مخرمة و مروان رضی اللہ عنهما]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص (کسی چیز کا) جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اسے جنت کے (سب) دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! (ادھر سے آؤ) یہ دروازہ سب سے اچھا ہے۔“ ...... تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جسے کسی بھی دروازے سے پکار لیا جائے تو اس کے لیے کوئی اور ضرورت تو نہیں، لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہو۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین : ۱۸۹۷۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرها من أنواع البر : ۱۰۲۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اس کا ذکر ہے کہ آپ ایک کپڑے سے اپنا سر باندھے ہوئے باہر نکلے اور پھر آپ منبر پر بیٹھے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ”کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن ابو قحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و مال کے ذریعے سے احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو جانی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر ہی کو بناتا، مگر اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو! ابوبکر کی کھڑکی کے سوا مسجد میں جتنی کھڑکیاں کھلتی ہیں سب بند کر دو۔“ [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة والممر فی المسجد : ٤٦٧]

سورۃ الضحیٰ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾

”قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔“
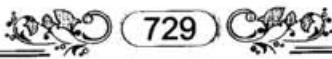
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! صبح کی قسم! جب اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور رات کی قسم! جب اس کی تاریکی گہری ہو جاتی ہے کہ آپ کے رب نے ہمیشہ آپ کی دیکھ بھال کی ہے، آپ کا خیال رکھا ہے، ایک لحہ کے لیے بھی آپ کو نظر انداز نہیں کیا اور نہ آپ کو مبغوض جانا ہے، بلکہ آپ سے غایت درجہ محبت کی ہے۔

سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور دو یا تین راتوں کو آپ (تہجد کی نماز کے لیے) نہ اٹھ سکے، تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی، اے محمد! میں سمجھتی ہوں کہ تمھارے شیطان نے تمھیں چھوڑ دیا ہے، کیونکہ دو تین رات سے میں نے اسے تمھارے پاس آتے نہیں دیکھا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴾ [الضحی : ۱ تا ۳] ”قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے! نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ ما ودعك ربك وما قلٰى ﴾ : ۴۹۵۰۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقى النبى ﷺ من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹۷/۱۱۵]

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

”اور یقیناً پیچھے آنے والی حالت تیرے لیے پہلی سے بہتر ہے۔“

یعنی آپ کے لیے آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے کہیں بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے اور اسے سب سے بڑھ کر چھوڑنے والے تھے، جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی عمر مبارک کے آخر میں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ابھی دنیا ہی میں رہیں اور اگر چاہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جائیں، تو آپ نے اس عارضی و فانی دنیا کے بجائے اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جانے کو پسند فرما لیا تھا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس میں اختیار دیا (کہ وہ جسے چاہے اختیار کر لے) تو اس بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے (یعنی آخرت)۔“ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے اسے پسند کر لیا جو اللہ کے پاس ہے تو اس میں ان بزرگوں کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن بات یہ تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة والممر فى المسجد : ۴۶۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبى بكر الصديق رضى الله عنه : ۲۳۸۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر (آرام کرنے کے لیے) لیٹے تو اس

کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں فرماتے تو ہم آپ کے لیے کوئی چیز (بستر وغیرہ) بچھا دیتے جس کے ساتھ اس (چٹائی کی سختی) سے بچاؤ ہو جاتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دنیا سے کیا تعلق! میری اور دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی سوار (یعنی مسافر) سائے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا، پھر اسے چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث : ما الدنیا إلا کراکب استظل : ۲۳۷۷۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا : ۴۱۰۹]

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

''اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہو جائے گا۔''

یہ روزِ قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دے گا اور آخرت میں آپ کو جو مقام ملے گا اور جن نعمتوں سے آپ نوازے جائیں گے، ان کی تعبیر انسانی الفاظ میں ممکن نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [إبراھیم : ۳۶] ''اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول (جو قرآن میں منقول ہے اس کی تلاوت کی): ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۱۱۸] ''اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' پھر نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: ''اے میرے رب! میری امت، میری امت۔'' اور آپ رونے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرائیل! تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور اگرچہ تیرا رب خوب جانتا ہے، تاہم پھر بھی تم جا کر ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ نے سب حال بیان کیا اور جبرائیل نے اللہ تعالیٰ سے جا کر عرض کی، حالانکہ وہ تو خوب جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ ہم تمھیں تمھاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، ناراض نہیں کریں گے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب دعاء النبی ﷺ لأمته و بکائه شفقة علیهم : ۲۰۲]

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝

''کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو آپ کے رب نے یتیم پایا تو آپ کو پناہ دی۔ آپ کے والد عبد اللہ کا انتقال آپ کے پیدا ہونے سے تین ماہ پہلے ہی ہو گیا تھا، پھر جب آپ چھ سال کے تھے تو آپ کی والدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ آپ کی پرورش آپ کے دادا عبد المطلب کر رہے تھے، تو جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو وہ بھی انتقال کر گئے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ انھوں نے آپ کی دیکھ بھال کی اور ہر طرح خیال رکھا، یہاں تک کہ آپ بڑے ہو گئے۔ نبوت ملنے کے بعد جب آپ نے اپنی دعوت اہل مکہ کے سامنے پیش کی اور انھوں نے آپ کو اذیت پہنچانا شروع کی، تو ابو طالب نے جان و مال کے ذریعے سے آپ کا ساتھ دیا۔ مگر ابو طالب نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا، بلکہ وہ اپنی قوم کے دین، یعنی بتوں کی عبادت ہی پر رہے، حتیٰ کہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے باپ مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں ابو جہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے میرے چچا! ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو، تو میں اللہ کی بارگاہ میں تمھارے لیے اس کی گواہی دوں گا۔“ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ یہ دونوں اسی بات پر زور دیتے رہے اور آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا، وہ یہ تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر قائم ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھارے لیے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کر دیا جاتا۔“ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة : ۱۱۳] ”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔“ اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ”بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ [بخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب : ٣٨٨٤۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت ...... الخ : ٢٤]

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝

”اور اس نے تجھے راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھا دیا۔“

نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برائی سے آپ کی حفاظت فرمائی، حتیٰ کہ فرمایا: ﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ

﴿قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ [یونس : ۱٦] ”پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“ مگر اللہ کی عبادت کیسے کی جائے، قرآن کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ ان کا آپ کو علم نہیں تھا، ان کا علم اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ [الشوریٰ : ٥٢] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔“ اس آیت میں اس احسان کا ذکر ہے کہ تم راستے سے ناواقف تھے، وہ تمھیں ہم نے بتایا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے اور پاکیزہ خوابوں سے ہوئی، آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا، پھر (اللہ کی طرف سے) آپ کے لیے تنہائی محبوب بنا دی گئی۔ تو آپ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور آپ وہاں کئی کئی راتیں عبادت میں مشغول رہتے اور جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا آپ توشہ ہمراہ لیے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر آپ اپنی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں خلوت گزیں ہو جاتے۔ یہی طریقہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آ گیا، اس وقت آپ غار حرا ہی میں تشریف فرما تھے۔ [بخاري، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ : ۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے زندگی بھر صرف دو دفعہ ان باتوں کا قصد کیا کہ جن کا قصد جاہل لوگ زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے (یعنی کسی شادی کی محفل کو دیکھنے کا)، مگر دونوں دفعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ ایک دن میں نے اپنے ساتھی قریشی نوجوان سے، جو میرے ساتھ مکہ کے بالائی علاقے میں بکریاں چرایا کرتا تھا، کہا کہ میری بکریوں کا بھی دھیان رکھنا، تاکہ میں یہ رات مکہ میں اس طرح گزاروں جس طرح مکہ کے دوسرے نوجوان گزارتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تو میں وہاں سے نکلا اور جب مکہ کے گھروں میں سے نزدیکی گھر کے قریب پہنچا تو میں نے گانے بجانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے شادی کی ہے اور قریش کے ایک مرد اور عورت کا نام لیا۔ سو میں اس گانے بجانے اور آوازوں کی طرف متوجہ ہوا، تو میری آنکھوں نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور میں سو گیا، پھر مجھے سورج کی روشنی ہی نے جگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک دوسری رات میں نے ایسی ہی کسی محفل کے بارے میں سنا تو میں نے پھر ایسے ہی کیا۔ میں نکلا تو ویسی ہی آوازیں میں نے سنیں اور مجھے وہی بتایا گیا جو پہلے بتایا گیا تھا (یعنی ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی ہے) اب پھر میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو میری آنکھوں نے مجھ پر غلبہ پا لیا اور مجھے سورج کی روشنی ہی نے جگایا۔ پھر میں اپنے ساتھی کے پاس آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔“ یہ بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ کی قسم! ان دو مواقع کے علاوہ میں نے جاہل لوگوں کے کام کا ارادہ کبھی نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کے ساتھ عزت دے دی۔‘‘ [ابن حبان : ٦٢٧٢۔ مستدرك حاكم : ٢٤٥/٤، ح : ٧٦١٩]

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ۝٨

’’اور اس نے تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔‘‘

نبی ﷺ کے والد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی، پھر آپ چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے رہے، لیکن آپ نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اتنے افلاس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح غنی کر دیا کہ مکہ کی سب سے مال دار خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہو گیا اور اس نے اپنا تمام مال آپ کے حوالے کر دیا۔ جب مدنی زندگی میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو اموال غنائم، زکوٰۃ و خراج اور اموال جزیہ کے ذریعے سے اللہ نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی غربت و محتاجی دور کر دی۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنے علاوہ ہر ایک سے بے نیاز کر دیا، تو آپ فقر میں صابر اور غنا میں شاکر رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! ہم آل محمد ﷺ دو ماہ میں تین چاند دیکھ لیتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں چولھا نہیں جلتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کے زندہ رہنے کا دارومدار کس چیز پر تھا؟ انھوں نے کہا کہ دو کالی چیزوں پر، یعنی پانی اور کھجوروں پر گزارا تھا، تاہم بعض انصاری جو ہمارے قریبی محلہ میں رہتے تھے، ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں دودھ بھیجتے تھے۔ وہ دودھ آپ (خود بھی نوش فرماتے تھے اور) ہمیں (بھی) پلاتے تھے۔ [بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه ...... الخ : ٦٤٥٩۔ مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٧٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بطور سالن تھوڑا سا متغیر تیل لے کر حاضر ہوئے اور (اس وقت حالت یہ تھی کہ) رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی تھی اور اس کے بدلے میں آپ نے اپنے گھر والوں کے لیے، جو، ادھار لے رکھے تھے۔ میں نے آپ کو ایک دن یہ کہتے ہوئے سنا: ’’محمد (ﷺ) کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں، یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔‘‘ حالانکہ آپ کی بیویوں کی تعداد اس وقت نو تھی۔ [بخاري، كتاب البيوع، باب شراء النبي ﷺ بالنسيئة : ٢٠٦٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد ﷺ کے اہل خانہ، جب سے مدینہ میں آئے ہیں، انھوں نے مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ ﷺ آغوش موت میں چلے گئے۔ [بخاري، كتاب الرقاق،

باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه ...... الخ : ٦٤٥٤۔ مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تونگری یہ نہیں کہ مال و اسباب وافر ہو، بلکہ حقیقی تونگر وغنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب الغنى غنى النفس ...... الخ : ٦٤٤٦۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل القناعة والحث عليها : ١٠٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے فلاح پائی جسے اسلام نصیب ہوا اور بقدر کفایت رزق بھی ملا اور اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت کی توفیق بھی ملی۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب في الكفاف و القناعة : ١٠٥٤]

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْؕ۝۹ وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْؕ۝۱۰

''پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔ اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔''

آپ نے یتیمی دیکھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں بھی دیکھی ہیں۔ اب دونوں چیزوں کا تقاضا ہے کہ آپ یتیم کے ساتھ برا برتاؤ نہ کیجیے، اس سے تنگ دل نہ ہوئیے، نہ اسے ڈانٹیے، بلکہ اس کا خیال کیجیے اور اس کے ساتھ ایسا اچھا برتاؤ کیجیے، جیسا آپ چاہیں گے کہ آپ کی وفات کے بعد دوسرے آپ کی اولاد کے ساتھ کریں۔ مانگنے والے محتاج و مساکین کے ساتھ سخت کلامی کے ساتھ نہ پیش آیئے، بلکہ جو میسر ہو اسے دے دیجیے، یا اچھے انداز میں اسے واپس کر دیجیے۔

سیدنا عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس چند افراد کی موجودگی میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے (ابوسفیان کو دیکھ کر) کہا، اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن (یعنی ابوسفیان) سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق کہہ رہے ہو؟ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ بات بتلائی۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید تو نے ان کو ناراض کر دیا ہے؟ اگر (واقعی) تو نے ان کو ناراض کر دیا تو (یاد رکھ) تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔'' (یہ سن کر فوراً) ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا، اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کر دیا ہے؟ انھوں نے کہا، نہیں اے ہمارے بھائی! اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت فرمائے۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و صهيب و بلال رضى الله عنهم : ٢٥٠٤]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یتیم کی کفالت کرنے والا، وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا غیر، جنت میں میں اور وہ کفالت کرنے والا ان دو انگلیوں کی طرح (اکٹھے) ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب فضل الإحسان إلى الأرملة ...... الخ : ۲۹۸۳۔ مسند أحمد : ۲/ ۳۷۵، ح : ۸۹۰۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور فقراء و مساکین کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے (ولیمہ کی) دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔'' [بخاری، کتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله : ۵۱۷۷۔ مسلم، کتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة : ۱۴۳۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، میں نے اسے کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں، تو اس نے دو کھجوریں تو اپنی دو بیٹیوں کو دے دیں اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بڑھائی کہ وہ بھی اس سے اس کی بیٹیوں نے مانگ لی، تو اس نے وہ کھجور بھی، جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو حصے کر کے دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی۔ مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی، میں نے اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب فرما دی ہے، یا فرمایا، اس کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات : ۲۶۳۰]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا کوئی شخص اپنی حاجت بیان کرتا تو آپ صحابہ سے فرماتے: ''تم بھی سفارش کرو، تمھیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کی زبان سے جو چاہے گا حکم دے گا۔'' [بخاری، کتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها : ۱۴۳۲]

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

ع ۱ / ۱۸

''اور لیکن اپنے رب کی نعمت، پس (اسے) بیان کر۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ پر جو احسانات کیے ہیں، ان کا ذکر کر کے اپنے رب کی خوب تعریف بیان کیجیے اور قول و فعل کے ذریعے سے ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیے، تاکہ رب العالمین آپ کو مزید نعمتوں سے نوازے، آپ سے خوش ہو اور آپ سے محبت کرے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔'' [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في شكر المعروف : ۴۸۱۱۔ ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء في الشكر لمن أحسن إليك : ۱۹۵۴]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ①

’’کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔‘‘

سینہ کھول دینے سے مراد اسلام کے حق ہونے پر اطمینان، دل کا نور ہدایت سے روشن ہونا اور ذکر الٰہی سے نرم ہونا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ [الأنعام : ۱۲۵] ’’تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الزمر : ۲۲] ’’تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔‘‘

اس کے علاوہ شرح صدر سے مراد طبیعت کا رسالت کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے خوش دلی کے ساتھ آمادہ ہونا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو انھوں نے کہا: ﴿وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ﴾ [الشعرآء : ۱۳] ’’میرا سینہ تنگ پڑتا ہے۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ دعا سکھلائی: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ﴾ [طٰہٰ : ۲۵] ’’اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔‘‘

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③

’’اور ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ اتار دیا۔ وہ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے دل سے اس بوجھ کو اتار دیا ہے جو آپ کی پیٹھ کو توڑ رہا تھا۔ بوجھ اتار دینے

سے مراد وحی الٰہی برداشت کرنے کی استعداد پیدا کرنا ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴾ [المزمل : ٥] ''یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی اترتی تو اس کے بوجھ سے اونٹنی، جس پر آپ سوار ہوتے، بیٹھ جاتی۔[مسند أحمد : ١١٨/٦، ح : ٢٤٩٢١]

اس کے علاوہ نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی مراد ہے، جسے آپ بڑی شدت سے محسوس کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٣] ''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔'' اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین کا طریقہ سکھا کر یہ بوجھ بھی اتار دیا۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴

''اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا۔''

یعنی دنیا و آخرت میں آپ کا نام بلند کیا، زمین کے مشرق و مغرب تک آپ کی امت کی حکومت پھیلا دی، کلمۂ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ، تشہد وغیرہ میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ کی اطاعت کے ساتھ آپ کی اطاعت فرض ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کہیں نہ کہیں آپ کا ذکر خیر نہ ہو رہا ہو۔ قیامت کو اولاد آدم کی سیادت، کوثر، لواء الحمد، مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے ساتھ آپ کا ذکر بلند ہو گا۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶

''پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔''

اس میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بشارت ہے کہ مشکلات کے دن تھوڑے ہیں، ہر مشکل کے بعد بلکہ اس کے ساتھ ہی آسانی شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی نظام حیات ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی لاتا ہے۔ آدمی جب اپنی فکر و نظر استعمال کر کے مشکلات سے نکلنا چاہتا ہے اور پھر اللہ پر بھروسا کر کے آگے بڑھتا جاتا ہے اور ہمت نہیں ہارتا، تو طوفان رک جاتے ہیں، آندھیاں بند ہو جاتی ہیں اور بالآخر سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہی حال نبی کریم ﷺ کا تھا۔ ابتدائے نبوت میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ حالات نے پلٹا کھایا اور تنگی آسانی میں بدلتی چلی گئی۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

''تو جب تو فارغ ہو جائے تو محنت کر۔ اور اپنے رب ہی کی طرف پس رغبت کر۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی کہ آپ کے دنیا کے کام ہوں یا تبلیغ دین یا جہاد فی سبیل اللہ، اگرچہ یہ عبادت اور نیکیاں ہیں مگر ان میں پھر بھی مخلوق سے کچھ نہ کچھ رابطہ رہتا ہے۔ جب بھی ان کاموں سے کچھ فراغت ملے، تو ہر چیز سے منقطع ہو کر اپنے رب سے تعلق جوڑ کر ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور قیام، رکوع و سجود میں خوب محنت کریں اور اپنی تمام رغبت اپنے رب ہی کی طرف رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ عموماً دن کو دعوت و جہاد کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ لہٰذا دن کے وقت آپ کو فرصت نہیں ملتی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے یکسوئی سے لو لگائیں اور یکسوئی سے عبادت کریں۔ اس مصروفیت کا ذکر کرتے ہوئے اور پھر یکسوئی سے عبادت کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُۥٓ أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِى عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيْلِ هِىَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِى ٱلنَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴾ [المزمل : ۱ تا ۸] ”اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔ اور اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔“

اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ رات کو بڑی بڑی دیر تک نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر ورم آ جاتا تھا، جیسا کہ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت لمبا قیام کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قدم اور آپ کی پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ جب آپ سے اس حوالے سے عرض کی جاتی (کہ آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں؟ آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف ہو چکی ہیں)، تو آپ فرماتے: ”تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“ [بخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل : ۱۱۳۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان ہو یا اور کوئی مہینا، گیارہ رکعت سے زیادہ (رات کی) نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے، ان کے حسن و طوالت کا کیا پوچھنا، آپ پھر چار رکعتیں پڑھتے، تو ان کے حسن و طوالت کے متعلق بھی کیا پوچھنا، پھر (ان کے بعد) آپ تین رکعتیں پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان و غیرہ : ۱۱۴۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک رات) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے لمبی نماز پڑھی، یہاں تک کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا۔ کہا گیا، آپ نے کس برے کام کا ارادہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا، میں نے ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور آپ کو چھوڑ دوں۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلوۃ اللیل : ۷۷۳]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکا کھائے ہوئے ہیں (یعنی ان کی قدر نہیں کرتے)۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ ...... الخ : ٦٤١٢]

سورة التين مكية

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، تو آپ نے عشاء کی (پہلی) دو رکعتوں میں سے ایک میں سورۃ: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ کی قراءت فرمائی اور میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کی اچھی آواز یا قراءت نہیں سنی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب الجهر فى العشاء : ٧٦٧، ٧٦٩۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب القراءة فى العشاء : ١٧٥، ٤٦٤/١٧٧]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۧ﴿۸﴾

ع ۱/۸ ۲۰

''قسم ہے انجیر کی! اور زیتون کی! اور طور سینین کی! اور اس امن والے شہر کی! بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ پس اس کے بعد کون سی چیز تجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟''

ابتدائی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، طور سینا اور امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھانے کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کو سب سے اچھی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے، لیکن اس نے اللہ کی اس نعمت کا اور دیگر بے شمار اور بیش بہا نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا اور اپنی زندگی لہو و لعب میں لگا دی، تو وہ اللہ کی نگاہ میں گرتا چلا گیا، یہاں تک کہ اس کا ٹھکانا جہنم

کی آخری کھائی میں بنا دیا گیا۔ البتہ اس بدترین انجام سے وہ لوگ بچا لیے گئے ہیں جن پر اللہ نے یہ احسان کیا کہ انھیں ایمان، عمل صالح اور اخلاق حسنہ کی توفیق دی۔ انھیں اللہ تعالیٰ جہنم سے دور کر دے گا اور جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے گا، جس کی نعمتیں اور خوشیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ : یعنی یہ وہ بات ہے جس پر مذکورہ بالا قسمیں کھائی گئی ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت ہی احسن شکل وصورت، متوازن قامت اور حسین وجمیل اور معتدل ومناسب اعضا کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو ہاتھ یا کیمرے سے تصاویر بناتے ہیں، وہ اللہ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔ احادیث میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید آئی ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس میرے ہاں تشریف لائے اور میں نے تب اپنے طاقچے پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔“ [بخاري، كتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاوير : ٥٩٥٤۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ٢١٠٧/٩٢]

ابوزرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مکان کے اوپر ایک مصور تصویر بنا رہا ہے، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (اس سے) کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”(اللہ فرماتا ہے) اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرے، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک چیونٹی تو بنا کر دکھائیں۔“ [بخاري، كتاب اللباس، باب نقض الصور : ٥٩٥٣۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ٢١١١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک گدا خریدا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ دروازے ہی میں کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے، میں نے عرض کی، میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں، اس گناہ سے جو میں نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ گدا کس لیے ہے؟“ میں نے عرض کی، یہ اس لیے ہے کہ آپ اس پر تشریف رکھیں اور اس پر ٹیک لگائیں، تو آپ نے فرمایا: ”ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو اور (سنو!) فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔“ [بخاري، كتاب اللباس، باب من كره القعود على الصور : ٥٩٥٧۔ مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ...... الخ : ٢١٠٧/٩٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک کنیسے کا ذکر کیا، جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور جس میں تصویریں تھیں۔ انھوں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان

میں کوئی نیک شخص مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ بناتے اور اس میں یہی تصویریں بنالیا کرتے۔ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق میں سے برے ہوں گے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب هل تنبش قبور المشركی الجاهلية ...... الخ : ٤٢٧۔ مسلم، كتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ...... الخ : ٥٢٨۔ مسند أحمد : ٥١/٦، ح : ٢٤٣٠٦]

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ : یعنی اسے جہنم رسید کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة : ٦] "بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [النحل : ٢٧] "پھر قیامت کے دن وہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔"

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التحريم : ٨] "جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہوگا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؈ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ٧، ٨] "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔"

سورة العلق مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿٢﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿٣﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ﴿٥﴾

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ان پر جو قرآن کریم بذریعہ وحی نازل ہوتا ہے اس کی تلاوت کیجیے، نیز انسان کو خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق وہی تنہا ہے اور اس نے انسان کو لوتھڑے یعنی ایک منجمد خون سے پیدا کیا، جو چالیس دن تک رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر منجمد خون کا ایک لوتھڑا بن کر رحم مادر سے چپک جاتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا ایک ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر یا تو امر الٰہی کے مطابق اس کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے، یا رحم سے گوشت کے ایک ٹکڑے کی شکل میں باہر نکل آتا ہے۔

چونکہ نبی کریم ﷺ جبریل علیہ السلام کو اچانک اپنے سامنے پا کر گھبرا گئے تھے، اسی لیے بطور تاکید آپ سے کہا گیا کہ آپ پڑھیے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھا تھا، بلکہ کہا تھا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا، اس لیے آپ سے کہا گیا کہ آپ کا وہ رب آپ کو پڑھنے کا حکم دے رہا ہے جو بے پایاں کرم و احسان والا ہے، جس کے جود و عطا کی کوئی انتہا نہیں، جس نے پڑھنا لکھنا سکھا کر انسان پر احسان عظیم کیا ہے اور جس نے قلم کے ذریعے سے اسے وہ سب سکھایا جو وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کا سلسلہ سچے خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی مثل واضح ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کے لیے گوشہ نشینی کو پسندیدہ بنا دیا گیا، تو آپ نے غار حرا

میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے تھے، جب تک گھر آنے کو جی نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے پھر آپ اپنی بیوی کے پاس آتے اور وہاں رہنے کے لیے مزید کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ (ختم ہونے پر) دوبارہ پھر آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور اتنا ہی توشہ اور ہمراہ لے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ اس وقت غار حرا ہی میں تھے جب حق آپ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا، اس نے کہا، پڑھیے! آپ نے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر مجھے پکڑا اور خوب بھینچا، یہاں تک کہ مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا، پڑھیے! میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اب اس نے پھر تیسری مرتبہ مجھے پکڑا اور (خوب) بھینچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ [العلق : ۱ تا ۳] پس یہی آیات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹے، (خوف سے) آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' گھر والوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب خوف چلا گیا تو آپ نے خدیجہ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، معاشرہ پر جو لوگ بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں، ورقہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ عبرانی زبان میں کتابیں لکھا کرتے تھے اور جتنا اللہ نے چاہا انجیل کو بھی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا، اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ ورقہ نے کہا، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں، جس وقت آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا، ہاں ہر اس شخص سے جو ایسی چیز لے کر آیا ہے جیسی آپ لے کر آئے ہیں، دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۶۰]

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ

''ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ یقیناً تیرے

رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو انسان ایمان اور معرفتِ الٰہی کی دولت سے محروم ہوتا ہے، تو جب اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت اور حکومت وسلطنت سے نوازتا ہے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب وہ کسی کا محتاج نہیں۔ رب العالمین کو یکسر بھول کر طغیان وسرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے، کبر وظلم اس کی صفت بن جاتی ہے اور کمزوروں کو حقیر سمجھنا اور دوسروں کا مذاق اڑانا اس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابوجہل ہو یا کوئی اور ظالم وسرکش، بہر حال اسے لوٹ کر آپ کے رب کے پاس ہی آنا ہے اور ہم اس سے ضرور انتقام لیں گے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾

"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یا اس نے پرہیزگاری کا حکم دیا ہو۔ کیا تو نے دیکھا اگر اس (منع کرنے والے) نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابوجہل کی بدسلوکی پر شدید اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا کہ کتنا برا اور لائق نفرت ہے وہ انسان جو اللہ کے بندے، یعنی محمد ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ کیا اللہ کے لیے نماز پڑھنا کوئی جرم ہے؟ نماز پڑھنے سے اس مجرم کو کیا تکلیف پہنچتی ہے کہ وہ آپ کو روکتا ہے۔ وہ نبی جو راہِ ہدایت پر قائم ہے اور دوسروں کو صلاح وتقویٰ کی دعوت دیتا ہے، اس کی مخالفت کرنا، اسے ایذا پہنچانا اور اسے طرح طرح کی دھمکیاں دینا اللہ کو ہرگز گوارا نہیں۔

وہ کافر و مجرم انسان جو میرے بندے اور رسول کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، ایمان و اسلام سے روگردانی کرتا ہے اور بعث بعد الموت اور حساب وسزا کا انکار کرتا ہے، اس کا اس دن کیا حال ہو گا جب وہ میدانِ محشر میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو گا؟ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کرتوتوں سے باخبر ہے اور آپ کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے وہ جو بھی حرکتیں کرتا ہے اس سے اچھی طرح واقف ہے؟

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ : احادیث میں شانِ نزول کے علاوہ ایک اور واقعہ ایسا ملتا ہے جس میں ابوجہل کا رسول اللہ ﷺ کو نماز سے روکنے کا ذکر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے (اپنے ساتھیوں سے) پوچھا، کیا محمد (ﷺ) تمھارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ (یعنی وہ تمھارے سامنے ایک اللہ کو سجدہ کرتا ہے) کہا گیا، ہاں! ابوجہل نے کہا، لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انھیں ایسا کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں

گا، یا ان کے چہرے کو مٹی میں لتھیڑ دوں گا۔ (پھر ایسا ہوا کہ) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، لیکن اچانک وہ آپ سے دور ہو گیا اور اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ گیا اور وہ اپنے ہاتھوں سے (کسی چیز سے) بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا، تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا، میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق تھی، بڑا ہولناک منظر تھا اور (فرشتوں کے) بازو تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو اچک لیتے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب قوله : ﴿ إن الإنسان ليطغى ، أن رآه استغنى ﴾ : ۲۷۹۷]

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾

''ہرگز نہیں، یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی کے بالوں کے ساتھ گھسیٹیں گے۔ پیشانی کے ان بالوں کے ساتھ جو جھوٹے ہیں، خطا کار ہیں۔ پس وہ اپنی مجلس کو بلا لے۔ ہم عنقریب جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ابوجہل ہمارے رسول کی ایذا رسانی سے باز نہ آیا اور اس نے انھیں مسجد حرام اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے کی دوبارہ کوشش کی تو ہم اسے اس کی جھوٹی اور گناہوں میں لتھڑی پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔ اس وقت اگر وہ اپنی مجلس اور قوم کے لوگوں کو بلانا چاہے تو بلا لے، جن کے بل بوتے پر وہ آپ کو نماز سے روکنا چاہتا ہے، ہم بھی جہنم کے داروغوں کو بلا لیں گے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آیا، اس نے کہا، کیا میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمھیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمھیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ پھر جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کو دھمکایا۔ ابوجہل نے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ اس شہر میں مجھ سے زیادہ کسی کے اصحاب مجلس نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں: ﴿ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾ [العلق : ۱۷، ۱۸] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ اپنے ہم نشین بلاتا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة اقرأ باسم ربك : ۳۳۴۹]

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدة ع

ع ۱۹ / ۲۱ السجدة ۱۴

''ہرگز نہیں، اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور بہت قریب ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ وہ آپ کو نماز سے روکتا ہے تو آپ اس کا کہنا ہرگز نہ مانیں، بلکہ آپ نماز پڑھتے رہیں، سجدہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: ''بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے، جب وہ سجدے میں ہو، تو (سجدے میں) دعا زیادہ کیا کرو۔'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود ؟ : ٤٨٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ اور ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ﴾ میں سجدہ کیا۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ : ١٠٩/٥٧٨]

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات کو رہا کرتا اور آپ کے پاس حاجت اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''مانگ (کیا مانگتا ہے)؟'' میں نے عرض کی، جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: ''کچھ اور بھی؟'' میں نے عرض کی، بس یہی کچھ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا، تو کثرت سجود کے ساتھ اپنے نفس پر میری مدد کرو۔'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیه : ٤٨٩]

سورة القدر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

ع ۱ | آیاتها ۵ | ۲۲

''بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾ [الدخان : ١ تا ٥] ''حٰمٓ۔ اس بیان کرنے والی کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔ اسی میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہماری

طرف سے حکم کی وجہ سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ [البقرة : ١٨٥] "رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ایمان کے ساتھ ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے لیلۃ القدر کا قیام کرے، تو اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔" [بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب فضل لیلة القدر : ٢٠١٤۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراويح : ٧٦٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ (رات) تو آگے ہے۔ پھر آپ نے درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ (رات) تو آگے ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح یہ خطبہ ارشاد فرمایا: "جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ پھر لوٹ آئے (یعنی اعتکاف کرے)، کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا تھا، مگر وہ مجھے بھلا دی گئی ہے۔ بہر حال وہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ گویا میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔" اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی، مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک بادل آیا اور بارش ہو گئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے مٹی اور پانی کے نشانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر دیکھے جس سے آپ کے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب السجود على الأنف في الطين : ٨١٣۔ مسلم، کتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر .... الخ : ١١٦٧/٢١٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔" [بخاری، کتاب فضل ليلة القدر، باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر : ٢٠١٧۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل ليلة القدر ...... الخ : ١١٦٥/١٠٧، عن ابن عمر رضى الله عنهما]

﴿ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ اس (یعنی لیلۃ القدر) کی صبح کو آفتاب اس حالت میں نکلتا ہے کہ اس میں شعاع نہیں ہوتی۔ [مسلم، کتاب الصیام، باب فضل ليلة القدر...... الخ : ٧٦٢، بعد الحديث : ١١٦٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں (اپنے رب سے) کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: "یہ دعا کرنا: « اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ » "اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے، سو مجھ سے بھی درگزر فرما۔" [ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو و العافية : ٣٨٥٠۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة : ٣٥١٣]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے سورۃ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کی تلاوت کروں۔'' انھوں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (یہ سن کر خوشی سے) رونے لگے۔ [بخاری، كتاب مناقب الأنصار، باب مناقب أبي بن كعب رضي الله عنه : ۳۸۰۹۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل ....الخ : ۷۹۹/۲۴۶]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾

''وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور بتوں کے پجاری کفر و ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ان کا کفر بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے واضح دلیل آ گئی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی و رسول مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی۔ تب انھوں نے حق کو پہچانا، ان میں سے کچھ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور کچھ کفر ہی پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ آگے فرمایا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے ہیں جو ملائے اعلیٰ میں پاک صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ [عبس : ۱۳ تا ۱۶] ''ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں

ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔‘‘

آخری آیت میں فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیات کریمہ لکھی ہوئی ہیں جو بڑی مستحکم، مبنی بر عدل، سیدھی اور صاف صاف ہیں کہ ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں۔ قرآن مجید کے مضامین کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [بني إسرائيل : ۹، ۱۰] ’’بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

’’اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کے ایک جرم کا ذکر فرمایا ہے۔ اہل کتاب کا یہ جرم ان کا باہمی تفرقہ تھا اور اس جرم کا ارتکاب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی کیا اور آپ کی آمد پر بھی۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ چکے تھے۔ اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ ان کے الگ الگ بہتر (۷۲) فرقے بننے کی وجہ یہ نہ تھی کہ انھیں اللہ کے حکم کا علم نہ تھا، بلکہ ’’ الْبَيِّنَةُ ‘‘ یعنی کھلی دلیل اور واضح حکم موجود ہونے کے باوجود باہمی ضد اور عناد کی وجہ سے کسی نے احبار و رہبان میں سے کسی ایک کے اقوال کو حجت مان کر اس کے نام پر فرقہ بنا لیا، کسی نے دوسرے کے نام پر، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ’’لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى
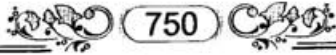
لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴾ [الشورىٰ : ١٤] ''اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔''

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بے شک یہ امت عنقریب تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتر دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی اور وہ ہے الجماعۃ۔'' [أبوداؤد، كتاب السنة، باب لزوم السنة : ٤٥٩٧۔ مسند أحمد : ١٠٢/٤، ح : ١٦٩٤٠]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور عیسائی بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔'' [أبوداؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٦۔ ترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة : ٢٦٤٠]

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔''

اس آیت میں دین کا خلاصہ بیان فرما دیا کہ پہلی امتیں ہوں یا یہ امت، سب میں ایک ہی حکم ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کریں، جو ہر قسم کے شرک اور ریا سے پاک اور خالص اللہ کے لیے ہو اور باطل پر چلنے والے تمام گروہوں سے ہٹ کر ایک اللہ کی طرف یکسو ہو جائیں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توحید اور تمام عبادتوں کو صرف اللہ کے لیے خالص کرنا ہی اللہ کا صحیح دین ہے، جو آدمی کو اللہ کی جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ اس کے سوا تمام راستے جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اخلاص نیت اختیار کرنا اور نمود و نمائش اور ریا کاری سے بچنے کو اعمال کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو گی اس کی ہجرت انھی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے، یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انھی مقاصد کے لیے ہو گی (اللہ کے ہاں اس کے لیے کوئی اجر

نہیں)۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ۱۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : إنما الأعمال بالنية ...... الخ : ۱۹۰۷]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ’’یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے وہ تمھارے ساتھ رہے ہیں۔‘‘ صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بجا کہ وہ مدینہ میں ہیں، لیکن انھیں بیماری نے روک رکھا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، بابٌ : ٤٤٢٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو عذر آخر : ۱۹۱۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے، دوسرا (خاندانی، قبائلی) حمیت کے لیے اور ایک تیسرا ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’جو شخص صرف اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، وہی اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله : ۱۹۰٤/۱۵۰۔ بخاري، كتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالمًا جالسًا : ۱۲۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’’قیامت کے دن جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک وہ آدمی ہوگا جو شہید ہو گیا تھا، پس اسے (بارگاہ الٰہی میں) پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا، تو تو اس لیے لڑا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے، سو تجھے (دنیا میں) بہادر کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے (دین کا) علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا، پس اس کو پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا، اب اللہ تعالیٰ پوچھے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا، میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ کہا، تو نے تو علم اس لیے حاصل کیا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے۔ سو یہ سب تجھے (دنیا میں) کہہ لیا گیا۔ چنانچہ اس کی بابت حکم صادر فرمایا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور (تیسرا) وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے کشادگی عطا فرمائی تھی اور اسے مختلف قسم کے مال سے نوازا تھا، پس اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کروائے گا، تو وہ انھیں پہچان لے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا، میں نے تو کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی کہ جہاں خرچ کیے جانے کو تو پسند کرتا تھا مگر یہ کہ میں نے اس جگہ تیری خاطر

ضرور خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے جھوٹ بولا، تو نے تو یہ اس لیے کیا تھا کہ کہا جائے کہ وہ بڑا سخی ہے، سو یہ کہہ لیا گیا۔ پھر اس کی بابت حکم صادر فرمایا جائے گا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار : ۱۹۰۵]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاد دو قسم کا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہی، امام کی اطاعت کی، عمدہ مال خرچ کیا، اپنے شریک کار سے نرمی کا برتاؤ کیا اور فساد سے بچتا رہا، تو بلاشبہ ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سبھی اجر و ثواب کا کام ہے، لیکن جس نے فخر، دکھلاوے اور شہرت کی نیت سے جہاد کیا، امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا تو بلاشبہ ایسا آدمی (ثواب تو کیا) برابری کے ساتھ بھی نہیں پلٹا (بلکہ الٹا عذاب کا مستحق ہوا)۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا : ۲۵۱۵۔ نسائي، كتاب الجهاد، باب فضل الصدقة في سبيل الله عزوجل : ۳۱۹۰]

سیدنا شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ آپ پر ایمان لایا، آپ کی اتباع کی۔ پھر اس نے کہا، میں بھی آپ کے ساتھ (سفر جہاد میں) چلوں گا۔ آپ نے ایک صحابی کو (اس کی دیکھ بھال رکھنے کی) وصیت فرمائی، جب غزوۂ خیبر میں آپ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو اس دیہاتی کا حصہ بھی نکالا اور اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا، اس وقت یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ جب یہ وہاں سے واپس آیا اور ساتھیوں نے اس کو اس کا حصہ دیا تو اس نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا، یہ غنیمت کا حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میں تمھیں دیا ہے۔ اس نے وہ مال لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا، یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ میں نے تمھارا حصہ نکالا ہے۔'' اس نے کہا، میں نے اس وجہ سے آپ کی اتباع نہیں کی تھی، میں نے تو آپ کی اتباع اس وجہ سے کی تھی کہ میرے یہاں تیر لگے اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، تاکہ میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تجھے سچا کر دکھائے گا۔'' پھر ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے عرصے بعد دشمنوں سے جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ دیہاتی تیر لگنے سے شہید ہو گیا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھا کر لایا گیا، اسے وہاں ہی تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا، آپ نے پوچھا: ''یہ وہی ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''اس نے اللہ کے ساتھ سچا معاملہ رکھا تو اللہ نے اسے سچا کر دکھایا۔'' آپ نے اسے اپنے مبارک جبہ میں کفن دیا، پھر آپ نے آگے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی نمازِ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی آواز میں پڑھائی، آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، ہجرت کر کے تیرے راستے میں نکلا تھا اور اب (تیرے راستے میں لڑتا لڑتا) شہید ہو گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔'' [نسائي، كتاب الجنائز، باب الصلوة على الشهداء : ۱۹۵۵]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔''

جو اہل کتاب اور مشرکین نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان نہیں لائے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔''

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا، فرائض کو ادا کیا اور نواہی سے بچتے رہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ وہ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کو پہچانا، اس کی عبادت کی اور شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے کے سبب ان کی روح کو بالیدگی ملی اور بلند اخلاق و کردار سے انھیں حظ وافر ملا۔ موت کے بعد جب وہ اپنے رب سے ملیں گے تو رہائش کے لیے انھیں باغات عدن ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں سے کبھی نہیں نکلیں گے اور نہ انھیں موت آئے گی۔ ان کے ایمان اور اطاعت و بندگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر جو فضل و کرم ہوگا اور انھیں جو جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں ملیں گی، اس کے سبب وہ بندگانِ نیک بھی اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ جزائے عظیم اس بندے کو ملے گا جو دنیا میں اپنے رب سے ڈرتا رہے گا، اس کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کی طاعت و بندگی میں اپنی زندگی گزارے گا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں؟ حالانکہ تو نے ہمیں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جو اپنی ساری مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت سے میں تمھیں سرفراز کرتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے، اے رب! ان سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، میں اپنی رضا مندی تم پر نازل کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاری، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٩۔ مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ٢٨٢٩]

سورة الزلزال مدنية

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ قرآن پڑھایئے۔ آپ نے فرمایا: ''تین سورتیں پڑھو جن کی ابتدا میں ''الۤرٰ'' آتا ہے (یعنی یونس، ہود اور یوسف)۔'' اس نے کہا، میری عمر بڑی ہوگئی ہے، دل سخت ہوگیا ہے (یعنی نسیان غالب ہے) اور زبان موٹی ہوگئی ہے (اس وجہ سے میں یہ بڑی بڑی سورتیں یاد نہیں کر سکتا)۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم ''حٰمٓ'' والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو۔'' اس پر بھی اس نے اپنی پہلی بات ہی کہی۔ آپ نے فرمایا: ''تو مسبحات والی تین سورتیں یاد کر لو (جن کے شروع میں سَبَّحَ اور يُسَبِّحُ آتا ہے)۔'' اس پر بھی اس نے اپنی وہی بات دہرائی اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی جامع سورت پڑھا دیجیے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورۃ: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ ﴾ پڑھائی، آخر تک۔ تب وہ شخص کہنے لگا، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے کبھی زیادہ نہیں کروں گا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''اس آدمی نے نجات پائی۔'' [أبو داود، شهر رمضان، باب تحزيب القرآن : ١٣٩٩۔ مسند أحمد : ١٦٩/٢، ح : ٦٥٨٣]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲

''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی، اس کا سخت ہلایا جانا۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال باہر کرے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وقوع قیامت کے وقت زمین انتہائی سختی کے ساتھ ہلا دی جائے گی، اس پر موجود تمام مکانات منہدم ہو کر زمین بوس ہو جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، تمام ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے اور پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ نہ اس میں کوئی کجی رہے گی اور نہ اونچی نیچی جگہ۔ زمین کے اندر جتنے خزانے ہوں گے، وہ سب پہلے صور کے بعد باہر آ جائیں گے اور جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے مُردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴾ [القمر : ٦، ٧] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴾ [الانشقاق : ٣، ٤] ”اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناتے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (ناتا) توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔“ [مسلم، کتاب الزکوة، باب الترغیب في الصدقة قبل أن لا یوجد من یقبلها : ١٠١٣]

وَ قَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝

”اور انسان کہے گا اسے کیا ہے؟ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ اس لیے کہ بے شک تیرے رب نے اسے وحی کی ہو گی۔“

کافر انسان جو بعث بعد الموت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تھا، جب زمین کو نہایت شدت کے ساتھ ہلتا دیکھے گا تو مارے حیرت و دہشت کے کہے گا کہ آج اسے کیا ہو گیا ہے؟ لیکن مومن انسان ایسا سوال نہیں کرے گا، اس لیے کہ اس کا تو ایمان تھا کہ جب قیامت آئے گی تو زمین نہایت شدت کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔ اس دن زمین پر انسان نے جو بھی عمل خیر و شر کیا ہو گا، زمین اس کی گواہی دے گی اور ایسا وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں کرے گی اور اس کی ہرگز نافرمانی نہیں کرے گی۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ۝۶

”اس دن لوگ الگ الگ ہو کر واپس لوٹیں گے، تا کہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔“

جس دن زمین کی وہ حالت ہو گی جو اوپر بیان کی گئی ہے، اس دن لوگ اپنی قبروں سے نکل کر مختلف جماعتوں میں میدانِ محشر کی طرف دوڑیں گے، تا کہ وہ اپنے اعمال کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴾ [التكوير : ١٠ تا ١٤] ”اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔ ہر جان، جان لے گی جو لے کر آئی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ [النمل : ٨٣] ”اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔“

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ۝۷ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“

انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس کا کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہوتا اور وہ اسے قیامت کے دن اپنے سامنے پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی اچھا کام کیے ہوئے ہوگا، اس کا ثواب اسے آخرت میں ضرور ملے گا، جبکہ جو شخص ذرہ کے برابر بھی کوئی برائی کیے ہوئے ہوگا تو اسے بھی اس کا بدلہ مل کر رہے گا، الا یہ کہ اللہ اسے معاف کر دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ”اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ”اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں، کسی کے لیے باعث اجر، کسی کے لیے باعث ستر اور کسی کے لیے باعثِ بوجھ۔ جس شخص کے لیے وہ باعث اجر وثواب ہے وہ شخص ہے جس نے اسے اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لیے) باندھا۔ پھر اس کی رسی کو کسی چراگاہ یا کسی باغ میں دراز کر دیا تو اس رسی کی لمبائی میں چراگاہ یا باغ سے گھوڑا جو بھی کھائے گا اتنی ہی اس کے لیے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ اپنی رسی تڑا کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر چڑھ جاتا ہے تو اس کی لید اور قدموں کے نشان بھی اس کے لیے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ کسی دریا پر سے گزرے، پھر پانی پیے، اگرچہ مالک نے پانی پلانے کی نیت نہ کی ہو، تاہم (اس کا پینا) اس کے لیے نیکیاں ہوں گی۔ دوسرا وہ شخص جس نے گھوڑا اس لیے باندھا کہ وہ اس کے ذریعے سے غنا حاصل کرے اور سوال سے بچے اور اس کی گردن اور پیٹھ کے معاملہ میں اللہ کے حق کو نہ بھولے تو وہ اس کے لیے باعث پردہ ہو گیا، اور تیسرا وہ شخص جس نے فخر، ریا اور اسلام دشمنی کے لیے گھوڑا باندھا تو وہ اس کے لیے بوجھ ہوگا۔‘‘ پھر آپ سے گدھوں کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’اس سلسلہ میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا، سوائے اس جامع اور بے مثل آیت کے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يره ﴾ : ٤٩٦٢۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إثم مانع الزكوة : ٢٦/٩٨٧]

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦٣]

سیدنا جابر بن سلیم ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، خواہ اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے کے برتن میں پانی ہی ڈال دو، خواہ اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ بات ہی کر لو۔‘‘ [مسند أحمد : ٦٣/٥، ح : ٢٠٦٦٠۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦، عن أبي ذر رضي الله عنه]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی ہدیے کو بھی) حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کے کھر ہی کا کیوں نہ ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب الهبة و فضلها و التحريض عليها، باب فضل الهبة : ٢٥٦٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے عائشہ! معمولی اور حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔‘‘ [مسند أحمد : ١٥١/٦، ح : ٢٥٢٣١۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب : ٤٢٤٣]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾

”قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں! پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں! پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں! پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کی قسم! جو نہایت شدت کے ساتھ دشمن کی طرف دوڑتے ہیں اور جس کے سبب ان کے سینے سے ایک خاص قسم کی آواز نکلنے لگتی ہے۔ ان گھوڑوں کی قسم! جن کے تیز دوڑنے کے سبب ان کے کھروں کی رگڑ سے راہ کے پتھروں سے چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں اور ان گھوڑوں کی قسم! جو صبح کے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں، تاکہ انھیں اچانک جالیا جائے اور انھیں دفاع کرنے یا بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ دشمن پر حملہ اور گھوڑوں کے ذریعے سے ان پر فوج کشی کسی بھی مناسب وقت میں کی جا سکتی ہے۔ وہ گھوڑے اپنی تیز رفتاری اور دشمن پر حملے کی شدت کے سبب فضا کو غبار آلود بنا دیتے ہیں اور مجاہدین اسلام کو لے کر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور انھیں تہس نہس کر دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡہِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمۡ وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَہُمۡ ۚ اَللّٰہُ یَعۡلَمُہُمۡ ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ”اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا

جائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا پالا، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب کا سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا (اور سب پر اسے ثواب ملے گا)۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من احتبس فرسًا فی سبیل الله ...... الخ : ۲۸۵۳]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے یہ فرماتے سنا: ''خیر قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے یعنی اجر و ثواب اور مال غنیمت۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الخیل و أن الخیر معقود بنواصیها : ۱۸۷۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مقابلہ صرف تین چیزوں میں جائز ہے، اونٹ دوڑ، گھڑ دوڑ یا تیر اندازی۔'' [ترمذی، کتاب الجهاد، باب ما جاء فی الرهان و السبق : ۱۷۰۰۔ أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی السبق : ۲۵۷۴]

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا: یعنی صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ بوقت فجر چھاپا مارا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صبح فجر کے وقت دشمنوں پر حملہ کیا کرتے تھے، تو آپ (جب کسی علاقے پر حملے کے لیے جاتے تو) اذان کی آواز پر کان لگائے رکھتے تھے اور اگر وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی آواز سنائی دیتی تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے، ورنہ ان پر حملہ کر دیتے تھے۔ [مسلم، کتاب الصلوة، باب الإمساك عن الإغارة علی قوم فی دارالکفر ...... الخ : ۳۸۲]

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸

''بے شک انسان اپنے رب کا یقیناً بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔ اور بے شک وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت سخت ہے۔''

اس سورت کی پہلی پانچ آیات میں قسمیں اٹھانے کے بعد اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان یقیناً اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ یہ پانچوں قسمیں اس دعویٰ کی دلیل اور شاہد کے طور پر لائی گئی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے اپنے اس مالک کے لیے اتنی تگ و دو کرتے ہیں جو ان کی تھوڑی بہت خدمت کرتا ہے، جس نے نہ انھیں پیدا کیا ہے اور نہ حقیقی رازق ہے۔ تو کیا انسان اللہ تعالیٰ کے کہنے پر جو اس کا خالق بھی ہے، مالک اور رازق بھی، اتنی تگ و دو کرنے اور قربانی دینے پر تیار ہے؟

اگلی آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک انسان اپنے ناشکرا ہونے پر خود گواہ ہے، یعنی اس کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہے کہ وہ ناشکرا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ [التوبة : ۱۷] ''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔''

آخری آیت میں فرمایا کہ انسان مال و دولت سے بے انتہا محبت کرتا ہے، اس کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا اور اپنی جان جوکھم میں ڈال دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴾ [الفجر : ۲۰] ''اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بحرین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سا مال آیا، تو آپ نے فرمایا: ''اسے مسجد میں رکھ دو۔'' اور یہ مال اس سب مال سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ چکا تھا، پھر آپ نماز کے لیے تشریف لائے اور اس مال کی طرف دیکھا تک نہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اس مال کے پاس آ بیٹھے اور جس کسی پر آپ کی نظر پڑی اسے دینا شروع کیا۔ اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجیے، کیونکہ میں نے (غزوۂ بدر میں) اپنا بھی فدیہ ادا کیا تھا اور عقیل کا بھی (اور اب زیر بار ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''(جتنا چاہو) لے لو۔'' تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ لپیں بھر بھر کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے، پھر اسے اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے۔ کہنے لگے، یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیجیے کہ مجھے اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ نہیں ہوسکتا)۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اچھا، پھر ذرا خود ہی اٹھوا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ بھی نہیں ہو گا)۔'' آخر انھوں نے اس میں سے کچھ مال نکال دیا، پھر اٹھانے لگے تو بھی نہ اٹھا سکے اور کہا، یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیجیے کہ مجھے اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں (یہ نہیں ہوسکتا)۔'' پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ہی ذرا تعاون فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' پھر انھوں نے اس میں سے مزید کچھ مال نکال دیا اور (باقی کو) اپنے کندھے پر لاد کر چل دیے۔ آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے انھیں اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوئے۔ غرض آپ وہاں سے اس وقت اٹھے جب ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب القسمة و تعليق القنو في المسجد : ٤٢١]

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

''تو کیا وہ نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ ہے باہر نکال پھینکا جائے گا۔ اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا مغرور انسان کو معلوم نہیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ قبروں سے تمام مُردوں کو باہر نکال دے گا اور انسانوں کے سینوں میں جو بھی خیر و شر چھپا ہوگا وہ تمام ظاہر کر دیا جائے گا اور کوئی چیز چھپی نہیں رہے گی۔ اس دن ان کا رب ان کے ظاہر و باطن تمام اعمال سے خوب باخبر ہوگا اور ان اعمال کا انھیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

سورة القارعة مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾

''وہ کھٹکھٹانے والی۔ کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا، قیامت کا دن، جو اپنی ہولناکیوں اور دہشت کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں کو نہایت سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دینے والا ہوگا، آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیسی بلائے ناگہانی ہے، اس کی ہولناکیاں کس قدر شدید ہیں اور اس کی آوازیں کس قدر دہشت ناک ہیں؟ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۫ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۙ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ''پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔''

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾

''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔''

جس طرح پروانے بے شمار تعداد میں ایک دوسرے کے گرد اڑتے، گھومتے، آپس میں ٹکراتے ہوئے آگ کی طرف تیزی سے جا رہے ہوتے ہیں، اسی طرح سب لوگ ایسی ہی پریشانی اور تیزی کے ساتھ میدانِ محشر میں بلانے والے کی طرف جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى

الدَّاعِ يَقُولُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ۸،۷] ''ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [ابراهيم : ٤٣] ''اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا (یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن متکبر لوگ آدمیوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کیے جائیں گے۔ ہر طرف سے ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہو گی۔ وہ جہنم کی ایک 'بولس' نامی کوٹھڑی کی طرف ہانکے جائیں گے۔ آگوں کی آگ ان پر مسلط ہو گی۔ انھیں جہنمیوں کا پسینا اور ان کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی۔'' [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب ما جاء في شدة الوعيد للمتكبرين : ۲٤٩٢۔ مسند الحميدی بتحريفات الأعظمی : ۲۷۲/۲، ۲۷۳، ح : ۵۹۸]

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵

''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔''

قیامت کے دن پہاڑ دھنک کر اون یا روئی کے گالوں کی طرح کر دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴾ [طٰهٰ : ۱۰۵] ''اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔'' چونکہ پہاڑ سرخ، سفید، سیاہ اور بے شمار رنگوں والے ہیں، اس لیے جب وہ دھنکے جائیں گے تو مختلف رنگوں میں رنگی اور دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

''تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ کیا ہے؟ ایک سخت گرم آگ ہے۔''

اس دن جب لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے اور ان کے نامۂ اعمال رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے، تو جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور اسے جنت میں دائمی خوشگوار زندگی مل جائے گی۔ اس کے برعکس جس کی نیکیاں کم ہو جائیں گی اور گناہ زیادہ ہو جائیں گے، یا اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی جیسے کافر و مشرک، تو اس کا ٹھکانا جہنم کی کھائی ہوگی، جس میں وہ سر کے بل ڈال دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا: ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴾ [المؤمنون : ١٠١ تا ١٠٤] ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

آخر میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی ہولناکیوں اور اس کے عذاب کی سختی کا احساس دلانے کے لیے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم کہ وہ ''هَاوِيَةٌ'' کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ وہ تو جہنم کی دھکتی ہوئی آگ ہے، جس کی گرمی دنیا کی آگ کی گرمی سے انہتر گنا زیادہ ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔'' کسی نے کہا، یا رسول اللہ! (جلانے کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا: ''ہاں، لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٥ ـ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب قیامت والے دن اسے ہوگا جس کے پاؤں کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے اور انھی دو انگاروں (کی شدت حرارت) کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا : ٢١٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگ نے اپنے رب سے شکایت کی، اے اللہ! میرا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھائے جا رہا ہے، لہٰذا مجھے سانس لینے کی اجازت دیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سردی میں اور ایک گرمی میں۔ پس سخت سردی، جو تم پاتے ہو اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے اس کے گرم سانس کا اثر ہے۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر......الخ : ٦١٧/١٨٧ ـ بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، بلاشبہ گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔'' [بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر : ٥٣٦ ـ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر ...... الخ : ٦١٥]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: «لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ وَادِيَانِ وَ لَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ» ”اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس (ایسی) دو وادیاں ہو جائیں اور (سنو!) انسان کا منہ (قبر کی) مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔“ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم ان الفاظ کو قرآن کا حصہ ہی سمجھتے تھے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ نے) یہ سورۃ: ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ نازل فرمائی۔ [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال : ٦٤٣٩، ٦٤٤٠]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾

”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تمھیں کثرت اور زیادہ کی چاہت نے اللہ اور اس کی محبت سے غافل کر دیا ہے۔ یہاں صرف کثرت اور زیادہ کی چاہت کا ذکر کیا گیا اور ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا گیا جن میں آدمی نام و نمود کی خاطر زیادہ کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس لیے اس ”تکاثر“ میں ہر وہ چیز شامل ہو گی جس میں کثرت کی خواہش فخر و مباہات کے لیے ہوتی ہے، چاہے وہ مال ہو یا اولاد، نوکر چاکر ہوں یا جاہ و حشمت۔ ہر وہ چیز جس میں طلب کثرت سے مقصود طلب رضائے الٰہی نہ ہو، اس میں داخل ہو گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے پاس اگر مال و دولت سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا، (کیونکہ) آدمی کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی سوائے (قبر کی) مٹی کے اور اللہ تعالیٰ اسی کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يتقى من فتنة المال : ٦٤٣٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثًا ...... الخ : ١٠٤٨]

سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سورۃ: ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا رہتا ہے، میرا مال میرا مال، اے ابن آدم! تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۵۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کے ساتھ (قبرستان میں) تین چیزیں جاتی ہیں، جن میں سے دو تو واپس آ جاتی ہیں، صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں، پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال تو لوٹ آتے ہیں، صرف اس کا عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ٦٥١٤۔ مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹٦۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی جاتی ہے توں توں اس کے اندر دو چیزوں کی خواہش بڑھتی جاتی ہے، ایک مال کی محبت اور دوسری عمر کی درازی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد أعذر اللہ إلیه فی العمر ...... الخ : ٦٤٢١۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھة الحرص علی الدنیا : ۱۰٤۷]

سب سے نقصان دہ حرص دو چیزوں کی ہے، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دو بھوکے بھیڑیے بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں، تو وہ انھیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا نقصان آدمی کے دین کو اس کی مال اور بڑا بننے کی حرص پہنچاتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب حدیث : ما ذئبان جائعان أرسلا فی غنم ...... الخ : ۲۳۷٦۔ طبرانی کبیر : ۱۹/ ۹٦، ح : ۱۸۹]

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲

''یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! تم اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے یکسر غافل رہو گے، یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاؤ۔ اس وقت تمھاری آنکھوں کا پردہ ہٹ جائے گا اور حقیقت تمھارے سامنے کھل کر آ جائے گی، لیکن اس وقت ایمان و یقین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہاں ہم زیارت قبور کے احکام و مسائل کے حوالے سے چند احادیث رسول پیش کرتے ہیں۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمھیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، اب مجھے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جانے کی اجازت مل گئی ہے، لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ آخرت یاد کرواتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور : ۱۰۵٤۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه ...... الخ : ۱۰۸/ ۹۷٦، ۹۷۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کو قبر پر روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور : ۱۲۸۳]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو یوں کہیں: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ إِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)) ''اے ان گھروں کے مسلمان اور مومن باسیو! السلام علیکم، ہم ان شاء اللہ تمھارے پاس آنے ہی والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے خیر و عافیت کا طلب گار ہوں۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور ...... الخ : ۹۷۵]

سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ قبروں پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر ...... الخ : ۹۷۲/۹۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وفات کی علامتیں ظاہر ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ (شدت تکلیف سے) اپنی چادر بار بار چہرۂ مبارک پر ڈالتے اور جب کچھ افاقہ ہوتا تو چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا دیتے اور آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مسلمانوں کو ایسے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، بابٌ : ۴۳۵، ۴۳۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور ...... الخ : ۵۳۱]

سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پانچ روز قبل نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں اللہ کے علاوہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لوگو! غور سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور ...... الخ : ۵۳۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے تو یہ اس کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر ...... الخ : ۹۷۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پکی بنانے، قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور قبر پر کسی بھی قسم کی عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه : ۹۷۰]

﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾ ﴾

''ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ ہرگز نہیں، کاش! تم جان لیتے، یقین کا جاننا۔''

فرمایا کہ دنیا کی حرص و ہوس والے اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں، ورنہ قیامت کے دن وہ اس کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اگر وہ حبِ دنیا اور فخر و مباہات میں لگے رہے اور اللہ کی یاد سے غافل رہے تو عنقریب روزِ قیامت اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ موت کے بعد جن حالات کا تم سامنا کرنے والے ہو، اگر اس کا یقینی علم تمھارے دلوں کو چھو لیتا، تو تم دنیا کی حرص و ہوس میں نہ پڑتے، بلکہ زہد و تقویٰ اور عمل صالح والی زندگی کو اپنا لیتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴾ [النازعات : ۳۵ تا ۳۹] ''جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔ اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔ پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) بات کرے گا اور تب اللہ کے اور اس شخص کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے، بائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہیں آئے گا، سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے اور اپنے آگے دیکھے گا، تو کچھ دکھائی نہیں دے گا سوائے آگ کے، جو اس کے منہ کے سامنے ہو گی، لہٰذا آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ...... الخ : ۱۰۱۶]

﴿ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ﴾

''کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم لوگ جہنم کو قیامت والے دن ضرور دیکھو گے۔ مشرک اسے دیکھے گا اور اس میں پھینک دیا جائے گا اور مومن اسے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات دے دے گا۔ آگے فرمایا کہ تمھارا جہنم کو دیکھنا ایسی یقینی بات ہے جس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے، اسے سامنے لایا جائے گا اور تمام اہل موقف اسے دیکھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ [الكهف : ۵۳] ''اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ ۸

’’پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! جس دن تم لوگ جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، اس دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اللہ نے تمھیں دنیا میں دی تھیں۔ نعمتوں کے بارے میں بندوں سے سوال یہ کیا جائے گا کہ انھوں نے ان پر اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کیا یا نہیں؟ تو جس نے دنیا میں اس کا شکر ادا کیا ہو گا وہ نجات پا جائے گا اور جس نے ناشکری کی ہو گی وہ اس کی گرفت میں آ جائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، یعنی صحت اور فراغت۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ ...... الخ : ٦٤١٢]

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے شکر کو ادا نہیں کرتے اور جو اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کرے وہ غافل ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت والے دن بندے سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہو گا وہ (اللہ کی عطا کی ہوئی) نعمتیں ہوں گی، بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تجھے صحت مند و توانا جسم نہیں دیا تھا؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟‘‘ [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة ألهاكم التكاثر : ٣٣٥٨۔ مستدرك حاكم : ١٣٨/٤، ح : ٧٢٠٣۔ ابن حبان : ٧٣٦٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التكاثر : ۸] ’’پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔‘‘ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! ہم سے کس نعمت کے بارے میں سوال ہو گا (ہماری خوراک) یہی دو کالی چیزیں (کھجور اور پانی) ہیں، دشمن سر پر ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر رہتی ہیں (پھر باز پرس کس چیز کی ہو گی؟) آپ نے فرمایا: ’’تاہم یہ ضرور ہو گا۔‘‘ [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ألهاكم التكاثر : ٣٣٥٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دن یا رات کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی وہاں موجود ہیں۔ آپ نے پوچھا: ’’تمھیں تمھارے گھروں سے اس وقت کس چیز نے نکالا؟‘‘ انھوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول! بھوک نے۔ آپ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی وہی چیز (گھر سے) باہر لے آئی ہے، جس نے تمھیں نکالا ہے، تو (میرے ساتھ) چلو۔‘‘ وہ دونوں آپ کے ساتھ چل پڑے، آپ ایک انصاری صحابی کے گھر آئے، لیکن وہ صحابی گھر میں موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا، اہلاً و سہلاً و مرحبا (یا رسول اللہ!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا:

"فلاں شخص (یعنی تمھارا خاوند) کہاں ہے؟" اس نے کہا، وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری صحابی بھی آ گیا۔ اس نے جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا، الحمد للہ! آج کسی کے پاس اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں، جتنے میرے پاس ہیں، پھر وہ گیا اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آیا، جس میں نیم پختہ، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں اور کہنے لگا، اس میں سے کھائیے۔ پھر اس نے چھری پکڑی، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔" الغرض، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ایک بکری ذبح کی (اور اسے پکایا) تو سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور (میٹھا) پانی پیا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور پانی پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور بضرور تم سے قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تم بھوک کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمھارے واپس لوٹنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں عطا کیں۔" [مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره ...... الخ : ۲۰۳۸]

سورة العصر مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِيۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

ع ۲۸

"زمانے کی قسم! کہ بے شک ہر انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔"

وَالۡعَصۡرِ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کی عصر کی نماز ضائع ہو گئی گویا کہ اس کے اہل و عیال اور اس کا مال سب کچھ تباہ ہو گیا۔" [ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء في السهو عن وقت صلوة العصر : ۱۷۵]

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِيۡ خُسۡرٍ : اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انسان خسارے میں رہیں

گے اور انھیں فلاح نصیب نہیں ہوگی۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، شیطان کی اطاعت کرتے رہے، ایمان نہیں لائے، نیک عمل نہیں کیے، حق کی تبلیغ نہیں کی اور صبر کی تلقین نہیں کی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۱۹] ''اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷] ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ٞ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ۵] ''اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہوگیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔''

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : ایمان لانا بڑا ضروری ہے، ایمان کے بغیر نجات نہیں، بغیر ایمان کے تمام اعمال صالحہ بیکار ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۹] ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۴] ''اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : نیک اعمال کرنا بھی ضروری ہے، قیامت کے روز نیک اعمال ہی کام آئیں گے، جس کا نیک اعمال والا پلڑا جھک جائے گا وہ جنت میں جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷ تا ۲۰] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ

کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: یعنی جو حق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اس کو لوگوں تک پہنچانا، اس کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت اور وصیت کرنا۔ اگر کوئی شخص ایمان بھی لاتا ہے اور نیک عمل بھی کرتا ہے لیکن اسلام کی تبلیغ نہیں کرتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتا تو وہ نقصان میں رہے گا۔ صرف مسلمان ہونا کافی نہیں، بلکہ اسلام کی دعوت دینا، نیک کام کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”جو یہاں موجود ہے وہ اسے جو یہاں موجود نہیں (میری بات) پہنچا دے، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے بات پہنچائی جائے وہ (اسے) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منًى : ١٧٤١]

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: حق کی وصیت یعنی تبلیغ کا کام بہت مشکل ہے، اس راہ میں بہت سی رکاوٹیں آتی ہیں، بہت سی تکلیفیں جھیلنا پڑتی ہیں اور بہت سی دل آزار باتیں سننا پڑتی ہیں۔ ان مصائب کو برداشت کرنا صبر کے بغیر ممکن نہیں اور یہ چیز بغیر اللہ کی توفیق کے ممکن نہیں۔ اس راہ میں بہت سے لوگوں کے پیر پھسل جاتے ہیں، بہت سے ڈگمگانے لگتے ہیں اور ہمت ہار جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے لوگوں کو صبر کی تلقین کرنا بہت ضروری ہے۔ یعنی صرف تبلیغ کرنا ہی کافی نہیں، بلکہ تبلیغ کرنے والوں کو صبر و استقامت کی نصیحت کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ وہ پامردی کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہیں۔ جس معاشرہ میں اور اس کے افراد میں یہ چاروں صفات پائی جائیں ان کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور آخرت میں وہ خسارے سے محفوظ رہیں گے۔

سورة الهمزة مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ۝۱

"بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وادی ویل، یا ہلاکت و عذاب کی دھمکی ہر اس شخص کو دی ہے جو لوگوں کی عیب جوئی اور منہ پر یا پیٹھ پیچھے غیبت کرتا پھرتا ہے۔ "هُمَزَةٍ" سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی کی اس کے منہ پر برائی بیان کرتا ہے اور "لُّمَزَةِ" اس کو کہتے ہیں جو کسی کی پیٹھ پیچھے برائی بیان کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيۡمٍ ﴾ [القلم : ۱۰، ۱۱] "اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُنَّ خَيۡرًا مِّنۡهُنَّ ۚ وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِيۡمَانِ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ يَتُبۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [الحجرات : ۱۱] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔" اور فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [الحجرات : ۱۲] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ

سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”(غیبت یہ ہے کہ) تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سنے تو) اسے ناگوار گزرے۔“ کسی نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تب؟ فرمایا: ”اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ عیب موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة : ۲۵۸۹]

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۝۲ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝۳

”وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔“

یعنی لوگوں کی عیب جوئی، ان پر طعنہ زنی اور ان کی تحقیر کا اصل باعث اس کی مال جمع کرنے کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش اور شدید بخل ہے۔ اس بخل نے چونکہ اس میں فراخ دلی یا ہمدردی وغیرہ کی کوئی خوبی باقی نہیں چھوڑی، اس لیے وہ اپنی خست و کمینگی پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر صاحب خیر پر طعن کرتا اور اس کی عیب جوئی کرتا ہے، تاکہ کوئی اس کے بخل و حرص کی مذمت کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکے۔ منافقین بھی یہی کام کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۹] ”وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس کے علاوہ وہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کے لیے دوسروں کی بدگوئی اور عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے آپ کو صاف ستھرا ظاہر کرتا ہے، تاکہ لوگ ہر سودے اور ہر کام میں کسی اور سے معاملہ کرنے کے بجائے صرف اس سے معاملہ کریں اور اس کا مال بڑھتا رہے۔ اس کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ مال کو موت سے بچانے والا سمجھتا ہے، کیونکہ اتنی عمر ہونے کے باوجود وہ مال جمع ہی کرتا جاتا ہے، نہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور نہ بندوں کا، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جمع کیا ہوا مال اسے مرنے نہیں دے گا، بلکہ ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝۴ۖ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ۙ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ؕ

’’ہرگز نہیں، یقیناً وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دلوں پر جھانکتی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا گمان غلط ہے، اسے موت ضرور آئے گی اور اس عارضی زندگی کے بعد دائمی زندگی آئے گی، جس میں اسے اپنے برے اعمال کی سزا بھگتنا ہوگی اور قیامت کے دن اسے اس آگ میں ڈال دیا جائے گا جو اپنے اندر ڈالی جانے والی ہر چیز کو نیست و نابود کر دے گی۔ آگے فرمایا کہ اے نبی ! آپ کو کیا معلوم کہ وہ ’’حطمہ‘‘ یعنی جہنم کیا چیز ہے؟ پھر کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہوگی، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو اپنی شدت اور تیزی کے سبب جسموں کو جلاتی ہوئی دلوں تک پہنچ جائے گی۔

الْحُطَمَةِ : یعنی بہت ہی توڑ پھوڑ دینے والی، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا)) ’’میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے اپنے حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب العمل فی الصلوۃ، باب إذا انفلت الدابۃ فی الصلوۃ : ۱۲۱۲]

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ : ’’اللہ کی آگ‘‘ کہنے میں اس آگ کی جو ہولناکی بیان ہوئی ہے وہ کسی اور لفظ میں بیان ہو ہی نہیں سکتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو یہ آواز کیسی ہے؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ ایک پتھر ہے جو ستر (۷۰) سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا، وہ دوزخ میں گرتا رہا، یہاں تک کہ اب اس وقت وہ اس کی تہ میں پہنچا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا ، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۴]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آگ ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک پہنچے گی، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک اور بعض کی ہنسلی تک پہنچے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۵/۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔‘‘ کسی نے کہا، یا رسول اللہ ! (جلانے کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا: ’’ہاں، لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار و أنھا مخلوقۃ : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذ نا اللہ منھا : ۲۸۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنمیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، پھر اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی کا کوئی لمحہ گزرا؟ وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (میں نے کوئی خیر نہیں دیکھی) پھر جنتیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ برے حال میں تھا۔ اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تنگی و مصیبت دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل و تکلیف دہ لمحہ بھی آیا؟ وہ کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! اللہ کی قسم، مجھ پر کبھی کوئی تنگی و مصیبت نہیں آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنیا فی النار...... الخ : ۲۸۰۷]

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

''یقیناً وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہے۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔''

آگ کو بند کر دیا جائے گا، یعنی اس کی بھاپ کو بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا، دوزخ کی پوری گرمی اندر ہی رہے گی، باہر نہیں نکلنے پائے گی۔ دوزخ میں لمبے لمبے ستون ہوں گے جن کے درمیان کی جگہ کو بند کرکے آگ کو بند کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ [البلد : ۱۹، ۲۰] ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی ہوئی ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود : ۱۵، ۱۶] ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ؕ﴿۱﴾ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ٪﴿۵﴾

’’کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کس طرح کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر کھنگر (پکی ہوئی مٹی) کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش پر احسان جتاتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، کیا آپ نے اللہ کی قدرت، اس کی عظمت، بندوں پر اس کی رحمت اور اس کی توحید اور اس کے رسول کی صداقت کے دلائل کا اصحاب فیل کے واقعے میں نظارہ نہیں کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کے خلاف اصحاب فیل کی سازش کو کس طرح ناکام بنا دیا؟ ان کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو سمندر کی طرف سے آئے تھے۔ اہل مکہ نے، جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے، انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ابرہہ کی فوج کے اوپر آئے اور اپنی چونچوں اور پنجوں میں موجود کنکریوں کو ان پر برسانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے، تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو جو حرمت عطا فرمائی تھی اس کو برقرار رکھا اور تخریبی کارروائی کی نیت سے آنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمین

کو پیدا کیا، اسی دن سے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دے دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا اسے حرمت والا قرار دینے کی وجہ سے وہ قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ (اس میں قتال وغیرہ) مجھ سے پہلے بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے جو حلال ہوا تو وہ بھی صرف ایک گھڑی کے لیے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ۴۳۱۳۔ مسلم، کتاب الحج، باب مکة و تحریم صیدها ...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ فتح کروا دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''یقیناً اللہ نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مومنوں کو مکہ پر غلبہ دیا۔ تو (اس میں قتال وغیرہ) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوا ہے، اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب فی اللقطة، باب کیف تعرف لقطة أهل مكة ؟ : ۲۴۳۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و صیدها ...... الخ : ۱۳۵۵]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر (مکہ جانے کے لیے مدینہ سے) باہر نکلے اور جب آپ راستے میں ایک جگہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خالد بن ولید قریش کے (دو سو) سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ لگانے کے لیے غمیم میں فروکش ہیں، لہٰذا تم دائیں طرف کا راستہ اختیار کرو۔'' اللہ کی قسم! خالد کو خبر ہی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ (اسلامی) لشکر کا غبار انھیں دکھائی دیا۔ تو (ان میں سے) ایک شخص فوراً قریش کو اطلاع دینے کے لیے روانہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے، یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی پر پہنچے کہ جہاں سے ان پر اترا جائے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لیے) کہا، حَلْ حَلْ، لیکن وہ نہیں اٹھی، تو لوگوں نے کہا، قصوا اڑ گئی، قصوا اڑ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قصوا نہیں بیٹھی اور نہ یہ اس کی عادت ہے، بلکہ اسے اس ہستی نے روک دیا جس ہستی نے ہاتھی (والوں) کو روک دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠﴿۴﴾

''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔''

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنے کئی احسانات ذکر فرمائے ہیں۔ قریش مکہ معظّمہ میں رہتے تھے اور کعبہ کے متولی تھے۔ یہ لوگ سال میں دو تجارتی سفر کرتے تھے، گرمی کے موسم میں شام کی طرف، کیونکہ وہ سرد علاقہ ہے اور سردی میں یمن کی طرف، کیونکہ وہ گرم علاقہ ہے۔

پہلا احسان تو یہ کہ ان کے دل میں سفر کی محبت ڈال دی۔ نہ انھیں سردی کے سفر میں مشقت محسوس ہوتی ہے اور نہ گرمی میں۔ سفر ہی دنیا میں وسیلۂ ظفر ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو سفر سے مانوس نہ کرتا تو وہ بھی اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور سفر سے جو مال و دولت، تجربہ و علم اور دنیا بھر کے لوگوں اور علاقوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ کبھی حاصل نہ ہوتی۔ سفر سے مانوس ہونے کی یہی نعمت مسلمانوں کو آگے چل کر ہجرت کے سفر میں کام آئی، پھر کفار کے ساتھ لڑائی میں اور اس کے بعد روم و شام، عراق و فارس، ہند و سندھ، مصر و افریقہ بلکہ مشرق و مغرب کی فتوحات میں کام آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم قوم کے دنیا پر غالب آنے اور غالب رہنے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ سفر سے نہ گھبرائیں اور جب نکلنے کا موقع ہو تو زمین کے ساتھ چمٹ ہی نہ جائیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کافر اقوام ہی بری، بحری اور فضائی سفروں کی اجارہ دار ہیں، جبکہ مسلمان اکثر و بیشتر یہ سبق بھول چکے ہیں۔

دوسرا احسان یہ کہ اس وقت تمام عرب میں سخت بدامنی تھی، کسی کو خبر نہ تھی کہ کب اس پر حملہ ہو جائے اور اسے قتل کر دیا جائے؟ اٹھا لیا جائے، مال لوٹ لیا جائے یا عورتیں اور بچے غلام بنا لیے جائیں۔ ایسے حالات میں صرف اہل مکہ ہی کو یہ امن حاصل تھا کہ کوئی ان کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٧] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟''

تیسرا احسان یہ کہ حرم کے باشندے ہونے کی وجہ سے تجارتی سفروں میں کوئی نہ ان کا قافلہ لوٹتا اور نہ ان سے وہ ٹیکس لیے جاتے، جو ہر قبیلہ اور ہر قوم اپنے علاقے سے گزرنے والوں سے لیتی تھی۔ انھیں کہیں آنے جانے سے بھی نہیں روکا جاتا تھا۔ چوتھا احسان یہ کہ تمام دنیا کے لوگ حج اور عمرہ کے لیے مکہ میں آتے اور دنیا بھر کا سامانِ تجارت یہاں پہنچتا۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے پھل ابراہیم ﷺ کی دعا کے نتیجہ میں یہاں پہنچتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٧] ''اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

ان تجارتی سفروں اور مکہ کی تجارت کے مالک ہونے کی وجہ سے قریش بڑے مال دار تھے اور حرم کی برکت سے امن وامان سے بھی بہرہ ور تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام نعمتیں اللہ کے گھر کی برکت سے ہیں اور صرف اور صرف رب تعالیٰ کا عطیہ ہیں۔ لہٰذا انھیں بھی یہ چاہیے کہ صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی بھی صنم، شریک اور بت کی عبادت نہ کریں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجا لاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں امن سے نوازتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں امن سے محروم کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۱۲، ۱۱۳] ''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس انھی میں سے ایک رسول آیا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، تو انھیں عذاب نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے۔ تو یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! وہ آدمی لائق صد حیرت ہے جو قیامت کے دن کو اور جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے اور کہتا ہے کہ موت کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے کہ جس میں انسانوں کو ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا۔ وہ آدمی سنگ دل اور بے رحم ہے، یتیموں کو بری طرح ڈانٹتا ہے، انھیں دھکے دے کر بھگا دیتا اور ان کا حق ہڑپ کر جاتا ہے۔ چونکہ اس کا آخرت اور جزا و سزا پر ایمان نہیں، اسی لیے نہ وہ خود مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۥ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴾ [الفجر : ١٦ تا ١٨] ''اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔''

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾

''پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے۔ آخرت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ نماز نہیں پڑھنا چاہتے تھے، مگر اپنے

آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے انھیں پڑھنا پڑتی تھی۔ حقیقت میں وہ اپنی نماز سے غافل تھے۔ یہ غفلت کئی طرح سے تھی، صرف دکھاوے کے لیے پڑھتے تھے، لوگوں کے سامنے ہوتے تو پڑھ لیتے ورنہ چھوڑ ہی دیتے اور پڑھتے بھی تو وقت ضائع کر کے پڑھتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ [مريم : ٥٩، ٦٠] ''پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نماز منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے اور جب سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ اٹھ کر چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اس میں اللہ کو یاد نہیں کرتا مگر تھوڑا۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر : ٦٢٢]

ان کا نماز ادا کرنے کا انداز بتاتا تھا کہ انھیں اپنی نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ١٤٢] ''بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔''

نماز میں بھول تو مخلص مسلمان سے بھی ہو سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو گئی تھی، جب ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا، مگر نماز ہی سے بھول ہو جائے، یہ نفاق ہے۔ اس لیے یہ نہیں فرمایا: ''هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ'' کہ ان سے ان کی نماز میں بھول ہو جاتی ہے۔ بلکہ فرمایا: ﴿ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ یعنی وہ اپنی نماز ہی سے بھولے ہوئے ہیں، انھیں خیال ہی نہیں کہ ہمیں نماز پڑھنی ہے۔ پڑھتے ہیں تو یاد ہی نہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، نہ خشوع ہے اور نہ خضوع۔ ڈاڑھی اور کپڑوں سے کھیل رہے ہیں، جمائیاں لے رہے ہیں، ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ غرض ساری نماز پڑھ جاتے ہیں، مگر کچھ پتا نہیں کہ کیا پڑھا؟

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶

''وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حقیقت کھول دی کہ ان کی نماز لوگوں کے دکھاوے کے لیے ہوتی ہے۔ چونکہ

وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے وہ اپنی اس نماز سے ثواب کی امید رکھتے ہیں، نہ عذاب وعقاب کا خوف۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے (یعنی دکھلاوے) کے لیے کیا تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سننے والے (چھوٹے بڑے) سب لوگوں کو اس کے عمل سے آگاہ کر دیتا ہے اور پھر (لوگوں کی نظروں میں) اسے حقیر اور ذلیل کر دیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۲۳، ۲۲٤، ح : ۷۱۰٤]

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ خوف والی چیز جس کا مجھے تم پر ڈر ہے وہ شرک اصغر ہے۔'' لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ''دکھاوا اور ریا کاری، جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ ان (ریا کاروں) سے فرمائے گا، جاؤ! ان لوگوں کے پاس جنھیں دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے اور دیکھو! کہ کیا تمھیں ان کے ہاں کوئی بدلہ ملتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٤٢٩، ح : ۲۳٦۹۹]

وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

ع ۳۲

''اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔''

یعنی یہ لوگ نہ تو اپنے رب کی عبادت ہی اچھے طریقے سے بجا لاتے ہیں اور نہ اس کی مخلوق ہی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان عام برتنے کی چیزوں کو عاریتاً بھی نہیں دیتے جو ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے مانگ لی جاتی ہیں اور پھر استعمال کے بعد واپس کر دی جاتی ہیں۔ یہ لوگ جب استعمال کی چیزیں اس طرح عاریتاً نہیں دے سکتے، تو یہ زکوۃ کیا ادا کریں گے اور تقرب الٰہی کے حصول کے لیے کوئی اور مالی قربانی کیا دیں گے؟

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اونٹ والا، گائے والا اور بکری والا ان کا حق ادا نہیں کرتا، اسے قیامت کے دن ایک چٹیل زمین پر بٹھا دیا جائے گا، تو کھروں والا جانور اس کو اپنے کھروں سے روندے گا اور سینگوں والا اسے اپنے سینگوں سے مارے گا۔ اس دن کوئی جانور بے سینگ نہیں ہوگا اور نہ کوئی سینگ ٹوٹا۔'' ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ان کا حق کیا ہے؟ فرمایا: ''ان کے نر کو جفتی کے لیے دینا، اس کے ڈول کو عاریتاً دینا، اور اس کو دودھ پینے کے لیے عاریتاً دینا اور جب پانی پلانے لے جائیں تو اس کا دودھ دھو کر (غریبوں کو) پلانا (اونٹوں کو چوتھے پانچویں دن پانی پلانے کے لیے لایا جاتا ہے اور وہاں دودھ ملنے کی امید پر فقرا بھی جمع ہوتے ہیں) اور اللہ کی راہ میں سواری اور بوجھ لادنے کے لیے دینا اور جو صاحب مال اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ بن جائے گا اور مالک جہاں بھی جائے گا تو یہ اپنے مالک کے پیچھے دوڑے گا۔ مالک اس سے بھاگے گا، اس وقت کہا جائے گا، یہ وہی مال ہے جس میں تو بخل کرتا تھا، پھر جب وہ دیکھے گا کہ یہ میرا پیچھا نہیں

چھوڑتا تو اس کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال دے گا، اژدہا اس کا ہاتھ اس طرح چبا دے گا جس طرح اونٹ چباتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزکوة : ۹۸۸/۲۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے ہاں قیام پذیر تھے کہ کسی دوسری بیوی نے کھانے کی رکابی بھیجی، تو اس بیوی نے جس کے ہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے (ازراہ رقابت) خادم کے ہاتھ کو جھٹکا دیا، رکابی گر کر ٹوٹ گئی، آپ رکابی کے ٹکڑے اور جو کھانا اس میں تھا اسے جمع کرنے لگے اور فرمایا: ''تمھاری ماں کو غیرت آ گئی۔'' پھر خادم کو روکے رکھا، آخر اس بیوی سے ایک سالم رکابی لے کر (اس خادم کے ہاتھ) اس بیوی کے ہاں بھجوا دی جس نے بھیجی تھی اور یہ ٹوٹی ہوئی رکابی اسی گھر میں رکھ لی، جہاں ٹوٹی تھی۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرة...... الخ : ۵۲۲۵]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگی ہوئی چیز واپس کرنا، ضامن کو تاوان بھرنا اور قرض کی ادائیگی لازم ہے۔'' [ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی أن العاریة مؤداة : ۱۲۶۵]

سورة الكوثر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۟ۙ

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔''

یعنی دشمن تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کے پاس کچھ نہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے۔ کوثر میں وہ ساری خیر کثیر شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔ مثلاً اسلام، نبوت، اخلاق حسنہ، بہترین فرماں بردار امت، جنت اور دوسری نعمتیں جو شمار نہیں ہو سکتیں۔ لغت کے لحاظ سے کوثر کے معنی یہی ہیں۔

البتہ بہت سی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح آپ نے محشر میں آپ کو عطا کیے جانے والے حوض کا نام بھی کوثر بتایا، اس لحاظ سے یہ تفسیر مقدم ہے، مگر ترجیح کی ضرورت تب ہے جب دونوں تفسیروں میں تعارض ہو، جو یہاں ہے ہی نہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انھوں نے کوثر کے متعلق فرمایا، اس سے مراد وہ

خیر ہے جو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے تو انھوں نے کہا، جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس خیر میں شامل ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٩٦٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر اونگھ طاری ہوئی، پھر مسکراتے ہوئے آپ نے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ ارشاد فرمایا: ”مجھ پر ابھی ابھی قرآن کی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔“ پھر آپ نے اس کی تلاوت کی: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ۰۰۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ۰۰۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾ پھر فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟“ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں؟ فرمایا: ”کوثر ایک نہر ہے، جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں بہت خیر ہے، روز محشر میرے امتی اس حوض کا پانی پینے کے لیے آئیں گے۔ اس حوض پر اتنے گلاس ہوں گے جتنے آسمان کے تارے۔ ان میں سے ایک شخص کو وہاں سے بھگا دیا جائے گا، میں کہوں گا، اے اللہ! یہ میرا امتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعتیں نکالی تھیں۔“ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب حجة من قال : البسملة آية من أول كل سورة سوى براءة : ٤٠٠]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ برس کے بعد احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے کوئی زندوں اور مُردوں کو رخصت کرتا ہے، پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ”میں تمھارا پیش خیمہ ہوں، تمھارے اعمال کا گواہ ہوں اور مجھ سے (قیامت کے دن) تمھاری ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی۔ میں اپنے اس مقام سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ أحد ...... الخ : ٤٠٤٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ و صفاته : ٢٢٩٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوثر جنت کی ایک ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں، وہ یاقوت اور موتیوں پر بہتی ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ عمدہ اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الكوثر : ٣٣٦١۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة الجنة : ٤٣٣٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے جنت میں مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح ہوں گی۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ پرندے بڑے خوش و خرم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ”عمر! ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش و خرم ہوں گے۔“ [مسند أحمد : ٢٣٦/٣، ح : ١٣٤٨٦]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! حوض کے برتن کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس کے برتن آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ یاد رکھو! تارے بھی اس رات کے، جو تاریک ہو اور بادل کے بغیر ہو۔ جنت کے برتن ایسے ہیں کہ جو ان سے پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس وقت کے آخر تک جو اس پر گزرے گا۔ اس حوض میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں۔ جو اس سے پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس کا عرض طول کے برابر ہے، جتنا عمان سے ایلہ تک فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته : ۲۳۰۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں ایک نہر پر پہنچا، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا، یہ کوثر ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٩٦٤]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشگوار ہے، اس پر رکھے ہوئے آب خوروں کی تعداد آسمان کے ستاروں جیسی ہے۔ جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض ...... الخ : ٦٥٧٩۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته : ۲۲۹۲]

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾

''پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر یا کوثر عطا کرنے کی جو خوشخبری دی ہے اس آیت میں آپ کو اس پر شکر ادا کرنے کی نصیحت کی ہے اور کہا ہے کہ آپ صرف اپنے رب کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کے لیے نماز پڑھتے رہیے اور صرف اسی کے نام سے قربانی کیا کیجیے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [الأنعام : ١٦٢، ١٦٣] ''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ کے دن پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر قربانی کرتے تھے اور اسی ترتیب کا حکم دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا، فرمایا: ''جو شخص ہماری نماز جیسی نماز پڑھے اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کرے، اس کی قربانی صحیح ہوئی اور جو شخص نماز سے

پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے (ہی گوشت کھاتا) ہے، اس کی کوئی قربانی نہیں۔'' [بخاري، كتاب العيدين، باب الأكل يوم النحر : ٩٥٥]

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾

''یقیناً تیرا دشمن ہی لاولد ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ہر دور میں اور ہر جگہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ انھی کی نسل باقی نہیں رہے گی اور انھی کا نام دنیا سے مٹ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ تو تمام صفات وکمالات میں ان حدوں کو چھو چکے تھے جو خاتم النّبیین کے لیے اللہ نے مقرر کر دی تھیں۔ ان کے ذکر جمیل نے سارے عالم کو بھر دیا تھا اور ان کے انصار و مددگار اور ان کے پیروکار پوری دنیا میں پھیل گئے تھے۔

سورۃ الکٰفرون مکیۃ

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم پر آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرة : ١٢٥] ''اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔'' پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر لیا، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی۔ [مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ : ١٢١٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی دو سنتوں میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما ...... الخ : ٧٢٦]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾

’’کہہ دے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا، اے میرے نبی! آپ ان کافروں سے جو آپ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی پرستش کیجیے اور وہ آپ کے معبود کی پرستش کریں، کہہ دیجیے کہ میں ہرگز تمھارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا اور نہ تم میرے اللہ کی پرستش کرو گے، تمھارے بارے میں اللہ کا ایسا ہی فیصلہ ہے۔ میں مستقبل میں بھی تمھارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا اور نہ تم میرے اللہ کی مستقبل میں پرستش کرو گے۔ اس لیے کہ میرے رب کا تمھارے بارے میں تمھاری نیت اور عمل کے فساد کے سبب یہی فیصلہ ہے کہ تمھاری موت کفر پر ہو، تاکہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اسی قسم کا جواب اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ٤١] ’’اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ١٣٩] ’’کہہ دے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [الشوریٰ : ١٥] ’’سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ① وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③

’’جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے نبی! اب جبکہ آپ اپنے دشمنوں کے خلاف ہر معرکے میں غالب آنے لگے ہیں، مکہ کو فتح کر لیا ہے اور وہ دار الکفر سے دار الاسلام بن گیا ہے اور قبائل عرب گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، جب یہ سب نعمتیں حاصل ہو گئیں تو آپ اپنے رب کا شکر بجا لانے کے لیے اس کی پاکی اور اس کی حمد و ثنا بیان کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ کو بہت جلد قبول کرتا ہے، ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور ان کے حال پر رحم کرتا ہے۔

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ اللہ اپنے رسول کی مدد کرے گا، مکہ مکرمہ فتح ہوگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے۔ ایک تنبیہ بھی ہے کہ چونکہ دنیا سے آپ کے رخصت ہونے کا وقت قریب آ چکا ہے، اس لیے آپ کو چاہیے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس کی یاد میں لگائیں، تاکہ عمر کا آخری حصہ اس کی یاد میں گزرے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑی عمر والے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بھی (اپنی مجلس میں) شامل کر لیا کرتے تھے، تو اس پر بعض صحابہ (یعنی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) کو اعتراض ہوا، انھوں نے کہا، آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں؟ اس کی عمر کے تو ہمارے بچے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کی وجہ تم خوب جانتے ہو۔ پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بلایا اور مجھے بھی بلایا، میں سمجھ گیا کہ آج مجھے اس لیے بلایا،

تاکہ آپ انھیں میرے بارے میں بتا سکیں، پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، سورۃ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کی نسبت تمھیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا، اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی اور بعض بالکل خاموش رہے، کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا، اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ فرمایا، تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہو گئی یعنی فتح مکہ، تو یہ آپ کی وفات کی نشانی ہے۔ اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کریں اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا وہی میں سمجھتا ہوں۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ فسبح بحمدك ربك ...... الخ ﴾ : ٤٩٧٠، ٤٢٩٤]

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ : فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ فتح کرنے کے لیے) مدینہ منورہ سے نکلے، رمضان کا مہینا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا اور آپ کو مدینہ میں تشریف لائے ہوئے ساڑھے آٹھ سال ہونے کو تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح في رمضان : ٤٢٧٦۔ مسلم، كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر ...... الخ : ١١١٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کل ان شاء اللہ ہمارا قیام مقام خیف بنی کنانہ میں ہوگا، جہاں قریش کے لوگوں نے کفر پر قسم کھائی تھی۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب أين ركز النبي صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایک جانب زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور دوسری جانب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کا سردار بنایا جن کے پاس زرہیں نہ تھیں۔ انھوں نے گھاٹی کے اندر سے راستہ اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ایک حصے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''ابو ہریرہ!'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''صرف انصار کو بلاؤ کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' میں نے انھیں آواز دی اور وہ سب آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ دوسری جانب (کفار) قریش کا منظر یہ تھا کہ انھوں نے ایک منصوبے کے تحت اپنے اوباش اور تابع دار اکٹھے کیے اور طے کیا کہ ہم مقابلے کے لیے ان کو مسلمانوں کے آگے کرتے ہیں۔ اگر کامیابی کے کوئی آثار پیدا ہوئے تو ہم بھی مدد کو ان کے ساتھ مل جائیں گے اور اگر کوئی آفت آئی (یعنی یہ مارے گئے) تو (مقابلہ کرنے کے جرم میں) جو ہم سے مانگا گیا وہ دے دیں گے۔ (اس صورت حال کا آپ کو علم ہوا تو) آپ نے فرمایا: ''تم دیکھتے ہو قریش کے اوباش چھوکروں اور ان

کے تابع داروں کو؟'' اور اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مارا (یعنی مارو مکہ کے کافروں کو اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑو)۔ اور فرمایا: ''(اس کے بعد) تم مجھے صفا پر ملو۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پھر ہم چل پڑے، ہم میں سے جس کا دل چاہتا کہ کسی (کافر) کو قتل کر دے تو وہ اسے قتل کر ڈالتا، کسی (کافر) میں ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مكة : ۱۷۸۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے سر پر خود تھا، جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! عبداللہ بن خطل کعبے کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے (وہیں) قتل کر دو۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٦]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد چاروں طرف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، آپ اس کے ساتھ بت کو کچوکا مارتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۸۱] ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ٤٩] ''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٧، ٤٧٢٠۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة : ۱۷۸۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ پہنچے تو بتوں کی موجودگی میں بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ انھیں باہر نکال دیا گیا، ان میں سے ایک تصویر ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی بھی تھی، ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے، ان مشرکوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی ان تیروں کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنے کے لیے فال نہیں نکالی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أين ركز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح ؟ : ٤٢٨٨]

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا : یعنی فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے، جیسا کہ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے چشمے کے پاس رہا کرتے تھے جو لوگوں کی عام گزرگاہ تھی، سوار ہمارے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے، کہو! لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس شخص کی کیا کیفیت ہے؟ وہ کہتے، وہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ اس پر وحی نازل کرتا ہے، یا، اللہ نے ان پر وحی نازل کی ہے (اور وہ قرآن کی کوئی آیت سناتے) تو میں اس وحی کو یاد کر لیتا تھا۔ گویا وہ میرے سینے میں جم جاتی تھی۔ ادھر سارے عرب والے فتح مکہ پر اپنے اسلام کو موقوف کیے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے، انھیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو، اگر وہ ان پر غالب آ گئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام لانے میں سبقت کی۔ میرے

باپ نے بھی اسلام قبول کرنے میں میری قوم کے مقابلہ میں سبقت کی۔ جب وہ آئے تو کہنے لگے، اللہ کی قسم! میں سچے پیغمبر سے مل کر تمھارے پاس آ رہا ہوں، آپ نے فرمایا: ''فلاں وقت فلاں نماز پڑھو، فلاں وقت فلاں نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جس کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ نماز پڑھائے۔'' میری قوم کے لوگوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا، کیونکہ میں مسافر سواروں سے سن سن کر قرآن یاد کر لیا کرتا تھا۔ انھوں نے مجھ ہی کو امام بنایا، حالانکہ اس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب : ٤٣٠٢]

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴾ : سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: « اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ » ''اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، پس تو مجھے معاف کر دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جو شخص یہ کلمات استغفار دن میں یقین کے ساتھ پڑھے اور شام ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے اور جو اسے یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب أفضل الاستغفار ...... الخ : ٦٣٠٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدے میں یہ دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ » ''پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اپنی تعریف کے ساتھ، اے ہمارے رب مجھے بخش دے۔'' آپ قرآن (میں جو حکم دیا گیا تھا اس) کی تعمیل کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ٤٩٦٨۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود ؟: ٤٨٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں کہ آپ یہ دعا: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ سے میرے رب نے بیان کیا کہ تم اپنی امت میں ایک نشانی دیکھو گے تو جب میں نے اس نشانی کو دیکھ لیا تو میں نے کثرت سے یہ تسبیح پڑھنا شروع کر دی: « سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ » یعنی وہ نشانی میں نے دیکھ لی (اور وہ یہ ہے): ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔'' یعنی فتح مکہ اور: ﴿ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴾ ”اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔“ [مسلم، كتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ : ۲۲۰ / ۴۸۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اس کی غپ شپ اور لغو باتیں زیادہ ہو جائیں اور وہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے : « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ » ”اے اللہ ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔“ تو اس مجلس میں اس سے جو کچھ ہوا وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔“ [ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه : ۳۴۳۳]

سورة اللهب مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝۱ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

”ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابولہب ہلاک و برباد ہوا، شقاوت و بدبختی نے اسے گھیر لیا اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس کا جمع کیا ہوا مال اور اولاد اس کے کسی کام نہیں آئے اور اسے اس عذاب سے نہ بچا سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوا۔ وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی عداوت کی وجہ سے عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی ام جمیل جو زبردست چغل خور تھی، لوگوں کے درمیان آگ لگاتی پھرتی تھی، قیامت کے دن اس کی گردن میں مونج کی رسی بندھی ہو

گی جس کے ذریعے سے اسے جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعرآ : ۲۱٤] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحا کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑی پر چڑھ کر پکارا : « يَا صَبَاحَاهُ! » تو (اس آواز پر) آپ کے پاس قریش جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟'' سب نے جواب دیا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''سنو! میں تمھیں اللہ کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھارے سامنے ہے۔'' تو ابولہب نے کہا، تو تباہ ہو جائے ! کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی : ﴿ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ﴾ آخر تک مکمل۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و تب ما أغنى عنه ماله وما كسب ﴾ : ٤٩٧٢، ٣٥٢٥]

ابوزناد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قبیلہ بنو دیل کے ایک شخص نے بتایا، جس کا نام ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا اور وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز بازار میں دیکھا، آپ فرما رہے تھے : « يَا اَيُّهَا النَّاسُ ! قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا » ''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، تم فلاح پا جاؤ گے۔'' لوگ آپ کی بات سننے کے لیے جمع ہو جاتے مگر آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا، اس کا چہرہ روشن، آنکھیں بھینگی اور سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ وہ (آپ کے بارے میں) کہتا، (لوگو! اس کی بات نہ سننا) یہ بے دین اور کذاب ہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب بتایا اور انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب ہے۔[مسند أحمد : ٣٤١/٤، ح : ١٩٠٢٨]

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ : آخرت میں نہ دولت کام آئے گی اور نہ جاہ و حشمت، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴾ [الحاقة : ۲۵ تا ۲۹] ''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۰] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔''

سورۃ الاخلاص مکیۃ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پر ختم کرتا تھا۔ جب لشکر کے لوگ لوٹ کر (مدینہ میں) آئے تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے کہہ دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك و تعالٰى : ۷۳۷۵۔ مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله أحد : ۸۱۳]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ بار بار پڑھتے ہوئے سنا، لہٰذا جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس واقعہ کا آپ سے ذکر کیا۔ وہ سننے والا اس کی قدر کم سمجھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ (سورت) تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' [بخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿ قل هو الله أحد ﴾ : ۵۰۱۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری مسجد قبا میں نماز کی امامت کے فرائض سر انجام دیا کرتے تھے، تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتے تو اس سے پہلے ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ضرور پڑھتے، حتیٰ کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہو کر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کر لیتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے آپ کوئی دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں، لہٰذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کیجیے، یا پھر اسے چھوڑ دیجیے اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا، اب اگر تمھیں پسند ہے کہ اس سورت کے ساتھ میں تمھیں امامت کرواؤں تو میں کرواتا ہوں اور اگر تمھیں پسند نہیں تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں۔ لوگ انھیں اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انھوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اے فلاں! تمھارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت

میں با قاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا، (اے اللہ کے رسول!) بے شک مجھے اس سورت سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة ...... الخ : ٧٧٤]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لو؟'' تو یہ بات صحابہ پر گراں گزری، وہ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سنو!'' اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ '' (والی سورت ثواب کے اعتبار سے) تہائی قرآن ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿ قل هو الله أحد ﴾ : ٥٠١٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ جمع ہو جاؤ، تاکہ میں تمھارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں۔'' تو جن کو جمع ہونا تھا ہو گئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی تلاوت کی اور پھر اندر چلے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے، جس کی وجہ سے آپ اندر گئے ہیں، لیکن (کچھ دیر بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے فرمایا: ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تمھارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، تو خبردار ہو جاؤ، یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' [مسلم، کتاب صلوة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله أحد : ٨١٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے۔ آپ اپنے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے، پھر اپنے سامنے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ٥٠١٧]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

''کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! جو شخص آپ سے اللہ کے بارے میں پوچھے، اس سے کہہ دیجیے کہ اللہ ایک

ہے، تمام کمالات میں منفرد ہے، تمام اچھے اور پیارے نام، کامل اور اعلیٰ صفات اور مقدس افعال اسی کے لیے ہیں اور وہ بے نظیر و بے مثال ہے۔ سب کی حاجتیں وہی پوری کرنے والا ہے، اس کے در کے سوا کوئی در نہیں، سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی صفات میں کامل ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کا حلم اس کے غضب پر غالب ہے، اس کی رحمت ہر چیز کے لیے عام ہے۔ اسی طرح وہ اپنی تمام صفات میں کامل ہے، اس میں کوئی نقص و عیب نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ اس کا کوئی مد مقابل ہے اور نہ کوئی اس جیسا ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی کسی بھی عبادت کا سزاوار نہیں۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے کہا، اے محمد! اپنے رب کا نسب بیان کیجیے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر دی: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ [مستدرك حاكم : ۲/ ۵٤٠، ح : ۳۹۸۷]

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٩] ”کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٨] ”کہہ دے میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم فرماں برداری کرنے والے ہو؟“

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ : ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ١٠١] ”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مريم : ٨٨ تا ٩٥] ”اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے

ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں اور اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بھی اس کے لیے جائز نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، جس طرح پہلی بار اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا۔ حالانکہ میرے لیے اسے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں تنہا ہوں، میں بے نیاز ہوں، نہ میری اولاد ہے، نہ میرے ماں باپ اور نہ مجھ جیسا کوئی اور۔" [بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٩٧٤]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تکلیف دِہ باتیں سن کر صبر کرنے والا اور کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور وہ پھر بھی انھیں عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے اور انھیں رزق دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إن اللہ هو الرزاق ذو القوة المتین ﴾ : ۷۳۷۸۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار : ۲۸۰٤]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ » "اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وکان عرشه علی الماء ﴾ ...... الخ : ۷٤۱۸]

سورة الفلق مكية

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے وہ آیات نہیں دیکھیں جو آج رات نازل کی گئی ہیں؟ جن کی مثل کبھی دیکھی ہی نہیں گئی، وہ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ ہیں۔" [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب فضل قراءة المعوذتین : ۸۱٤]

سیدنا ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اے ابن عابس! کیا میں تمھیں ان چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز نہ بتاؤں جن کے ساتھ پناہ پکڑنے والے پناہ پکڑتے ہیں؟" میں نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: "﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ یہ وہ دو سورتیں ہیں (جن کے ساتھ جنات وغیرہ سے پناہ پکڑی جاتی ہے)۔" [نسائی، کتاب الاستعاذة، باب ما جاء فی سورتی المعوذتین : ٥٤٣٤]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا جا رہا تھا، آپ اس وقت (کسی سواری پر) سوار تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم پر رکھا اور میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''تم ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں پڑھو گے جو اللہ کے نزدیک ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سے زیادہ (اللہ کے قریب) پہچانے والی ہو۔'' [نسائی، کتاب الافتتاح، باب الفضل فی قرائة المعوذتین : ۹۵۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے آپ پر معوذات (یعنی سورۂ اخلاص، فلق اور ناس) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ جب آپ کا درد بہت بڑھ گیا تو میں آپ پر (یہی سورتیں) پڑھ کر دم کرتی اور آپ ہی کا ہاتھ اس ہاتھ کی برکت کی امید سے (آپ کے جسم پر) پھیرتی تھی۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۵۰۱۶۔ مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث : ۲۱۹۲/۵۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے۔ آپ اپنے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے، پھر اپنے سامنے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۵۰۱۷]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳

''تو کہہ میں مخلوق کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہیے کہ میں صبح کے رب کی جناب میں پناہ لیتا ہوں، یا میں تمام مخلوقات کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جن و انس اور دیگر تمام مخلوقات کے شر سے، چاہے وہ حیوانات ہوں یا جمادات یا اللہ کی کوئی بھی مخلوق ہو اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ذریعے سے رات سے جب اس کی بھیانک تاریکی ہر جگہ داخل ہو جاتی ہے اور چاند کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، جب اس کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھا تو فرمایا: ''اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، اس لیے کہ یہی

غاسق ہے، جب اس میں گہن لگے۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المعوذتين : ٣٣٦٦۔ مسند أحمد : ٦١/٦، ح : ٢٤٣٧٧۔ مستدرك حاكم : ٥٤٠/٢، ٥٤١، ح : ٣٨٨٩]

اس لیے کہ رات کے وقت جنوں اور انسانوں کے شیاطین چاروں طرف پھیل جاتے ہیں اور اس وقت کفر و فسق، شر و فساد، چوری، خیانت اور دیگر معاصی کا ارتکاب زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح مشرکین، اہل نجوم اور جادوگر چاند کی عبادت کرتے ہیں، اسے وسیلہ بناتے ہیں اور بے شمار جادو اور کفریہ باتوں کا تعلق چاند سے جوڑتے ہیں۔

وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝

''اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔''

یعنی میں ان جادوگر عورتوں سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں جو دھاگے پر جادو پڑھ کر پھونکتی ہیں اور ان میں گرہیں ڈالتی ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو جبریل علیہ السلام نے یہ دعا (بطور دم) پڑھی: « بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ » ''اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے اور ہر جان کی برائی اور ہر حاسد کی نگاہ سے، اللہ تمھیں شفا دے، اللہ کے نام کے ساتھ میں تمھیں دم کرتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق قبیلہ کے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا۔ اس کا اثر آپ پر بس اتنا ہوا کہ کبھی آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے، حالانکہ وہ کام آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن یا شاید رات کے وقت، جب آپ میرے پاس تھے، آپ نے خوب دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے جو بات دریافت کی تھی اللہ نے وہ بات مجھے بتا دی ہے؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا، ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا، لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا، کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی اور کنگھی سے گرے ہوئے سر کے بالوں میں نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا، ذروان کنویں میں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں پر گئے، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا گویا کہ اس میں مہندی گھول دی گئی ہو اور کھجور کے درخت

کی چوٹیاں ایسی معلوم ہو رہی تھیں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے نکلوا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے عافیت دے دی، لیے میں نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے درمیان کوئی برائی پھیلاؤں۔'' پھر آپ نے حکم دیا (کہ اسے نکال کر دفن کر دیا جائے) تو اسے دفن کر دیا گیا۔
[بخاري، كتاب الطب، باب السحر : ٥٧٦٣۔ مسلم، كتاب السلام، باب السحر : ٢١٨٩]

جادو اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے بھی جادو نہیں کرنا چاہیے، یعنی جادو زدہ کا علاج جادو سے نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے نشرہ (جادو کے علاج کے لیے شرکیہ منتر پڑھنا) کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطانی کام ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطب، باب في النشرة : ٣٨٦٨]

وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ۧ

''اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

حسد کرنے والا دوسرے کے لیے برائی اور زوال نعمت کا خواہاں ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھائے اور کسی قسم کی شرارت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کی شرارت سے میری پناہ طلب کیا کرو۔ حسد بہت بری چیز ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر ...... الخ : ٦٠٦٤۔ مسلم، كتاب البر و الصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر : ٢٥٥٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک صرف دو آدمیوں پر کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس آدمی پر جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہے اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اسے (بھلائی کے کاموں میں) خرچ کرتا رہتا ہے۔'' [بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن : ٥٠٢٥]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۧ﴿۶﴾

''تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے رب کی جناب میں لوگوں کے شاہ حقیقی کی جناب میں، لوگوں کے تنہا معبود کی جناب میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے سینوں میں وسوسہ پیدا کرنے والے شیطان کے شر سے۔ اس شیطان کی صفت یہ ہے کہ آدمی جب اپنے رب کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے، اور جب غفلت سے چوکنا ہوتا ہے اور اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ شیطان فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ وہ شیطان جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۲۰۰] ''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر دور بھاگ جاتا ہے، تا کہ وہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے، لیکن جب نماز کے لیے اقامت ہوتی ہے، تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ جب اقامت مکمل ہوتی ہے تو واپس آ کر آدمی کے دل میں خیالات ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ کہتا ہے

کہ فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر، وہ چیزیں جو اسے یاد نہیں تھیں، یہاں تک کہ آدمی کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی؟'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذین : ۶۰۸]

سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں، تھوڑی دیر تک باتیں کیں، پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے، جب مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے، جہاں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ تھا، تو وہاں دو انصاری صحابی ملے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور تیزی سے آگے گزر گئے، آپ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' وہ کہنے لگے، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ کا یہ فرمانا ان پر شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''شیطان آدمی کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، میں ڈرا کہ کہیں تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یخرج المعتکف لحوائجه إلی باب المسجد ؟: ۲۰۳۵۔ مسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رؤی خالیًا بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنے دستے روانہ کرتا ہے، تو ان میں سے مرتبہ کے لحاظ سے اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو ان میں سے سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے یہ کیا وہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے، تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے کوئی آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ کرا دی، تو ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے، اسے گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو نے (واقعی بہت بڑا) کارنامہ سرانجام دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان ...... الخ : ۲۸۱۳/۶۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے اس کا ایک ساتھی (یعنی ایک شیطان) مقرر کر دیا ہے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ سو وہ مطیع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے نیکی اور اچھائی ہی کہتا رہتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه لفتنة الناس ...... الخ : ۲۸۱۴]

شیطان انسان کے دل پر ڈیرہ ڈالے رکھتا ہے، جب انسان سہو و غفلت میں مبتلا ہو جائے تو وہ وسوسہ پیدا کرنے لگ جاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ان وسوسوں پر اگر عمل نہ کیا جائے تو یہ قابل مؤاخذہ نہیں ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری

خاطر میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے معاف فرما دیے ہیں۔ جب تک وہ (ان پر) عمل نہ کریں، یا منہ سے نہ نکالیں۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب الخطأ والنسیان فی العتاقة ...... الخ : ۲۵۲۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس ...... الخ : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، یہ چیز کس نے پیدا کی؟ وہ کس نے پیدا کی؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب شیطان کسی شخص کے دل میں ایسا وسوسہ ڈالے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور شیطانی خیال سے باز رہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده : ۳۲۷۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان ...... الخ : ۲۱۴/۱۳۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے (کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی، فلاں چیز کس نے پیدا کی) حتیٰ کہ کہا جائے گا، اللہ نے تو سب کو پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جو کوئی اس قسم کا وسوسہ دل میں پائے تو کہے: « آمَنْتُ بِاللّٰهِ » ''میں اللہ پر ایمان لایا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان ...... الخ : ۱۳۴]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کا خیال دل میں جاگزیں ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے، اس سے جماع کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے دل کا خیال ختم ہو جائے گا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأى امرأة فوقعت فی نفسه ...... الخ : ۱۴۰۳/۱۰]

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ : یعنی جن کے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے، وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں وہ شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں سے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴾ [قٓ : ۱۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ

نے اس کا ایک ساتھی جنوں میں سے اور اس کا ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! ہمارے دل میں کچھ خیالات آتے ہیں اور وہ اشارے کنائے سے کچھ اس طرح کہہ رہا تھا کہ ان خیالات کو زبان پر لانے کے بجائے کوئلہ ہو جانا اسے زیادہ پسند ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ حمد اس اللہ کی جس نے اس (ابلیس) کے مکر کو وسوسے کی طرف لوٹا دیا۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی رد الوسوسة : ۵۱۱۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۱۰۵۰۴۔ عمل الیوم واللیلة : ۶۶۸]